قُل بِفَضلِ اللّٰہِ وَبِرَحمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلیَفرَحُوا ھُوَ خَیرٌ مِّمَّا یَجمَعُونَ

میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ قاری محمد رضاء المصطفیٰ

ایم۔ اے علوم اسلامیہ / عربی (سلور میڈل)

مکتبہ گیلانیہ

گلبرگ بی فیصل آباد

نام کتاب	میلادِ مصطفیٰ ﷺ
ترتیب و تدوین	علامہ قاری محمد رضاء المصطفیٰ
نظر ثانی	حضرت علامہ مولانا قاری محمد غلام رسول صاحب ایم اے
پروف ریڈنگ	علامہ معظم علی گیلانی، علامہ عطاء المصطفیٰ گیلانی
صفحات	384
بار اول	یکم محرم الحرام ۱۴۲۴ھ
بار دوئم	یکم ربیع الاوّل ۱۴۲۵ھ
بار سوئم	یکم ربیع الاوّل ۱۴۲۶ھ
کمپوزنگ	محمد قاسم وقار سیالوی محمد اشتیاق
ٹائٹل ڈیزائننگ	رائل گرافکس 4 پریس مارکیٹ امین پور بازار فیصل آباد
تعداد	1100
ہدیہ	160 روپے

اس کتاب کی تمام آمدن مکتبہ گیلانیہ کے لیے وقف ہے

ناشر مکتبہ گیلانیہ
گلبرگ بی فیصل آباد
فون: 041-641608

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ

علامہ قاری محمد رضاء المصطفیٰ

ایم اے علوم اسلامیہ / عربی (سلور میڈلیسٹ)

الانتساب

میں اپنی اس کتاب

''میلادِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم''

کو شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین

محبوبِ ربّ العالمین، صاحبِ میلاد

جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ اجمعین

کے حضور ہدیۃً پیش کرتا ہوں

اور اس کی قبولیت کا طلبگار ہوں

طلبگارِ رضائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

محمد رضاء المصطفیٰ

اعتراز

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوٰة والسلام علیٰ محبوب رب العالمين اما بعد

اللہ تعالیٰ کا بے حساب بے شمار شکر ہے کہ اس نے اپنے پیارے حبیب جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے یہ کتاب ''میلاد مصطفیٰ ﷺ'' مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ دراصل یہ کتاب میں نے لکھی نہیں بلکہ مجھ سے لکھوائی گئی ہے کیونکہ دوران تحریر دماغ سوچتا کچھ تھا لیکن قلم لکھتا کچھ تھا۔ اس کتاب میں جو بھی خوبی ہے وہ من جانب اللہ ہے اور جو بھی کمی کوتاہی غلطی وغیرہ ہے وہ میری اپنی کم علمی کا نتیجہ ہے۔

قارئین کرام:۔ کتاب کے پڑھنے کے بعد اگر آپ کے دل میں عشق مصطفیٰ ﷺ مزید بڑھ جائے تو اس گناہ گار کو اور اس کے والدین کو اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔ اس کتاب کی تمام آمدن مکتبہ گیلانیہ کے لیے وقف ہے اس لیے آپ کی ادا کردہ قیمت ضائع نہیں جائے گی بلکہ اسلامی کتب کی ترویج و اشاعت میں صرف ہو گی

طلبگار رضائے محمد ﷺ

محمد رضاء المصطفیٰ

یا الٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یا الٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادیٔ دیدارِ حُسنِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی گورِ تیرہ کی جب آئے سخت رات
ان کے پیارے منہ کی صبحِ جانفزا کا ساتھ ہو

یا الٰہی گرمیٔ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامن محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی نامۂ اعمال جب کھلنے لگیں
عیب پوش خلق ستارِ خطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب چلوں تاریک راہ پل صراط
آفتاب ہاشمی نور الہدیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب رضا خواب گراں سے سر اٹھائے
دولت بیدارِ عشقِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

حمد باری تعالیٰ

الٰہی حمد سے عاجز ہے یہ سارا جہاں
جہاں والوں سے کیونکر ہو سکے ذکر و بیاں تیرا
زمین و آسماں کے ذرے ذرے میں تیرے جلوے
نگاہوں نے جدھر دیکھا نظر آیا نشاں تیرا
ٹھکانہ ہر جگہ تیرا سمجھتے ہیں جہاں والے
سمجھ میں آ نہیں سکتا ٹھکانا ہے کہاں تیرا
تیرا محبوب پیغمبر تیری عظمت سے واقف ہے
کہ سب نبیوں میں تنہا ہے وہی اک راز داں تیرا
جہان رنگ و بو کی وسعتوں کا راز داں تو ہے
نہ کوئی ہمسفر تیرا نہ کوئی راز داں تیرا
تیری ذات معلیٰ آخری تعریف کے لائق
چمن کا پتہ پتہ روز و شب ہے نغمہ خواں تیرا

نعت رسول مقبولؐ

انکی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں
جس راہ چل دیے ہیں کوچے بسا دیے ہیں

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں در بے بہا دیے ہیں

ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلا دیے ہیں

آنے دو یا ڈبو دو ہم نے تمہاری جانب
کشتی تمہیں پہ چھوڑی لنگر اٹھا دیے ہیں

دولہا سے اتنا کہ دو پیارے سواری روکو
مشکل میں ہیں باراتی پر خار بادیے ہیں

جب آگئی ہیں جوش رحمت پہ ان آنکھیں،
جلتے بجھا دیے ہیں روتے ہنسا دیے ہیں

واللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیے ہیں

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں

حُسنِ ترتیب باب اول

انعامات اور فضل پر خوشی اور شکر ادا کرنا

حُسنِ ترتیب باب دوم
میلادِ مصطفیٰ ﷺ کی خوشی کے فوائد وثمرات

حسنِ ترتیب باب سوم میلاد مصطفیٰ ﷺ منانا سنت رب العالمین ہے

حُسنِ ترتیب باب چہارم — میلاد مصطفیٰ ﷺ اور انبیاء سابقہ

حُسنِ ترتیب باب پنجم
علمائے سابقہ اور میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حُسنِ ترتیب باب ششم میلادِ مصطفیٰ ﷺ پر مشہور محدثین کے ارشادات

حُسنِ ترتیب باب ہفتم ہستی کا نقشِ اول

حُسنِ ترتیب باب ہشتم

نور سے ظہور تک

نور سے ظہور تک

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد

اللہ رب العزت جل مجدہ الکریم کے فضل وکرم سے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب جناب محمد الرسول اللہ ﷺ کے صدقہ سے میرے پیارے بیٹے حافظ وقاری محمد رضاء المصطفیٰ سلمہ المولیٰ نے میلاد مصطفیٰ ﷺ کے عظیم الشان موضوع پر عظیم الشان کتاب میلاد مصطفیٰ ﷺ لکھ کر اپنی زبان وقلم کے صحیح مصرف کو جانا پہچانا ہے کہ زبان وقلم کا صحیح اور اصلی مفاد و مصرف ہی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اس مقصد کیلئے عطاء فرمائے ہیں۔

دی زبان حق نے ثنائے مصطفیٰ کے واسطے

دل دیا حب حبیب کبریا کے واسطے

میلاد مصطفیٰ ﷺ کوئی نیا موضوع نہیں کہ جس پر پہلی بار قلم اٹھایا گیا ہو اور یہ پہلی کتاب ہو۔ بلکہ اس موضوع پر علماء، فقہاء، صوفیاء، محدثین، مفسرین، مبلغین مدرسین غرضیکہ ہر ایک نے اپنے اپنے انداز میں زور قلم دکھایا اور بڑی بڑی ضخیم کتابیں تحریر فرمائیں ہیں۔

تیرا مدح خوان ہر رسول و ولی ہے

ایسا کیوں نہ ہو جب کہ حضور ﷺ کا میلاد بھی ایک عظیم الشان معجزہ ہے جسے کما حقہ بیان کرنے سے ہر ایک بندہ عاجز ہے۔اس لیے غالب نے کہا تھا۔

غالب ثنائے خواجہ بیزداں گذاشتیم

کان ذات پاک مرتبہ دان محمد است

میرے لیے یہ انتہائی فخر کی بات ہے کہ میرا بیٹا اس صف میں کھڑا ہے جس میں حضور ﷺ کے ثناء خوانوں کے امام افضل الخلق بعد الانبیاء سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور مجدد ملت طاہرہ اعلیٰحضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور موجودہ دور میں اس فقیر سراپا تقصیر کے والد گرامی قدر علامہ الحاج الحافظ مولانا محمد حنیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ (صاحب کتاب محبوب رب العالمین) کھڑے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے محمد رضاء المصطفیٰ کی سعی مشکور فرمائے
اور دونوں جہانوں میں ذریعہ کامیابی ونجات بنائے۔

وصلی اللہ علی رسولہ خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ اجمعین

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد

قاری محمد غلام رسول

مدیر ماہنامہ انیس اہلسنت گلبرگ بی فیصل آباد

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سید المرسلین
بسم اللہ الرحمن الرحیم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
باب اول
انعامات و فضل پر
خوشی اور شکر
ادا کرنا

میلاد مصطفیٰ ﷺ

عید میلاد النبی پر خوب خوشیاں کیجئے
رحمت و بخشش کے دن بخشش کا ساماں کیجئے

عقل کہتی ہے کہ اتنا خرچ کیوں کرتے ہیں آپ
عشق کہتا ہے کہ سب کچھ ان پہ قربان کیجئے

محفلیں میلاد النبی کی چاروں طرف ہوں منعقد
ان کے ذکر پاک سے شیطاں کو حیراں کیجئے

صاف ہے قرآن میں فرمان حق فلیفرحوا
کوئی کچھ کہتا رہے تعمیل فرماں کیجئے

جن کے صدقے میں اللہ نے ہمیں سب کچھ دیا
ان کے نام پاک پر صدقے دل و جاں کیجئے

الحمد لله الذی انعمه بالبعث حبیبه علینا والصلوة والسلام علٰی سید الانبیاء محبوب رب العلا سید نا ومولانا محمد المصطفی صلی اللّٰه تعالی علیه وعلی اٰله واصحابه واهل بیته اجمعین۔

امابعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم!

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم

قل بفضل لله وبرحمته فبذالك فلیفر حوا هو خیر مما یجمعون (سورۃ یونس آیت نمبر ۵۸)

ترجمہ:۔ تم فرمادو اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پہ چاہیے کہ خوشی کریں وہ ان کے سب مال ودولت سے بہتر ہے (کنزالایمان)

تشریح آیت۔ حضرات گرامی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں پیارے مصطفیٰ ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ تمام لوگوں کو فرمادیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر اور رحمت پر خوب خوب خوشیاں منائیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے مگر اس نے کسی بھی نعمت پہ احسان نہیں جتلایا۔ ہمیں آنکھ، کان، ناک، زبان، وغیرہ عطا کیے مگر احسان نہیں جتلایا صحت وزندگی عطا کی مگر احسان نہیں جتلایا۔ کوئی اللہ کو اپنا معبود مانے یا نہ مانے مگر اسے رزق اور اپنی تمام نعمتیں عطا کیں مگر احسان نہیں جتلایا۔ اگر احسان جتلایا تو اپنی سب سے بڑی نعمت یعنی پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ کے عطا کرنے پر۔ دنیا کا بھی یہ اصول ہے کہ کوئی بھی اپنا محبوب کسی صورت اور کسی قیمت پر کسی کو نہیں دیتا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنا پیارا محبوب ہمیں عطا فرمایا اور پھر فرمادیا

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا۔

یعنی اے ایمان والو میں نے اپنا محبوب تمہیں عطا کر کے تم پر احسان کیا ہے، اب تم میرے اس احسان کی قدر کرو اور ان کے ملنے پر ایسی خوشی اور جشن کا اظہار کرو جو اس نعمت عظمیٰ کے شایان شان ہو اور جس کے سامنے تمام دنیاوی نعمتوں کا جشن ماند اور کمزور نظر آئے۔ کیونکہ پیارے مصطفیٰ ﷺ ہم پر فضل عظیم ہیں۔

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلو علیھم اٰیتہٖ ویزکیھم و یعلمھم الکتاب و الحکمۃ ان کا نو امن قبل لفی ضلٰلٍ مبین۔

(سورۃ آل عمران۔ آیت نمبر ۱۶۴)

ترجمہ:۔ یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں اور سکھاتا ہے انہیں کتاب وحکمت اگرچہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔

اور پیارے مصطفیٰ ﷺ رحمت للعالمین ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"وما ارسلنك الا رحمة اللعالمین"۔

بے شک ہم نے آپ ﷺ کو تمام عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور اپنی رحمت پر خوشیاں منانے کا حکم دیا ہے اوپر بیان شدہ آیات سے یہ ثابت ہوا کہ مصطفیٰ کریم ﷺ ہی فضل عظیم اور رحمت کامل ہیں اس لیے آپ کی آمد پر خوشیاں منانا اور آپ کا میلاد منعقد کرنا حکم خدا بھی ہے اور سنت خدا بھی

عید میلاد النبی ﷺ پر خوب خوشیاں کیجئے

رحمت و بخشش کے دن بخشش کا سامان کیجئے

عقل کہتی ہے کہ اتنا خرچ کیوں کرتے ہیں آپ
عشق کہتا ہے کہ سب کچھ ان پہ قربان کیجئے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کسی جگہ براہ راست لوگوں کو مخاطب کیا ہے مثلاً۔

" یا ایھاالذین اٰمنو،یا ایھا الناس "۔ وغیرہ اور بعض احکامات صادر کرتے ہوئے لفظ "قل" استعمال کیا ہے۔ جس کا مقصد حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کی ذات گرامی کے وسیلہ جلیلہ سے اعلان کروانا مقصود ہوتا ہے۔

قل امر کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی ہیں فرمادیجئے۔ یہاں پر یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہاں لفظ "قل" سے مخاطب کیا ہے وہ دین کے اہم ترین اور بنیادی حقائق ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کا اظہار فرمایا تو یوں۔

"قل ھو اللہ احد"

ترجمہ: اے محبوب ﷺ فرمادیجئے اللہ ایک ہے۔

"قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیاي ومماتی لِلہِ رب العالمین"۔ (سورۃ آل عمران آیت ۳۱)

ترجمہ: ۔ اے محبوب آپ فرمادیجئے کہ میری نمازیں میری عبادت میرا جینا میرا مرنا سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔

"قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ"۔

ترجمہ: ۔ اے محبوب آپ اعلان فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

اس آیت کریمہ میں جس کو میں نے موضوع بنایا ہے اللہ تعالیٰ نے قل کہہ کر ابتداء کی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ لوگوں کو براہ راست بھی اپنی نعمتوں کے بارے میں ارشاد

فرماتا ہے لیکن اس نعمت کی عظمت اور فضیلت کے پیش نظر اس کا اعلان پیارے مصطفیٰ ﷺ سے کروایا گیا۔ آخر اس میں اتنی خاص بات کیا ہے کہ حضور کے ذریعے سے اس کا اعلان کروایا جارہا ہے۔ یہ آیت کریمہ زبان حال سے اس حقیقت کو بیان کر رہی ہے کہ اے محبوب ﷺ آپ سب نعمتوں کا سبب ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی اسی لیے حکم فرمارہا ہے کہ اے محبوب ﷺ چونکہ اس نعمت کا باعث آپ ہیں۔ اس لیے آپ ہی اعلان فرمادیں۔ کہ یہ جو نعمت میرے وجود کی صورت میں، میری ولادت کی صورت میں، میری نبوت کی صورت میں ، میری بعثت کی صورت میں تمہیں عطا ہوئی ہے اس پر جتنی بھی خوشی مناؤ وہ کم ہے۔

فبذالک فلیفرحوا.

اس آیت کریمہ میں "فلیفرحوا" کے الفاظ قابل غور ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی اور انعام کے شکر بجالانے کے لیے یہ الفاظ استعمال نہیں کیے۔ حالانکہ اس جگہ پر اللہ رب العزت فلیعبدوا یعنی عبادت کرویا فلیسجدوا یعنی سجدہ کرویا فلینفعوا یعنی خیرات کرو بھی استعمال کرسکتا تھا لیکن یہاں پر صرف اور صرف فلیفرحوا ارشاد فرمایا یعنی اے بندو نماز ، روزہ ،صدقہ ، خیرات وغیرہ تو عام نعمتوں کے شکرانے کے لیے ہیں۔ اس لیے جو نعمت عظمیٰ ہے۔ باعث وجہ تخلیق کائنات ہے ، رحمۃ للعلمین ہے ، اس کی آمد پر ہم چاہتے ہیں کہ تم خوب چراغاں کرو جشن مناؤ غرباء اور مساکین میں لنگر تقسیم کرو۔ آمد مصطفیٰ ﷺ کا جلوس نکالو اور جو کچھ بھی تم خوشی میں کرسکتے ہو کرو تا کہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ تم عام نعمت کا نہیں بلکہ نعمت عظمیٰ کا شکریہ ادا کررہے ہو۔

عید میلاد النبی ﷺ پر خوب خوشیاں کیجئے
رحمت و بخشش کے دن بخشش کا سامان کیجئے
عقل کہتی ہے کہ اتنا خرچ کیوں کرتے ہیں آپ

عشق کہتا ہے کہ سب کچھ ان پہ قربان کیجئے

میلاد کی خوشی پہ خرچ کرنا افضل ہے:۔

یہ بات صاف ظاہر ہے کہ جشن منانے، چراغاں کرنے، لنگر تقسیم کرنے پر مال و دولت تو خرچ ہوگا۔اب اگر کوئی عقل کا اندھا یہ کہے کہ عید میلاد النبی ﷺ پر اتنا روپیہ خرچ کرنے کا کیا فائدہ اس سے بہتر تھا کہ یہ رقم کسی غریب محتاج، نادار، اور ضرورت مند کو دے دی جاتی اور اس کا بھلا ہو جاتا۔اس آیت کے الفاظ فلیفرحوا میں اللہ تعالی نے فرمادیا تم صدقہ بھی کرو۔خیرات بھی کرو نادار کی مدد بھی کرو ہم تمہیں منع نہیں فرمارہے مگر جب خوشی کا موقع آئے تو یہ بہانہ نہ بناؤ کہ ہم اس روپیہ کو کسی اور جگہ خرچ کردیں گے بلکہ فرمایا فلیفرحوا خوب خوب خوشیاں اور جشن مناؤ یہ تمام اعمال وافعال سے اس وقت افضل ہے۔

تاکید پر تاکید

اس آیت مبارکہ میں اگر غور کیا جائے تو چار واضح تاکیدیں نظر آتی ہیں۔

پہلی تاکید:۔

قل کہ کر بات شروع کرنا۔یہ بھی ایک قسم کی تاکید ہوتی ہے

قل کہہ کے اپنی بات بھی منہ سے ترے سنی
اللہ کو ہے کتنی تیری گفتگو پسند

دوسری تاکید:۔ **بفضل اللہ وبرحمتہ** کے بعد ذالک یہ بھی تاکید ہے۔

تیسری تاکید:۔ **ذالک** پر فا کا اضافہ کیا گیا ہے یہ مزید تاکید ہے۔

چوتھی تاکید:۔ **یفرحوا** پہ فا اور لام کا اضافہ کیا گیا ہے یہ تاکید پر تاکید ہے۔

اور پھر ان چار تاکیدوں کے بعد مضمون کو یہاں پر ختم کرنا کہ یہ خوشیاں منانا مال جمع کرنے سے بہتر ہے اس خوشی کو منانے کی اہمیت کو کس قدر واضح کر رہا ہے۔

اب اس بات کو سمجھانے کے لیے ایک عام فہم اور سادہ سی مثال پیش خدمت ہے۔ باپ اپنے بیٹے سے کہے بیٹا یہ کام مت کرو، اس میں تمہارا نقصان ہے۔ تو سمجھدار اولاد کے لیے اتنا کہنا ہی کافی ہے اور جب باپ حکم کے ساتھ کہے بیٹا یہ کام مت کرنا تو بیٹے کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کہ پہلے تو صرف بتایا جا رہا تھا کہ یہ کام مت کرو، مگر اب حکما کہا جا رہا ہے کہ یہ کام مت کرنا اس لئے اس میں ضرور کوئی خاص بات ہوگی۔ اور اگر بچے کا والد اس سے بھی زیادہ سخت حکم دیتا ہے کہ بیٹے سن لے میں تمہیں تاکیداً یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ کام ہرگز نہ کرنا۔ اس حکم میں مزید شدت پیدا ہوگئی۔ اور اگر کہے کہ میں تمہیں بطور خاص کہہ رہا ہوں کہ یہ کام ہرگز ہرگز نہ کرنا۔ تو اس حکم میں چار تاکیدیں جمع ہوگئیں۔ اس پر یہ بھی کہ اس کے ساتھ باپ یہ بھی کہدے کہ اگر تم نے یہ کام کیا تو میں تم سے ناراض ہو جاؤں گا تو اب حکم عدولی کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

بلاتشبیہ و بلا مثال :۔

کہاں والد اور کہاں رب کائنات کا حکم اس آیت کریمہ میں رب ذوالجلال اپنے پیارے محبوب احمد مجتبیٰ سید الانبیا ﷺ کی زبان حق ترجمان سے کہلوا رہا ہے۔ کہ آپ میری طرف سے تمام لوگوں کو میرا یہ حکم پہنچا دو کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی جو رحمت اور فضل اپنے کمال درجہ میں پہنچ کر نبی آخر الزماں ﷺ کے وجود کی صورت میں نصیب ہوئی ہے۔ اس پہ خوب خوب خوشیاں اور جشن مناؤ اور یہ بات صرف حکما ہی نہیں بلکہ تاکیداً ہے۔

عید میلاد النبی ﷺ پر خوب خوشیاں کیجئے
رحمت و بخشش کے دن بخشش کا سامان کیجئے

عقل کہتی ہے کہ اتنا خرچ کیوں کرتے ہیں آپ
عشق کہتا ہے کہ سب کچھ ان پہ قربان کیجئے

اور اگر تم میری منشاء اور حکم کے مطابق خوشی مناؤ گے تو مجھے میری عزت کی قسم تم جو کچھ بھی توشہ آخرت تیار کر رہے ہو۔ اس سے تمہارا یہ خوشی منانا میرے نزدیک زیادہ اجر وثواب کا موجب ہے اگر تم نے میرے فضل اور رحمت یعنی رحمۃ للعالمین ﷺ کی آمد پر خوشی نہ کی تو تمہاری عبادت وریاضت، زہد وتقویٰ، مجاہدات وکمالات کے ڈھیر میری بارگاہ میں قابل قبول نہیں کیونکہ

بندۂ سرکار بن پھر کر خدا کی بندگی
ورنہ اے بندے خدا کے بندگی اچھی نہیں

"ھو خیر مما یجمعون"

اس جملے کا عمومی مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے فضل اور رحمت پر خوشی منانا جمع کر کے رکھنے سے بہتر ہے اس میں "ما" کا کلمہ ہے جو دنیا ومافیہا اور آخرت دونوں پر حاوی ہے۔ یعنی دنیا کا مال ودولت، عزت وعظمت، شان وشوکت، سونے اور چاندی کے ڈھیر ہمارے نزدیک ہماری رحمت وفضل کی خوشی کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتے اگر تم اسے ہمارے شکرانے پر خرچ کرو تو ٹھیک وگرنہ یہ مال ودولت نہ تمہارے کام کے نہ کسی دوسرے کے ۔آخرت کے حوالے سے عمل صالح کا ذخیرہ کرلو۔ رکوع وسجود کی کثرت کرلو۔ لفظی عبادات کے ڈھیر لگالو۔ فرائض کی بجا آوری میں کوئی کمی کوتاہی نہ کرو۔ اور نیکی کے تصور سے جو چاہے کرتے رہو اگر تم میں ہمارے پیارے محبوب ﷺ کی محبت نہیں ان کی آمد کی خوشی نہیں ان کے میلاد کا جشن نہیں تو یہ تمام اعمال بے وقعت ہیں ہماری رحمت اور فضل کے شکرانے پر اپنے مال دولت خرچ کرنا سجدہ شکر بجالانا یہ تمہارے سارے دنیاوی اور دینی اعمال کے

ذخیرہ سے زیادہ بلند اور زیادہ قابل قبول ہے۔

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

وہی نور حق وہی ظل رب ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

ہونا تو یہ چاہیے۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

خوشی کی اقسام:۔

خوشی دو طرح کی ہوتی ہے (۱) فخر کی وجہ سے خوشی، یہ خوشی اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں کیونکہ اس میں انسان کی نظر اپنے نفس پر ہوتی ہے۔ دوسروں کو کمتر اور ذلیل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ ایسی خوشی کے لئے قرآن مجید فرماتا ہے۔

"لا تفرح ان اللہ لا یحب الفرحین" (سورۃ قصص پارہ ۲۰ آیت ۷۶)

ایسی خوشی نہ مناؤ بیشک اللہ ایسی خوشی منانے والے کو پسند نہیں کرتا۔

(۲) خوشی کی دوسری قسم:۔

شکر کی خوشی ہے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"فلیفرحوا ھوا خیر مما یجمعون"

یعنی میرے انعامات اور میرے فضل پر خوب خوشی مناؤ۔

کوئی خوشی ایک فرد کے لئے ہوتی ہے کوئی ایک خاندان کے لئے ہوتی ہے، کوئی ایک ملک کے لئے ہوتی ہے مگر پیارے مصطفی ﷺ کی آمد تمام عالمین کے لیے خوشی ہے کہ اس خوشی میں صرف اہل زمین ہی شامل نہیں بلکہ فرش و عرش کی تمام مخلوقات اس خوشی میں شامل ہیں۔

بھیج کر بزم جہاں میں دی مشیت نے صدا
اے جہاں والو سنو یہ کن فکاں کی عید ہے

☆ ...... اور ...... ☆

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

خوشی منانے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مزید ارشاد فرمایا

"فکلوا مما رزقکم اللہ حلا طیبا واشکرو انعمۃ اللہ ان کنتم ایاہ تعبدون" (سورۃ النحل۔ آیت ۱۱۴)

ترجمہ:۔ پس کھاؤ اس سے جو رزق دیا تمہیں اللہ نے جو حلال اور طیب ہے اور شکر کرو اللہ کی نعمت کا اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا

"واذ تاذن ربکم لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید" (سورۃ ابراہیم۔ آیت ۷)

ترجمہ:۔ اور یاد کرو جب مطلع فرمایا تمہارے رب نے کہ اگر تم پہلے احسانات پر شکر ادا کرو گے تو میں مزید اضافہ کر دوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو یقیناً میرا عذاب شدید ہے۔

المختصر بے شما آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں اور اپنے فضل پر شکر ادا کرنے اور اپنے فضل پر خوشیاں منانے کا حکم دیا ہے۔ پانی، ہوا، زندگی، صحت، پھل و پھول، خوشحالی، تندرستی ان تمام فنا ہو جانے والی نعمتوں کا اگر شکر کرنا واجب ہے تو وہ نعمت جو نعمت عظمیٰ اور نعمت کامل ہے۔ جس کے نور سے سارا عالم جگمگا اٹھا جس کے آنے سے بنی آدم کے بگڑے ہوئے مقدر کو سنوار دیا گیا۔ وہ نعمت جو نہ صرف اس دنیا کی ساتھی ہے بلکہ قبر کی حشر کی پل صراط کی میدان محشر کی اور جنت کی بھی ساتھی ہے اس کا شکریہ بجالانا کیونکر ضروری نہیں ہے؟

باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

ہر چیز میں فضیلت کی نوعیت مختلف ہے

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں بے شمار بے حساب مخلوقات بنائی ہیں اور ہر کوئی دوسرے سے مختلف ہے۔ ان میں سے بعض کو بعض پر عظمت وفضیلت حاصل ہے۔ اور ہر کسی میں فضیلت وشرف کی نوعیت مختلف ہے۔ مثلاً سال کے بارہ مہینوں میں رمضان المبارک کو جو شرف حاصل ہے وہ دوسرے کسی مہینے کو حاصل نہیں قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے

"شھر رمضان الذی انزل فیه القراٰن" (البقرہ پارہ ۲ آیت ۱۸۵)

ترجمہ:۔ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔

تمام راتوں میں لیلۃ القدر کو جو عظمت وفضیلت حاصل ہے وہ کسی رات کو نہیں اور یہ فضیلت وعظمت کس وجہ سے ہے کہ اس رات قرآن کریم نازل ہوا۔

"انا انزلناہ فی لیلة القدر ○ وما ادراك ما لیلة القدر ○ لیلة القدر خیر من الف شھر" (سورۃ القدر)

ترجمہ:۔ بیشک ہم نے اس قرآن کو (لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف) شب قدر میں نازل کیا اور تم کیا جانو لیلۃ القدر کیا ہے لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے افضل ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کو بھی بعض پر فضیلت عطاء فرمائی ۔ ارشاد ربانی ہے ۔

"تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض" (البقرہ آیت ۲۵۳)

ترجمہ:۔ یہ انبیاء کا گروہ کہ اس میں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

(۴) اور عوام الناس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

"ان اكرمكم عندالله اتقكم" (الحجرات آیت ۱۳)

ان درج بالا آیات سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے بعض اشیاء کو دوسروں سے افضل واعلیٰ بنایا ہے اور یہ فضیلت کسی نسبت کے سبب سے ہے۔

قرآن افضل یا صاحب قرآن:۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا پاکیزہ اور مبارک کلام ہے ۔اور اس کا نازل ہونا ہم گناہ گاروں پر احسان عظیم ہے اور اگر اس کے ایک لفظ کا بھی ساری عمر شکر ادا کیا جاتا رہے تو وہ بھی کم ہے۔ یہ قرآن عظیم ہی ہے جس نے انسانیت کو عظمت کی بلندیوں تک پہنچایا اور اسکو خدا تعالیٰ سے روشناس کیا اور اسے جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر علم نور عطا کیا۔ یہ سب کچھ اپنی جگہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے مگر ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ یہ قرآن ہمیں ملا کس ذریعے سے اور اگر انسان کو اس سے بے پایاں عظمتیں ملیں تو اس نے یہ علم سیکھا کس سے اور جس قلب اطہر پر یہ نازل ہوا اس کی عظمت کیا ہے

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے کہ میری جان ہیں یہ

جشن نزول قرآن اور جشن میلاد النبی ﷺ:۔

جس کے ذکر اور خلق عظیم کو بیان کرنیوالی کتاب کے اترنے سے رمضان المبارک کو اتنی فضیلت عطا ہوئی کہ اس کی ایک رات ہزار مہینوں سے افضل و اعلیٰ ٹھہری اور تا ابد اس کی یہ عظمت و شان لیلۃ القدر کی صورت میں قائم و دائم رہے گی اور جشن نزول قرآن منانا انسان کے لیے اس کی عظمتوں کی بلندی کا سبب بنتا رہے گا۔ تو اس ماہ مقدس یعنی ربیع الاول کی عظمت و فضیلت کا کیا عالم ہوگا جس کو صاحب کتاب محبوب رب العالمین جناب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ماہ میلاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اور خاص کر وہ دن وہ گھڑی جس میں وجہ تخلیق کائنات، محبوب رب کائنات اس دنیا میں جلوہ گر ہوئے اس کی عظمت و شان کا اندازہ کرنا انسانی فہم و شعور کے لیے ناممکن ہے۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

اگر جشن نزول قرآن منانا لوگوں کے لیے باعث بلندی و درجات ہے تو صاحب قرآن کی آمد کا جشن منانا اس سے بھی افضل عبادت ہے اور جس طرح لیلۃ القدر کی عظمتیں اور برکتیں قیامت تک کے لیے ہیں اسی طرح میلاد النبی ﷺ کے دن کی عظمتیں، برکتیں اور نعمتیں بھی قیامت تک بلکہ اس کے بعد تک کے لیے ہیں۔

نعمت قرآن کا شکر بجالانا اس وقت تک شکر بن ہی نہیں سکتا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف قبولیت کو پہنچ ہی نہیں سکتا جب تک صاحب قرآن کی تشریف آوری اور ولادت کا شکرانہ ادا نہ کیا جائے

بندۂ سرکار بن پھر کر خدا کی بندگی
ورنہ اے بندے خدا کی بندگی اچھی نہیں

انعام ملنے پر شکر ادا کرنا ضروری ہے:۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر نعمت کا شکر ادا کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ اور ان نعمتوں کو یاد رکھ کر ان کی قدر و قیمت جاننے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے۔

"واذکرو انعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعدآء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہٖ اخوانا" (آل عمران آیت ۱۰۳)

ترجمہ:۔ اپنے اوپر (کی گئی) اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب تم آپس میں دشمن تھے پھر اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پس تم اس نعمت سے بھائی بھائی بن گئے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بجالانا تقاضائے بندگی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی ایک اور حکمت بیان فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"لئن شکرتم لازیدنکم والئن کفرتم ان عذابی لشدید"
(سورۃ ابراہیم آیت ۷)

ترجمہ:۔ اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں اور دونگا اور اگر تم میری نعمتوں کی ناشکری کرو گے تو بے شک میرا عذاب سخت ہے۔

اس آیت کے تحت اللہ کے انعامات کا شکر بجالانا مزید نعمتوں کے حصول کے لیے ضروری ہے۔ کیونکہ اس شکرانے کے ادا کرنے پر اللہ تعالیٰ مزید نوازش و کرم اور انعامات کی بارش کرتا ہے۔ اور اگر کفران نعمت کیا جائے تو یہ اللہ کے ہاں اتنا ناپسندیدہ عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سخت عذاب سے ڈرایا ہے۔

لغت میں شکر کے اصل معنی ہیں کہ جانور میں تھوڑے سے چارہ ملنے پر بھی

تروتازگی پوری ہواور دودھ زیادہ دے اس سے انسانوں کے محاورہ میں یہ معنی پیدا ہوئے کہ کوئی کسی کا تھوڑا سا بھی کام کردے تو دوسرا اس کی پوری قدر کرے یہ قدرشناسی تین طریقوں سے ہوسکتی ہے، دل سے، زبان سے، اور ہاتھ پاؤں سے، یعنی دل سے اس کی قدرشناسی کا جذبہ ہو، زبان سے اس کے کاموں کا اقرار ہو اور اس کے ہاتھ پاؤں سے ان کاموں کے جوابات میں ایسے افعال صادر ہوں جو کام کرنیوالے کی بڑائی ظاہر کریں۔

افاذ تکم النعماء منی ثلاثة

یدی و لسانی والضمیر المجبا

یعنی تمہاری نعمتوں کا شکر میں نے اپنے ہاتھ، زبان اور دل کی گہرائیوں سے ادا کیا۔

خدا کی نعمتوں کی ناقدری کرنا اور ان نعمتوں پر پردہ ڈالنا اور زبان و دل سے اس کا اقرار اور اپنے عمل سے اس کا اظہار نہ کرنا کفران نعمت ہے یہ شکر اور کفران نعمت دونوں کا تقابل ہے اسی لیے قرآن مجید میں ان دونوں کو ساتھ ساتھ بیان کیا گیا ہے جیسا کہ

"ان ھدیناہ السبیل اما شاکرا واما کفورا" (سورۃ دہر)

ترجمہ:۔ ہم نے ان کو سیدھا راستہ بتایا (اب وہ) یا شکر گزاری کرے یا ناشکر گزار بن جائے۔

اور کبھی شکر کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ذرا ذرا سے کاموں کی پوری پوری قدر کرتا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا۔

"ما یفعل اللہ بعذ ابکم ان شکرتم و اٰمنتم وکان اللہ شاکراً علیماً" (سورۃ النساء)

ترجمہ:۔ اگر تم شکر کرو اور ایمان لاؤ تو خدا تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا، اور اللہ تعالیٰ تو قدر پہچاننے والا اور علم رکھنے والا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے صرف دو باتیں چاہتا ہے شکر اور ایمان، ایمان کی

حقیقت تو معلوم ہے اب رہا شکر تو شکر شریعت کی ہر چیز پر حاوی ہے ساری عبادتیں شکر گزاری کے لئے ہی ہیں۔ بندوں کے ساتھ حسن سلوک اور نیک برتاؤ کی حقیقت بھی شکر ہی ہے دولت مند اگر اپنی دولت کا کچھ حصہ خدا کی راہ میں دیتا ہے تو یہ دولت کا شکر ہے طاقتور کمزوروں کی امداد اور اعانت کرتا ہے تو یہ بھی طاقت وقوت کی نعمت کا شکریہ ہے۔

شکر کی فضیلت:۔

شکر کرنا اللہ رب العزت کو اتنا پسندیدہ عمل ہے کہ اس کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نازل کردہ سب کتابوں میں افضل واعلیٰ کتاب قرآن مجید ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی ابتداء سورۃ الفاتحہ سے فرمائی جو کہ پورے قرآن مجید کا خلاصہ ہے اور اس سورۃ کی ابتداء کی تو لفظ ''الحمد للہ'' سے، آخر کچھ تو بات ہے کہ شکر کو اتنی اہمیت دی جارہی ہے اور اپنی کتاب میں اپنے کلام کا آغاز ہی شکر کے الفاظ سے کیا جارہا ہے اور پھر اس کی عظمت دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کو نہ صرف ہر نماز میں بلکہ ہر رکعت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی حمد اور شکر بہت پسند ہے۔

شکر کی فضیلت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جنت میں ہر قسم کی عبادات یعنی نماز، روزہ، حج وزکوۃ وغیرہ سب ختم ہوجائیں گی مگر ایک عبادت ایسی بھی ہے جو جنت میں بھی جاری رہے گی اور وہ ہے شکر، حدیث شریف میں آتا ہے کہ اہل جنت کے منہ سے ہر وقت حمد وثناء جاری رہے گی جس طرح دنیا میں بغیر کسی محنت ومشقت اور ارادے کے سانس جاری رہتا ہے حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں

عن علی ابن ابی طالب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه عن حضرۃ الرسالة صلی اللّٰہ علیه وسلم انه قال اذا اراد اللّٰہ تعالیٰ بعبد خیرا اعطاہ قلبا شاکرا ولسانا ذاکرا وبدنا صابرا فی البلاء۔

ترجمہ:۔ یعنی حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسے شکر کرنے والا دل، ذکر کرنے والی زبان اور بلاؤں پر صبر کرنے والا جسم عطا فرما دیتا ہے۔

اس حدیث سے شکر کرنے کی عظمت عیاں ہو جاتی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے جس بندے کی تقدیر میں نیکی کرنا اور اسے ازلی سعید لکھا ہے اس کے لیے دل کو شکر سے زبان کو ذکر سے اور تن کو صبر سے مزین فرما دیتا ہے، انسان کے تمام اعضاء میں دل بادشاہ ہے، اس حدیث میں سب سے پہلے فرمایا "**قلبا شاکرا**" یعنی جس کی زیادہ اہمیت ہے اسے سب سے پہلے بیان کیا۔

پیارے مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "**الطاعم الشاکر افضل من صائم الدھر**" یعنی کھانا کھانے والا شکر گزار ہمیشہ روزہ رکھنے والے سے بہتر ہے۔

ایک اور جگہ پر پیارے مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن ندا ہوگی۔

این الحامدون فلایقومون الا الشاکرون لله بالسراء والضراء۔

یعنی حمد کرنے والے کہاں ہیں پس کوئی نہ اٹھے گا مگر وہ لوگ جو فراخی اور تنگی میں اللہ کا شکر کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے "**واشکرولی والا تکفرون**" میرا شکر وادا کرو اور ناشکری نہ کرو۔

پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

"**نعمة لا یشکر خطیئة لا یغفرہ**"

ترجمہ:۔ جس نعمت کا شکر ادا نہ کیا جائے وہ ایسا گناہ ہے جو بخشا نہ جائے گا۔

حمد اور شکر:۔

اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہے اور اس کی بے شمار نعمتیں اپنی مخلوقات پر ہیں جنہیں شمار بھی نہیں کیا جا سکتا ان نعمتوں کی شکر گزاری فرض ہے جس کے لیے لفظ حمد اور لفظ شکر سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسے الحمد للہ ساری تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں ۔حمد زبانی تعریف کو کہتے ہیں خواہ جس کی حمد کی جاتی ہو وہ اس کی لازم صفتوں پر ہو یا متعدی صفتوں پر ہو اور شکر صرف متعدی صفتوں پر ہوتا ہے اور وہ دل و زبان اور جملہ ارکان سے ہوتا ہے اس میں اختلاف ہے کہ حمد کا لفظ عام ہے یا شکر کا اور صحیح بات یہ کہ اس میں عموم و خصوص ہے حمد کا لفظ شکر کے لفظ سے عام ہے اس لیے وہ لازم اور متعدی دونوں اوصاف پر آتا ہے ۔لیکن اس غیر مثبت سے کہ وہ صرف زبان ہی سے ادا ہو سکتا ہے یہ لفظ خاص ہے اور شکر کا لفظ عام ہے کیونکہ وہ قول و فعل اور نیت پر بولا جاتا ہے اور صرف متعدی صفتوں پر بولے جانے کے اعتبار سے شکر کا لفظ عام ہے۔

ہر ہر نعمت کے بدلے میں شکر ادا کرنا ضروری ہے ۔قرآن مجید میں نعمتوں کو بیان کرنے کے بعد شکر ادا کرنے کا مطالبہ ہے جیسا کہ فرمایا۔

”تبارك الذی جعل فی السمآء بروجا وجعل فیها سراجا وقمرا منیرا وهوالذی جعل اللیل والنهار خلفة لمن اراد ان یذكر اواراد شكورا“ (فرقان)

ترجمہ:۔ بڑی برکت اس کی ہے جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور اجالا کرنے والا چاند رکھا اور اسی نے رات اور دن بنایا کہ ایک کے بعد ایک آتا ہے اس کے واسطے جو دھیان رکھے یا شکر ادا کرنا چاہے۔

۲۔ ذالك عالم الغیب واشهادة العزیز الرحیم الذی

احسن كل شيء خلقه وبدا خلق الانسان من طين٥ ثم سواه و نفخ فيه من روحه وجعل لكم السمع والابصار والافئدة قليلا ما تشكرون“۔ (سورۃ سجدہ)

ترجمہ:۔ وہ ذات پاک جو حاضر و غائب کا جاننے والا نہایت غلبہ والا بہت ہی رحم والا۔ جس نے جو چیز بنائی بہت خوب بنائی اور انسان کی پیدائش گارے سے شروع کی پھر اس کی اولاد کو بے قدر سے نچڑے ہوئے پانی سے بنایا پھر اس کو درست کیا اور اس میں اپنی روح سے کچھ پھونکا اور تمہارے کان، آنکھ اور دل بنادیے تم کم شکر کرتے ہو۔

یہ مالی نعمت کا شکر یہ ہے کہ اس کے حکم کے مطابق مال خرچ کیا جائے تیسری قسم یہ ہے کہ کسی محسن نے جس قسم کا احسان ہمارے ساتھ کیا ہو ہم اسی قسم کا احسان اس کے ساتھ کریں

وهوالذی سخر البحر لتاكلوا منه لحما طريا وتستخرجوا منه حلية تلبسو نها وترى الفلك مواخر فيه و لتبتغوا من فضله و لعلكم تشكرون (نحل)

ترجمہ:۔ اور اس نے سمندر کو تمہارے بس میں کر دیا کہ تم اس سے تازہ گوشت (مچھلی) کھاؤ اور اس سے آرائش کی چیز نکالو جس کو تم پہنتے ہو (یعنی موتی) اور تم جہازوں کو دیکھتے ہو کہ وہ اس میں پانی کو پھاڑتے رہتے ہیں۔ اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا فضل (رزق) ڈھونڈو اور تاکہ تم شکر کرو۔

”كذالك سخر نهالكم لعلكم تشكرون“ (حج)

ترجمہ:۔ اسی طرح ہم نے ان جانوروں کو تمہارے بس میں کر دیا کہ تم شکر کرو۔

”ولقد مكنا كم فی الارض وجلعنا لكم فيها معايش قليلا ما شكرون“ (اعراف)

ترجمہ:۔ اور ہم نے تم کو زمین میں قوت بخشی اور اس میں تمہارے لیے بسر اوقات کے بہت سے ذریعے بنائے تم بہت کم شکر کرتے ہو۔

غرض اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کی شکر گزاری چاہتا ہے اور اس سے خوش ہو کر زیادہ بخشش اور انعام کا دریا بہاتا ہے جیسا کہ اس نے خود ہی فرمایا۔

"لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید"

اگر تم شکر گزاری کرو گے تو بے شک میں تمہیں زیادہ دونگا اگر ناشکری کرو گے تو میری پکڑ سخت ہے

حدیث شریف:۔

مسند امام احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک سائل گزرا۔ آپ نے اسے ایک کھجور دی وہ بہت بگڑا اور کھجور نہ لی پھر دوسرا سائل گزرا آپ نے اسے بھی کھجور دی اس نے بخوشی لے لی اور کہنے لگا اللہ کے رسول کا عطیہ ہے آپ نے اسے بیس درہم دینے کا حکم فرمایا اور روایت میں ہے کہ آپ نے لونڈی سے فرمایا اسے لے جاؤ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس چالیس درہم ہیں وہ اسے دلوا دو (تفسیر ابن کثیر)

دوسرے سائل کو اس کی شکر گزاری پر آپ نے زیادہ عطا فرمایا۔ ناشکری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناشکروں سے اپنی نعمتیں چھین لیتا ہے یہی ان کے لیے عذاب شدید ہے۔

چار چیزیں: اہل علم کا قول ہے کہ عقلمند وہ ہے جو چار چیزوں سے کبھی غافل نہ رہے

(۱) احسان کے ذکر سے (۲) نعمت کے شکر سے (۳) خدمت سے (۴) خاتمہ کے خوف سے۔

اور اللہ تعالیٰ چار چیزوں کو دوست رکھتا ہے اور دوسری چار چیزیں ان چار چیزوں کی قیمت ہیں۔

۱) اطاعت کو دوست رکھتا ہے اور اس کی قیمت جنت ہے۔

۲) توبہ کو دوست رکھتا ہے اور اس کی قیمت مغفرت ہے۔

۳)بندے کی دعا کو دوست رکھتا ہے اور اس کی قیمت قبولیت ہے۔
۴)شکر کو دوست رکھتا ہے اور اس کی قیمت نعمت ہے۔

چار چیزوں کو چار چیزوں سے بند کرنا چاہیئے۔

۱)محبت کو خدمت سے۔(۲)علم کو لکھنے سے۔(۳)ایمان کو نماز سے۔(۴)نعمت کو شکر سے کیونکہ بے خدمتی صحبت کو☆ بھول جانا علم کو☆ نماز نہ ہونا ایمان کو☆ اور ناشکری نعمت کے ضائع ہو جانے کا سبب ہوتی ہے۔

قوم سبا:۔

قوم سبا ایک مشہور قوم گزری ہے جس کا بیان قرآن مجید میں آیا ہے اللہ کی بے شمار نعمتیں انہیں ملی ہوئی تھیں بہت عیش وآرام سے یہ قوم اپنی زندگی گزارتی رہی۔

تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ ملک یمن میں سبا کی قوم بڑی خوشحال وآباد تھی، زمین نہایت سرسبز، پھل پھول بکثرت، میلوں تک میووں کے باغات، باغوں میں بے شمار پھل، لامقطوعہ لاممنوعہ، جنت کی کیفیت، سال در سال پر موقوف نہ ہوتی، میووں کی وہ کثرت کہ جس کا جی چاہے ٹوکرے بھرے مفت لے جائے کسی کی روک تھی نہ ٹوک، جتنا چاہو کھاؤ، جتنا چاہو لے جاؤ، پھل اس کثرت سے گرتے تھے کہ مسافر نے اپنے سر پر ٹوکرا رکھا، سو پچاس قدم باغ میں راستہ چلا سارا ٹوکرا میووں سے بھر گیا، نہ ہاتھ سے توڑنے کی ضرورت نہ زمین پر گرے پڑے پھل اٹھانے کی حاجت، یہ حکم تھا کہ اس کا شکریہ ادا کرتے رہنا، انسان ہمیشہ نافرمان رہا ہے۔ شکر کی جگہ ناشکری، ایمان کی جگہ کفر کرنا شروع کیا، ہر چند وعظ ونصیحت کی گئی کب مانتے تھے، آخر پانی کی ایک رو ایسی زبردست آئی کہ سارے باغ جڑ سے اکھڑ گئے کہیں پتہ نہ لگا وہ باغ اب تو خواب وخیال ہو گئے جب پانی کی رو خشک ہوگئی تو باغوں کی جگہ اندرائن کے پھل اور جھاڑ کے درخت اور

جنگلی جھاڑی کے بیر پیدا ہو گئے، اللہ تعالیٰ ان کے واقعہ کو یوں بیان فرماتا ہے۔

"لقد کان لسباء فی مسکنهم اية جنتان عن يمين و مال، كلوا من رزق ربكم واشكروا له، بلدة طيبة و رب فورo فعارضوا فارسلنا عليهم سيل العرم و بدلناهم بجنتهم جنتين ذواتی اكل خمط و اثل و شیء من سدر ليل، ذالك جزينهم بما كفروا وهل نجازی الا الكفورo وجعلنا بينهم بين القری التی باركنا فيها قری ظاهرة و قدرنا فيها السير، سيروا فيها ليالی و ايا ما آمنين oوقالو ربنا باعد بين سفارنا و ظلموا انفسهم فجعلنا هم احاديث و مزقنا هم كل ممزق ان فی ذالك لايات لكل صبار شكور (سورۃ سبا)

ترجمہ:۔ قوم سبا کے لیے اپنی بستیوں میں خدا کی قدرت کی نشانیاں تھیں ان کے دائیں بائیں دو باغ تھے اپنے رب کی دی ہوئی روزی کھا کر اس کا شکر ادا کرو۔ عمدہ شہر اور بخشنے والا رب لیکن انہوں نے روگردانی کی تو ہم نے ان پر تیز بہاؤ کے پانی کا نالا بھیج دیا اور ہم نے ان کے ان ہرے بھرے باغوں کے بدلے دو ایسے باغ دیے جو بد مزہ میوؤں والے اور بکثرت جھاؤ اور کچھ بیری کے درختوں والے تھے یہ ہم نے انہیں ان کی ناشکری کے بدلے میں دیا ہم ایسی سخت سزا بڑے بڑے ناشکروں کو ہی دیتے ہیں اسلیے ہم نے انہیں گزشتہ زمانوں کی صورت میں کر دیا ان کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیے ہر ایک صبر و شکر کرنے والے کے لیے اس ماجرے میں بہت سی عبرتیں ہیں۔

باوجود میٹھے اور ٹھنڈے پانی کی ریل پیل، پھلوں اور کھیتوں کی بے شمار روزی کے سیل عرم کی یہ حالت ہوگئی کہ ایک ایک لقمے اور ایک ایک بوند پانی کو ترس گئے۔ یہ پکڑ یہ عذاب یہ تنگی اور یہ سزا جو انہیں پہنچی، اس سے ہر صابر و شاکر عبرت حاصل کر سکتا ہے کہ خدا کی

نافرمانیاں کس طرح انسان کو گھیر لیتی ہیں عافیت کو ہٹا کر آفت لانے کا باعث بنتی ہیں مصیبتوں پر صبر اور نعمتوں پر شکر کرنے والے اس میں دلائل قدرت پائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومن کے لیے تعجب خیز فیصلہ کیا ہے کہ اگر اسے راحت ملے اور شکر کرے تو اجر پائے اور اگر اسے مصیبت پہنچے اور صبر کرے تو اجر پائے۔

حضرت دانیال علیہ السلام کا شکر:۔

جب بخت نصر نے بیت المقدس کو خراب کیا تو حضرت دانیال علیہ السلام کو گرفتار کر کے ساتھ لے گیا، اس نے آپ کو بے پناہ تکالیف دیں۔ مگر آپ ہر تکلیف پر

" الحمد لله علی کل حال " ہر حال میں خدا کا شکر ہے فرماتے

، اس نے آپ کو دو شیروں کے آگے بھی ڈالا مگر ان شیروں نے آپ کے سامنے اپنے سر رکھ دیئے۔ پھر اس نے آپ کو کنویں میں ڈال دیا مگر پھر بھی آپ نے خدا کا شکر کیا کیونکہ آپ سب ایذاء کو خدا کی نعمت جانتے تھے۔ کنویں میں ہی ایک دن آپ کا کھانا کھانے کو دل چاہا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاہ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ تم حضرت دانیال علیہ السلام کے لیے کھانا تیار کرو۔ حضرت ارمیا علیہ السلام نے عرض کی اے مولا میں یہاں شام میں ہوں اور حضرت دانیال علیہ السلام بابل میں ہیں یہ کھانا ان تک کیسے پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کھانا پکانا تمہارا کام ہے ان تک پہنچانا ہمارا کام ہے، جب آپ نے کھانا تیار کرایا تو ایک ابر نمودار ہوا آپ اس پر سوار ہوئے ابر اڑا اور کنویں کے کنارے اتر گیا، حضرت دانیال علیہ السلام نے پوچھا کنویں پر کون ہے۔ اس پر حضرت ارمیا علیہ السلام نے کہا میں آپ کا بھائی ارمیا ہوں۔ آپ نے پوچھا کیا مجھے اللہ نے یاد کیا ہے، انہوں نے کہا ہاں تو حضرت دانیال علیہ السلام نے کہا

"الحمد لله الذی لا ینسانا من ذکره والحمد لله الذی من وثق به کفاه ولم یکله الی غیره والحمد الله

الذی بحازی بالا حسان احسانا والحمد لله الذی یجذی بالصبر نجلۃ والحمد لله الذی یکشف الصبر بعد الکرب والحمد لله الذی ھو رجاء نا حین ینقطع الحیل عنا۔"

ترجمہ:۔اس کے لیے حمد وثنا ہے جو ہم کو اپنی یاد سے نہیں بھولا، اس کے لیے حمد وثنا ہے جو کوئی اس پر بھروسہ کرتا ہے وہ اس کیلئے کافی ہو جاتا ہے، اس کے لئے حمد وثنا ہے جو احسان کے مقابلے میں احسان کرتا ہے، اس کے لیے حمد وثنا ہے جو صبر پر نجات کی جزا دیتا ہے، اس کے لیے حمد وثنا ہے جو صبر سے تکلیف دور کرتا ہے، اس کے لیے حمد وثنا ہے جو اس وقت ہماری امید ہے جب سب حیلے منقطع ہو جاتے ہیں۔

چونکہ حضرت دانیال علیہ السلام ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخت نصر سے نجات عطا فرمائی۔

(فائدہ) جو کوئی بھی اس دعا کو روزانہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے ہر بلا و آفات سے محفوظ رکھے گا۔

شکر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا امتی:۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے سے جو فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں انہیں عیاں کرنے کے لیے تفسیر نعیمی پارہ تین صفحہ 470 سے ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔صاحب تفسیر نعیمی لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک ایسا مفلس جوڑا بھی تھا جس کی غربت کا یہ عالم تھا کہ کئی کئی دن ان کے گھر چولہا نہیں جلتا تھا۔رہائش کے لئے ان کے پاس گھر نہ تھا۔پہننے کے لئے صرف ایک چادر تھی جو وہ عبادت کے وقت باری باری اوڑھ لیتے تھے۔ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ان کے پاس سے گزر ہوا تو انہوں نے اپنی حالت زار آپ سے بیان کی اور درخواست کی کہ آپ اللہ کے پیارے نبی علیہ السلام

ہیں آپ اللہ سے درخواست کریں کہ یا تو ہمیں موت دے دے یا پھر ہمیں ہماری کل روزی عطا فرمادے تا کہ ہم کچھ وقت تو پیٹ بھر کر کھا سکیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر گئے اور اللہ تعالیٰ سے شرف ہمکلامی سے فیض یاب ہوئے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے اس بندے کی درخواست بھی پیش کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ بے شک ہم نے اس کی قسمت میں رزق بہت کم لکھا ہے اور زندگی طویل، ہم اسے اس لئے کم رزق عطا فرماتے ہیں تا کہ وہ اپنی زندگی کے ایام پورے کر سکے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا مولا تیرا وہ بندہ چاہتا ہے کہ اسے ایک ہی وقت میں اس کا تمام رزق عطا کر دیا جائے تا کہ وہ چند دن تو پیٹ بھر کر کھا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تو ہمارا کلیم ہے اس لئے تمہاری یہ سفارش قبول ہے، اس بندے کو ہمارا پیغام دے دو کہ کل تمہیں تمہارا کل رزق مل جائے گا۔ طور سے واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے اللہ کا پیغام پہنچادیا، اگلے دن فرشتہ طرح طرح کی اجناس، پھل، زر اور غلہ اس کے حوالے کر کے چلا گیا، وہ بندہ بہت خوش ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا اور تمام ماجرہ سنایا، آپ نے فرمایا کہ وہ فرشتہ تیری روزی پر مامور تھا، تیری درخواست پر اللہ تعالیٰ نے تمہاری تمام زندگی کی روزی ایک ہی دن تمہیں عطا فرمادی ہے، اب تو جان اور تیرا کام جانے۔

اس بندے نے تمام اجناس کا کھانا تیار کروایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور شہر کے تمام غرباء و مساکین کو دعوت پر بلایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور شہر کے تمام غرباء اور مساکین دعوت پر آ گئے تو اس نے تمام کی خوب آؤ بھگت کی جب سب کھا کر فارغ ہو گئے تو اس بندے اور اس کے عیال نے خوب سیر ہو کر کھایا اور خدا کا شکر ادا کیا اور تمام رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزار دی، اگلے دن پھر وہی فرشتہ اس سے بھی زیادہ غلہ و اجناس اسے دے گیا۔ اس بندنے پھر تمام کا تمام غرباء و مساکین کو کھلا دیا اور سب سے آخر میں خود اور اپنے اہل و عیال کو کھلایا۔ اب یہ روزانہ کا معمول ہو گیا کہ فرشتہ آتا اور پہلے سے زیادہ رزق

دے کر چلا جاتا اور وہ بندہ روزانہ تمام کا تمام غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیتا اور اللہ کا شکر ادا کرتا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہاں سے دوبارہ گزر ہوا تو اس بندے کے ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر بڑے حیران ہوئے اور سوچا کہ اسے تو ایک ہی دن اس کی تمام زندگی کا رزق مل گیا تھا اور اس نے اسے اسی دن خرچ بھی کر دیا تھا، مگر اب اس کے پاس اس سے بھی زیادہ رزق کی فراوانی ہے آخر اس میں راز کیا ہے، جب آپ طور پر تشریف لے گئے اور عرض و مناجات کے بعد اس بات کا راز پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے موسیٰ بے شک اس بندے کی قسمت میں تو اتنا ہی رزق تھا جو ہم نے آپ کی سفارش پر اسے عطا فرما دیا، مگر اب اس بندے نے ہم سے تجارت شروع کر دی ہے کہ ہم نے اسے جو رزق دیا اس نے وہ تمام کا تمام ہمارے بندوں پر خرچ کر دیا، اب اگر کوئی بندہ دنیا میں تجارت کرے تو اسے نفع ملتا ہے تو یہ ہماری شان کرم کے خلاف ہے کہ وہ بندہ ہمارے ساتھ تجارت کرے تو ہم اسے نفع نہ دیں، وہ بندہ جو بھی ہماری بارگاہ میں پیش کرتا ہے ہم اسے نفع کے ساتھ دیتے ہیں اور ساتھ ہی ہم اس کے ذکر کو رہتی دنیا تک باقی رکھیں گے، حضرت موسیٰ نے جب اس راز کو پالیا تو عرض کی اے مولا تیرے کاموں کو تو ہی جانتا ہے کیونکہ **"ان اللہ علی کل شیء قدیر"** تیری ذات ہے اور تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

یارب ایہناں لوکاں تائیں جے میں دساں عادت تیری
کرم تیرے دید دکھاواں تے نال دساں عنایت تیری
ویکھ کے وسعت فضل تیرے دی تے کرے کون عبادت تیری
ہم ڈردا گل نہ کردا تے متے رس جائے نہ رحمت تیری

مصیبت پر شکر:۔

علماء دین فرماتے ہیں کہ بندے کو خوشی کے موقعہ پر انعامات ملنے پر اور اللہ کے

فضل پر تو خوشی اور شکر کا اظہار کرنا ہی چاہیئے مگر اگر کوئی مصیبت وغیرآ جائے تو بھی اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے ، اس کی چند وجوہات بھی بیان فرمائی ہیں (۱) کوئی مصیبت و بلا بھی ایسی نہیں جس سے زیادہ قوی کوئی بلا و مصیبت نہ ہو اس لیے اپنے اوپر آنے والی مصیبت پر اس لیے شکر ادا کرنا چاہیئے کہ جو مصیبت آئی ہے ہو سکتا ہے وہ کم تر ہو اور دوسری بلا جو تجھ پر سے ٹل گئی ہے وہ اس سے زیادہ سخت ہو (۲) دوسری وجہ علماء دین نے یہ بیان فرمائی ہے کہ ہر بلا و مصیبت گناہوں کا کفارہ ہوتی ہیں اس لیے بندے کو اللہ کا شکر کرنا چاہیئے کہ تھوڑی سی تکلیف سے اس کے بہت سے گناہ مٹا دیئے گئے ہیں احادیث کی رو سے ایک رات کا تپ (بخار) ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے (۳) تیسری وجہ علماء کرام نے یہ بیان کی ہے کہ تکلیف کے آنے پر اور گزر جانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر اس لیے بھی ادا کرنا چاہیئے کہ روز ازل سے یہ تکلیف اس کے مقدر میں لکھ دی گئی تھی اور وہ اس وقت تک انتظار میں تھی اب وہ گزر گئی اس لیے شکر کرنا لازم ہے

☆ ایک مرتبہ حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ خچر سے گر پڑے آپ نے اللہ کا شکر کیا، لوگوں نے آپ سے پوچھا حضرت یہ کون سا شکر کا مقام ہے آپ نے فرمایا گرنا جو میری تقدیر میں تھا وہ گزر گیا اس لیے میں نے اللہ کا شکر ادا کیا ہے۔

☆ ایک دفعہ ایک اللہ والے کے گھر چور آئے اور تمام اسباب لوٹ کر لے گئے جب اہل خانہ نے انہیں اطلاع دی تو آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا، گھر والے بڑے حیران ہوئے کہ ایک تو اتنا نقصان ہو گیا اوپر سے یہ افسوس کرنے کی بجائے شکر ادا کر رہے ہیں تو اس اللہ والے نے جواب دیا میں شکر اس لیے ادا کر رہا ہوں کہ چور آئے اور سامان لے گئے شیطان نہیں آیا کہ ایمان لے جاتا۔

☆ اسی طرح ایک اللہ والا راستے سے گزر رہا تھا کہ کسی نے اوپر سے مٹی پھینک دی اس نے اللہ کا شکر ادا کیا، پوچھنے والوں نے پوچھا حضرت آپ نے شکر کس بات پر کیا تو

انہوں نے جواب دیا کہ میں آگ کا مستحق تھا اللہ کا شکر ہے کہ مٹی پر کفایت ہوگئی۔

انعامات کا شکر اور سابقہ اقوام:۔

نعمتوں کو یاد کرنا اور ان کا شکر بجالانا صرف امت مصطفیٰ ﷺ پر ہی واجب نہیں بلکہ سابقہ امم کو بھی اس کا حکم دیا جاتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرمایا

"یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العالمین"۔ (البقرہ آیت ۴۷)

ترجمہ:۔ اے بنی اسرائیل میرے وہ احسانات یاد کرو جو میں نے تم پر کیے اور (اس خصوصی نعمت کو بھی کہ) میں نے تم کو عالمین پر فضیلت دی۔

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہوتا ہے۔

"واذ نجینکم من اٰل فرعون یسومونکم سوء العذاب"۔

(البقرہ آیت ۴۹)

ترجمہ:۔ (اور اے آل یعقوب وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب ہم نے تم کو فرعون والوں سے نجات دی جو تمہیں سخت عذاب دیتے تھے۔

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے

"وظللنا علیکم الغمام وانزلنا علیکم المن والسلوی"

(البقرہ آیت ۵۷)

ترجمہ:۔ اور (یاد کرو) ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا اور تمہارے لئے من وسلویٰ اتارا۔

ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ایک امتی کو بڑے خشوع اور خضوع کے ساتھ عبادت میں مشغول دیکھا جب وہ بندہ عبادت سے فارغ ہوا تو حضرت عیسیٰ علیہ

السلام نے اسے کہا اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگ وہ تجھے عطا کرے گا، مگر وہ خاموش رہا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ یہی الفاظ دہرائے مگر وہ خاموش رہا جب تیسری مرتبہ پھر آپ نے اپنے الفاظ دہرائے تو اس بندے نے عرض کی یا نبی اللہ علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے مجھے ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے اس پر مزید احسان یہ کہ مجھے اپنی عبادات بجالانے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ یہی دو نعمتیں ایسی ہیں جن کا میں شکر ادا نہیں کر سکتا اس لیے اللہ سے مزید مانگتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے

حضرت سلیمان علیہ السلام اور لکڑہارا:۔

ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکر کے ساتھ اپنے تخت پر سوار کہیں جارہے تھے۔ وہ سلیمان علیہ السلام جن کی شان یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی حکومت عطا فرمائی جو کسی دوسرے کو نصیب نہ ہوئی، ہوا آپ کے تابع فرمان، جن وانس آپ کی غلامی کے لئے دست بستہ حاضر چرند پرند آپ کے تابع فرمان، وحوش وطیور آپ کے ساتھ جہاں جانا ہوتا ہوا کو حکم ہوا تو ہوا آپ کا بھاری بھرکم تخت لے اڑی، جن وانس آپ کے ساتھ تخت پر سوار، پرندے تخت پر اپنے پروں سے سایہ کیئے ہوئے ساتھ ساتھ محو پرواز، اسی شان کے ساتھ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام بمعہ لشکر کہیں جارہے تھے، کہ آپ کا گزر ایک جنگل سے ہوا، اس عظیم الشان جلوس کو دیکھ کر جنگل میں کام کرتے ہوئے ایک لکڑہارے کے منہ سے یہ الفاظ نکلے ''سبحان اللہ آل داؤد کی کیا شان وشوکت ہے''۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی آواز سن لی تو ہوا کو حکم دیا کہ تخت کو نیچے اتارا جائے، جب تخت نیچے اتر گیا تو آپ اس لکڑہارے کے پاس تشریف لے گئے، وہ تھر تھر کانپنے لگا کہ نہ جانے مجھ سے کون سی خطا ہوگئی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ تم نے اب کیا کہا تھا، اس نے خوف سے کانپتے ہوئے عرض کی میں نے تو صرف یہی کہا تھا کہ سبحان اللہ آل داؤد کی کیا شان ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تجھے لشکر سلیمانی دیکھ کر رشک آیا

لیکن تجھے یہ بات معلوم نہیں کہ تو نے جو سبحان اللہ کہا ہے اس کے سامنے ایسے کئی لشکر کوئی اہمیت نہیں رکھتے اور صرف ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے سے تجھے جو مقام اللہ نے عطا کیا ہے اس کی عظمت کا تجھے اندازہ نہیں۔

شکر بجالانے کا تقاضا:۔

شکر بجالانے کا تقاضا تو یہ ہے کہ اللہ کی نعمت کو ہر وقت اور ہر لمحہ یاد رکھا جائے اور اللہ کی اس نعمت کا تصور دل و دماغ سے ایک لمحہ کے لیے بھی محو نہ ہو۔ مگر یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ سال بھر یاد رکھنے کے باوجود جب گردش ایام کے بعد وہی دن اور وہی وقت پلٹ کر آتا ہے تو وہ خوشی خود بخود کئی گنا زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور یہ انسان کی فطرت بھی ہے اور طبی تقاضا بھی۔

نعمت کے شکرانے کو باقاعدگی، شان وشوکت، ذوق وشوق اور اہتمام کے ساتھ منانا اس لئے بھی ضروری ہے تاکہ آئندہ نسلوں پر بھی اس دن کی اہمیت عیاں ہو جائے اور وہ اس دن کی عظمت کو جان کر یاد رکھ سکیں۔

شکر بجالانے کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ سال بھر تو عام شکر ادا کیا جائے اور جب وہ دن آئے جس دن اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا تھا اس دن شکر کے ساتھ ساتھ خوشی اور جشن کا بھی اہتمام کیا جائے اور دوسرے دنوں کی نسبت اس دن کو اہتمام کے ساتھ منایا جائے۔

اسی لیے ہم اہلسنت سارا سال ہی نعمت عظمیٰ یعنی آمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خوشی مناتے ہیں مگر جب ربیع الاول شریف تشریف لاتا ہے تو اس خوشی کو چار چاند لگ جاتے ہیں اور ہر کوئی اپنی طاقت کے مطابق اس خوشی کا اہتمام کرتا ہے۔

عید میلاد النبی ﷺ پر خوب خوشیاں کیجئے
رحمت و بخشش کے دن بخشش کا سامان کیجئے

آمد مصطفیٰ ﷺ مومن کے لئے سب سے بڑی خوشی :۔

مومن کے لئے پیارے مصطفیٰ ﷺ کی آمد سے زیادہ کوئی خوشی کا دن نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے جب میلاد النبی ﷺ کا مہینہ آتا ہے مومن کا دل خوشیاں منانے کے لئے بے قرار اور بے چین ہو جاتا ہے۔ اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ دنیا و جہاں کی تمام خوشیاں ایک طرف اور میلاد النبی ﷺ کی خوشی ایک طرف کیونکہ آج ہی کے دن بیکسوں کا سہارا، بے چاروں کا چارا، دو عالم کا داتا، دونوں عالم کا راج دولارا اور رحمت رب العالمین اس دنیا میں جلوہ گر ہوا اور آپ نے گناہ گاروں کی قسمت کو سنوار کر اسے عوج سریا تک پہنچا دیا۔ مومن تو اس خوشی سے بڑھ کر پوری کائنات میں کسی خوشی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

عید میلاد النبی ﷺ پر خوب خوشیاں کیجئے
رحمت و بخشش کے دن بخشش کا ساماں کیجئے

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے مشکل حل کر دی :۔

انسان کے دل میں اگر یہ خیال آئے کہ میلاد النبی ﷺ کس طرح منایا جائے اور اس کی حدود و قیود کیا ہوں تو اس مشکل کا حل امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے چند اشعار میں بیان فرما دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں

دع ما ادعتہ النصاریٰ فی نبیھم
و احکم بما شئت موحا فیہ و احتکم
فانسب الی ذاتہ ماشئت من شرف
والنسب الی قدرہ ما شئت من عظم
فان فضل رسول اللہ لیس لہ

حد فیعد عنہ ناطق بفم

ترجمہ:۔ (۱) نصاریٰ نے اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے جو دعویٰ الوہیت کیا وہ چھوڑ دو اور حضور ﷺ کی تعریف میں ایسے خطرناک غلو سے بچتے رہو، باقی جو کچھ تمہارا دل چاہے مدح رسول کرتے ہوئے بیان کرو اور پورے یقین اور وثوق کے ساتھ آپ ﷺ کی خوب مدح سرائی کیا کرو۔

(۲) پس ذات مصطفیٰ ﷺ سے جس بھی بزرگی اور بڑائی کو تیرا دل کرے نسبت دے اور جن جن عظمتوں کو چاہے حضور ﷺ کی ذات گرامی کے بلند مرتبہ سے منسوب کر۔

(۳) کیونکہ بے شک رحمت العالمین ﷺ کے فضل وعظمت ومرتبہ کی کوئی حد نہایت ہے ہی نہیں کہ کوئی بولنے والا اسے بیان کر سکے۔

پانی، ہوا، زندگی، صحت، پھل، پھول، خوشحالی، تندرستی، ان تمام فنا ہو جانے والی نعمتوں کا اگر شکر کرنا واجب ہے تو وہ جو نعمت عظمہ اور نعمت کامل کہ ایسی نعمت جس کی وجہ سے اس ظلمت کدہ کو روشنی ملی زمین وزماں جس کے نور سے جگمگا اٹھا، جس کے آنے سے بنی آدم کے بگڑے ہوئے مقدر کو سنوارا دیا گیا۔ وہ نعمت جو نہ صرف اس دنیا کی ساتھی ہے بلکہ قبر کی، حشر کی، پل صراط کی، میدان محشر کی اور جنت کی بھی ساتھی ہے اس کا شکر بجالانا کیونکر ضروری نہیں ہے؟

باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

☆☆☆☆

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم
باب دوم
میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی خوشی کے
فوائد و ثمرات
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قل بفضل اللـه وبر حمتـه فبذلك فليفرحواهو خير مما يجمعون کے تحت یہ ذکر کیا جاچکا ہے کہ میلادالنبی ﷺ کی خوشی منانے کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور خود خوشی منا کر ہمیں اس خوشی کی اہمیت کا احساس دلایا ہے اور اسے دنیاومافیہا کی ہر چیز سے افضل واعلیٰ قرار دیا ہے اب یہاں پر ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ اس میلاد مصطفیٰ ﷺ کی خوشی منانے کے اُخروی کیا فوائد اور ثمرات حاصل ہوں گے۔

یہاں پر پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیجیے کہ نیک اعمال کا بدلہ صرف اور صرف آخرت میں مسلمانوں کو ملے گا، کیونکہ اعمال کے اجروثواب کا دارومدار ایمان پر ہے۔قرآن وحدیث کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ کافرلوگوں کے اچھے اعمال ہوا میں منتشر ہو جاتے ہیں اور انہیں آخرت میں ان نیک اعمال پر کوئی اجروثواب نہیں ملے گا بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس دنیا میں ہی ان کا اجر عطاء فرمادیتا ہے لیکن میلاد مصطفیٰ ﷺ کی خوشی ایک ایسا عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خوشی منانے والے کافر کو بھی اجروثواب عطا فرماتا ہے اور اس کے عذاب میں تخفیف فرمادیتا ہے۔ابولہب پیارے مصطفیٰ ﷺ کا وہ بدبخت چچا ہے جس کی مذمت میں اللہ تعالیٰ نے ایک پوری سورۃ نازل فرمائی۔ارشاد ہے

تبت يدا ابى لهب وتب ٥ما اغنى عنه ماله وما كسب ٥سيصلى نارا ذات لهب ٥ وامراته حمالة الحطب ٥ فى جيد ها حبل من مسد٥ (پارہ نمبر 30 سورۃ لہب)

ترجمہ: تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا۔اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں وہ اور اس کی جورو۔لکڑی کا گٹھا سر پر اٹھاتی ،اسکے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا۔

ابولہب وہ شخص تھا جس نے اسلام دشمنی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور پیارے مصطفیٰ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ مگر پیارے مصطفیٰ ﷺ کی آمد کی خوشی میں اس نے اپنی لونڈی "ثویبہ" کو آزاد کیا تھا اس عمل کا اجر اسے آج تک مل رہا ہے اور قیامت تک ملتا رہے گا۔ احادیث میں آیا ہے کہ اس کی لونڈی جس کا نام ثویبہ تھا وقت ولادت اس نے اپنی اس لونڈی کو حضرت سیدہ آمنہ خاتون کے گھر بھیجا کہ جاؤ میرے بھائی عبداللہ کے گھر بچہ پیدا ہونے والا ہے جاؤ میری بھاوج آمنہ کی خدمت کرو۔ جب حضور سید عالم ﷺ کی ولادت ہوگئی تو ثویبہ دوڑتی ہوئی ابولہب کے پاس گئی اور کہا آقا تمہیں مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مرحوم بھائی عبداللہ کے گھر بیٹا عطا فرمایا ہے۔ ابولہب نے اپنے بھتیجے کی پیدائش کی خوشی میں بن دیکھے جس حالت میں بیٹھا تھا اسی حالت میں اپنی دو انگلیوں کے اشارے سے کہا، ثویبہ میں نے اس نومولود کی پیدائش کی خوشی میں تجھے آزاد کیا۔ صحیح بخاری شریف کی حدیث پاک کے الفاظ ہیں۔

فلمامات ابو لهب اره بعض اهله بشر حيبة قال له ماذا لقيت قال ابولهب لم الق بعد كم غير انى سقيت فى هذه بعتاقتى ثويبه

(صحیح بخاری کتاب النکاح جلد دوم صفحہ 64)

ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے اہل خانہ میں سے کسی نے جب اسے دیکھا تو وہ بہت برے حال میں تھا۔ اس سے پوچھا گیا کیسے حال میں ہو۔ ابولہب نے کہا بہت برے عذاب میں ہوں اس سے کبھی چھٹکارا نہیں ملتا ہاں مجھے (اس عمل کی جزا کے طور پر) کچھ سیراب کیا جاتا ہے کہ میں نے (حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی میں) ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔

حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس واقعہ کو امام سہیلی کے حوالے سے یوں بیان کیا ہے۔

ان العباس قال لما مات ابو لهب رايته فی منامی بعد هول فی شر حال فقال مالقيت بعد كم راحة الا ان العذاب يخفف عنی كل يوم اثنين۔ (فتح الباری شرح البخاری 9-145)

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابولہب مر گیا تو میں نے اسے ایک سال بعد خواب میں بہت برے حال میں دیکھا اور یہ کہتے ہوئے پایا کہ تمہاری جدائی کے بعد کوئی آرام نہیں پایا بلکہ سخت عذاب میں گرفتار ہوں لیکن جب سوموار کا دن آتا ہے تو میرے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔

اسکی وجہ بیان کرتے ہوئے حضرت عباسؓ فرماتے ہیں،

ان النبی ﷺ ولد يوم الاثنين وكانت ثويبه بشرت ابالهب بمولده فاعتقها۔

نبی اکرم ﷺ کی ولادت سوموار کے دن ہوئی اور جب ثوبیہ نے اس دن ابولہب کو حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت کی خبر دی تو اس نے ثوبیہ کو آزاد کر دیا۔

دوستاں را کجا کنی محروم

تو کہ با دشمناں نظر داری

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا ارشاد:۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اسی روایت کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں

در اینجا سند است مر اہل موالید را کہ در شب میلاد آں حضرت محمد ﷺ سرور کنند و بذل اموال نمانید یعنی ابولہب کافر بود، قران بھذمت وے نازل شدہ چوں بسرور میلاد آنحضرت وبذل شیر جاریہ وے بجہت آنحضرت جزا دادہ شدہ تا حال مسلمان کہ مملواست بمحبت وسرور وبذل مال در وے چہ باشد ولیکن باید کہ از بدعتہا کہ عوام احداث کردہ انداز تغنی وآلات محرمہ ومنکرات خالی باشد تا موجب حرماں از طریقہ اتباع نگردو۔ (مدارج النبوۃ 2 صفحہ 19)

ترجمہ: یہ روایت موقعہ میلاد پر خوشی اور مال صدقہ کرنے والوں کی دلیل اور سند ہے۔ ابو لہب جس کی مذمت میں قرآن میں سورۃ نازل ہوئی جب وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں لونڈی آزاد کر کے عذاب میں تخفیف حاصل کر لیتا ہے تو کیا مقام ہوگا اس مسلمان کا جس کے دل میں محبت اور عشق رسول ﷺ موجزن ہو اور وہ ایسے موقع پر خوشی کا اظہار کرے۔ ہاں بدعات مثلاً رقص اور غیر اسلامی اعمال وغیرہ سے اجتناب ضروری ہے کیونکہ اس کے ذریعے میلاد کی برکت سے انسان محروم ہو جاتا ہے۔

وہ لوگ خدا شاہد قسمت کے سکندر ہیں

جو سرور عالم ﷺ کا میلاد مناتے ہیں

حافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدین کا قول:۔

حافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدین دمشقی اپنی کتاب "مولد الصاوی مولد الھادی" میں فرماتے ہیں،

قد صح ان ابا لھب یخفف عنه عذاب النار فی مثل یوم الاثنین باعتاقه ثویبه مسرور المیلاد النبی ﷺ ثم انشد۔

ترجمہ: یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ میلاد النبی ﷺ کی خوشی میں ثوبیہ کے آزاد کرنے پر اللہ تعالیٰ نے ابولہب کے عذاب میں کمی کر دی اور اس کے بعد انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

اذا کان هذا کافر جاء ذمه
وتبت یداه فی الجحیم مخلدا
اتی انه فی یوم الاثنین دائما
یخفف عنه للسرور باحمدا
وماالظن بالعبد الذی کان عمره
باحمد مسرورا ومات مثوحدا

(حجۃ اللہ العالمین صفحہ 238)

جب ابولہب جسے کافر و مشرک کیلئے جس کے بارے میں قرآن میں مذمت نازل ہوئی اور ہمیشہ کیلئے جہنم کا مستحق قرار دیا گیا۔ حضور ﷺ کے میلاد کی خوشی کرنے کی بناء پر ہر سوموار کو عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے تو کتنا خوش نصیب ہوگا وہ مسلمان جس کی ساری زندگی میلاد النبی ﷺ کی خوشیوں میں بسر ہوئی اور کلمہ توحید پڑھتا ہوا اس دنیا سے رخصت ہوا۔

شیخ عبداللہ بن عبدالوہاب نجدی کا اعتراف:۔

اسی حدیث کے حوالے سے عبداللہ بن عبدالوہاب نجدی نے ابولہب کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

وقد روی ابولهب بعد موته فی النوم فقیل له ماحالك

فقال فی النار الا انه خفف عنی کل اثنین وأمص من بین اصبیعی ھاتین ماء واشار بڑاس اصبعه وان ذلك بئا عتاقی ثویبه عندما بشرتنی بولاده النبی ﷺ

(حوالہ مختصر سیرت از رسول صفحہ 13 مطبوعہ مکتبہ ملیہ لاہور)

ابولہب کو اس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا گیا تو اس سے پوچھا گیا تیرا کیا حال ہے وہ بولا میں آگ میں ہوں تاہم ہر پیر کے دن میرے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے اور انگلی سے اشارہ کر کے کہنے لگا کر (ہر پیر کو) میری ان دو انگلیوں کے درمیان پانی کا چشمہ نکلتا ہے جسے میں پیتا ہوں اور مجھے یہ تخفیف اس وجہ سے ملتی ہے کہ میں نے ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔ جب اس نے مجھے ولادت محمد ﷺ کی خبر دی تھی۔

اور پھر آگے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے امام ابن جوزیؒ کے حوالے سے لکھتا ہے۔

جب ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے کہ جس کے بارے میں قرآن میں مذمت نازل ہوئی ہے کہ اس کو حضور ﷺ کی میلاد کی رات خوشی کرنے پر یہ جزا (عذاب میں تخفیف) دی جاتی ہے تو اس توحید کو ماننے والے مسلمان امتی کا کیا حال ہوگا جو آپ ﷺ کے میلاد کی خوشی منائے۔

عید میلاد النبی پر خوب خوشیاں کیجیے
رحمت و بخشش کے دن بخشش کا ساماں کیجیے
محفلیں میلاد کی چاروں طرف ہوں منعقد
ان کے ذکر پاک سے شیطاں کو حیراں کیجیے

صاف ہے قرآن میں فرمان حق فلیفرحوا
کوئی کچھ کہتا رہے تعمیل فرماں کیجیے
جن کے صدقے میں اللہ نے ہمیں سب کچھ دیا
ان کے نام پاک پر صدقے دل و جاں کیجیے

(مولانا ابونور محمد بشیر صاحب)

میلاد مصطفیٰ ﷺ کی خوشی نہ منانے والے کون؟

ولادت مصطفیٰ ﷺ کا مہینہ ہر مسلمان کیلئے ابدی مسرتوں اور سچی خوشیوں کا پیغام لے کر تشریف لاتا ہے۔ اور ان دنوں میں کائنات کی ہر چیز مسرور اور شاداں نظر آتی ہے۔ فرشتے سجدہ شکر ادا کرتے ہیں۔ انسان فرحت و مسرت کا اظہار کرتے ہوئے چراغاں کرتے ہیں قمقمے لگاتے ہیں۔ آئینہ بندیاں کی جاتی ہیں اور ہر کوئی اپنی استطاعت کے مطابق اہتمام کرتا ہے اور یہ اہتمام صرف اہل محبت ہی کرتے ہیں اور وہ خوش قسمت لوگ ہی میلاد النبی ﷺ پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں جن پر خدا کا فضل ہو اور جو بے فضلے ہیں اہل محبت نہیں ان کے منہ بگڑ جاتے ہیں اور شرک و بدعت کا شور شروع کر دیتے ہیں۔ آمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء پر ہر کوئی خوشی کا اظہار کرتا ہے مگر ایک وہ ذات بھی ہے جس نے آمد مصطفیٰ ﷺ پر ماتم کیا اور آہ وفغاں اور چیخ و پکار کی اور وہ ذات تھی ابلیس ملعون کی۔

علامہ ابوالقاسم سہیلی فرماتے ہیں:۔

ان ابلیس لعنہ اللہ رن اربع رنات۔ رنۃ حین لعن۔ رنۃ

حین اھبط ورنة حین ولدرسول اللہ ﷺ ورنة حین انزلت فاتحہ الکتب قال والرنین والنَخار من عمل الشیطان (روض الانف جلد اول صفحہ 181)

ابلیس ملعون زندگی میں چار مرتبہ چیخ مار کر رویا۔ پہلی مرتبہ جب اس کو ملعون قرار دیا گیا۔ دوسری مرتبہ جب اسے بلندی سے پستی کی طرف دھکیلا گیا۔ تیسری مرتبہ جب سرور عالم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اور چوتھی مرتبہ جب سورۃ فاتحہ نازل ہوئی، اور فرمایا چیخ مارنا اور رواویلا کرنا شیطانی کام ہے۔

اس عبارت سے یہ ظاہر ہوا ہے کہ میلاد النبی ﷺ پر خوشی نہ کرنے والے شیطان ملعون کے ساتھی ہیں۔

دوسری روایت:۔

علامہ احمد بن زینی دحلان اپنی کتاب السیرۃ النبویہ میں تحریر فرماتے ہیں

وعن عکرمة ان ابلیس لما ولدرسول اللہ ﷺ ورأی تساقط النجوم قال لجنودہ قدولد اللیلة ولد یفسد امرنا۔ فقال لہ جنودہ لوذھبت فخبلتہ فلمادنامن رسول اللہ ﷺ بعث اللہ جبریل فرکضہ برجلہ رکضة وقع بعدن۔

(السیرۃ النبویہ جلد اول صفحہ 47)

ترجمہ: عکرمہ سے مروی ہے کہ جس دن رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی تو ابلیس نے دیکھا کہ آسمان سے تارے گر رہے ہیں۔ اس نے اپنے لشکریوں سے کہا رات وہ پیدا ہوا ہے جو ہمارے نظام کو درہم برہم کردے گا۔ اس کے لشکریوں نے کہا کہ تم اسکے قریب جاؤ اور اسے چھوکر جنون میں مبتلا کردو۔ جب وہ اس نیت سے حضور ﷺ کے قریب جانے

لگا تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو بھیجا۔ جبرائیل نے اسے پاؤں سے ٹھوکر لگائی اور اسے دور عدن میں پھینک دیا۔

نثار تیری چہل پہل پر ہزاروں عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

عمل کی قبولیت کا معیار عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:۔

اوپر بیان شدہ حدیث بخاری سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ نادانستہ طور پر بھی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی منانے والے بدترین کافر ابولہب کو بھی اللہ تعالیٰ اس کے عمل کی جزا دے رہا ہے اور قیامت تک دیتا رہے گا۔ تو جب ایک مسلمان اہل محبت پیارے مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں ڈوب کر آپ کا میلاد منعقد کرے اور اس پر خوشی وشادمانی کا اظہار کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر کیا کیا عنائتیں کرے گا۔ اس کا شمار کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ ایک کافر کو اس کے عمل کی جو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت سے کیا ہے اجر وثواب دے رہا ہے تو دوسری طرف قرآن مجید کی یہ آیت ہمیں یہ بھی بتا رہی ہے کہ اگر مومن زندگی بھر بے شمار نیک عمل کرے لیکن اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کوئی معمولی سی بھی بے ادبی ہو جائے تو مومن ہو کر بھی اس کے تمام اعمال ضائع کر دیئے جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

یاایھاالذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض۔ (الحجرات ۲:۴۹)

اے ایمان والو اپنی آوازیں (میرے محبوب ﷺ) کی آواز سے بلند نہ کرو اور ان کے حضور چلا کر بات نہ کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے (بے تکلف) بولتے ہو۔

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید این جا

یعنی صحابہ کرامؓ کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ بارگاہ مصطفیٰ ﷺ کوئی معمولی بارگاہ نہیں لہٰذا جب تم حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دو تو اتنی احتیاط سے کہ اپنی آوازوں کو پست رکھا کرو اور آپس میں گفتگو کرتے وقت اپنی آواز کو اتنا بلند نہ کرو کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی طبیعت مبارک پر گراں گزرے، اور آپ کی آواز سے بلند ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب ﷺ کے دربار کے آداب خود صحابہ کرامؓ کو سکھا رہا ہے اور بصورت دیگر اگر تم احتیاط سے کام نہیں لو گے تو سن لو۔

ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون

کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہو۔

یہاں پر نہ تو سنت کے انکار کا ذکر ہے نہ توحید کے انکار کا۔ نہ آخرت کے انکار کا ذکر ہے نہ قیامت کا، نہ نبوت و رسالت کے انکار کا ذکر ہے اور نہ ہی فرائض اسلام کا بس صرف یہ کہ آواز اتنی بلند نکل گئی کہ وہ حضور ﷺ کی آواز سے بلند ہو گئی تو **نتیجۃ** پوری زندگی کے نیک اعمال تباہ و برباد ہو گئے۔

اب ان دونوں کلیوں کو ملا کر دیکھا جائے تو یہ بات ثابت ہو گی کہ اگر مومن کروڑوں نیک عمل بھی کرتا رہے مگر حضور ﷺ کی معمولی سی بھی بے ادبی کا مرتکب ہو جائے تو قیامت کے دن تمام اعمال کی جزا سے محروم کر دیا جائے گا۔ اور اگر کافر اور اسلام کا بدترین

دشمن بھی میلاد مصطفیٰ ﷺ اور تعظیم مصطفیٰ ﷺ میں ایک عمل بھی کر دے تو اس عمل کی جزا آخرت اور قبر میں دی جاتی ہے۔یعنی سارے اعمال کی عظمت و قبولیت کا معیار عشق و محبت مصطفیٰ ﷺ ہے۔

ثابت ہو کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

میلاد مصطفیٰ ﷺ کی خوشی ایک بار یا ہر بار:۔

بعض حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ تم ہر سال نبی اکرم ﷺ کی پیدائش کی خوشی مناتے ہو تو کیا تمہارا نبی ہر سال بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوتا ہے۔تو اس کے جواب میں ہم یہ پیش کرتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وذکرھم بایام اللہ۔ (پارہ ۱۳ آیت ۵ سورۃ ابراہیم)

اور یاد دلا دو ان کو اللہ کے دن۔ حضرات گرامی تمام دن اور رات اللہ کے ہیں مگر جس طرح بعض اشیاء کو بعض اشیاء پر فضیلت حاصل ہوتی ہے اسی طرح بعض دن بعض دنوں سے افضل و اعلیٰ ہیں۔اور یہ فضیلت نسبت کے سبب سے ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس ،حضرت ابی ابن کعب،حضرت قتادہ اور دیگر مفسرین کرام رضوان اللہ علیھم فرماتے ہیں کہ ایام اللہ سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر انعامات فرمائے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی زبان سے علامہ ابن حجر اسقلانی نے یہ حدیث نقل کی ہے۔

ان النبی ﷺ قدم المدینۃ فوجد الیھود یصومون یوم

عاشوراء فسالهم فقالوا هو يوم اغرق فيه فرعون ونجا موسىٰ ونحن نصومه شكرا فقال نحن اولىٰ بموسىٰ منكم۔

(مشکوۃ شریف صفحہ ۱۸۰)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہوئے تو یہودیوں کو عاشورا کے دن روزہ رکھتے پایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا یہ وہ دن ہے جس دن فرعون غرق ہوا اور موسیٰؑ نے نجات پائی۔ ہم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکریہ ادا کرنے کیلئے روزہ رکھتے ہیں۔ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم سے زیادہ ہم اس بات کے حق دار ہیں کہ موسیٰؑ کی نجات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور اپنی امت کو ایک دن کی بجائے دو دن روزہ رکھنے کی ہدایت فرمائی۔ اس سے یہ بات بھی عیاں ہوئی کہ بنی اسرائیل شکرانے کے طور پر ہر سال روزہ رکھتے تھے۔ حالانکہ ان کو فرعون سے نجات ایک مرتبہ ملی تھی۔ اگر یہ شرک اور بدعت ہوتا تو پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے کہ فرعون کو غرق ہوئے اور حضرت عیسیٰؑ کے وصال کو دو ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے اور تم اب تک خوشیاں منا رہے ہو۔ ترک کرو اس بدعت کو اور چھوڑ دو یہ خوشیاں منانا۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا۔

نا فنحن احق بموسىٰ منكم فصامه وامر بصيامه

ہم موسیٰؑ کی اس فتح کا جشن منانے کے تم سے زیادہ حق دار ہیں کیونکہ ہم موسیٰؑ کے زیادہ قریب ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف ایک دن بلکہ دو دن خود بھی روزہ رکھا اور اپنی امت کو بھی اس کا حکم دیا۔

حضرت عیسیٰؑ اور نزول مائدہ:۔

جب حضرت عیسیٰ نے اعلان نبوت فرمایا اور لوگوں کو توحید کی دعوت دی تو آپ کے قبیلے کے چند ہزار لوگ آپ پر ایمان لائے۔ ان خوش قسمت لوگوں کو قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حوارئین فرمایا۔ جس کا معنی ہے مخلص دوست، ان حواریوں نے ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ سے عرض کی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لیے آسمان سے پکا پکایا کھانا نازل فرمائے، اس پر حضرت عیسیٰ نے اپنے امتیوں سے فرمایا کہ اگر تم مجھ پر ایمان رکھتے ہو تو ایسا مطالبہ نہ کرو جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے۔ اس پر حوارئین نے کہا ہم یہ مطالبہ آپ پر کسی شک وشبہ کی وجہ سے نہیں کررہے بلکہ اس لیے کررہے ہیں تاکہ ہمارے ایمان کو حق الیقین کا درجہ حاصل ہو اور ہم اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ جب آپ کے حوایوں نے یہ یقین دلایا تو حضرت عیسیٰ نے غسل کیا اور ٹاٹ کے کپڑے پہن کر اللہ تعالیٰ سے رو رو کر یہ دعا فرمائی۔

اللھم ربنا انزل علینا مآئدۃ من السماء تکون لنا عیدا لا ولنا وآخر نا وایہ منك وار زقنا وانت خیر الرازقین۔

(پارہ ۷ سورۃ مائدہ آیت ۱۱۴)

اے اللہ ہمارے رب اتار ہم پر خوان آسمان سے تاکہ بن جائے ہم سب کیلئے عید (خوشی) کا دن۔ یعنی ہمارے اگلوں کیلئے اور ہمارے پچھلوں کیلئے اور ہوا ایک نشانی تیری طرف سے اور ہمیں رزق عطا فرما بے شک تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

ابھی حضرت عیسیٰ اس دستر خوان کو دیکھ کر بہت روئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اس دستر خوان کو میری امت کیلئے رحمت بنانہ کہ عذاب۔ علماء کرام اور مفسرین عظام نے لکھا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ نے اس دستر خوان کو کھولا تو اسمیں سات مچھلیاں تھیں۔ سات روٹیاں ہیں

اور انکے ساتھ طرح طرح کی سبزیاں زیتون، گھی، پنیر اور بھنا ہوا گوشت بھی اس دستر خوان پر موجود تھا اور وہ مچھلیاں ایسی شاندار اور لذیذ تھیں کہ ان میں ایک بھی کانٹا نہیں تھا اور ان سے روغن ٹپک رہا تھا۔ آپ کے ایک صحابی شمعون نے پوچھا اے نبی اللہ علیہ السلام کیا یہ کھانا جنتی ہے یا زمینی تو آپ علیہ السلام نے جواب دیا نہ یہ جنتی ہے اور نہ ہی زمینی بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے ابھی ابھی اپنی قدرت کاملہ سے پیدا فرمایا ہے اور ہماری طرف بھیجا ہے۔ کھانا کھانے سے پہلے حضرت عیسیٰؑ نے اپنے ایک حواری کو شہر میں بھیجا تا کہ وہ شہر کے تمام بیمار، مساکین، فقراء، کوڑھی، معذور اور جذام و برص وغیرہ کے مریضوں کو اکٹھا کر کے لائے۔ جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے ان تمام سے فرمایا کہ ہاتھ دھو کر اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھانا شروع کریں۔ سب لوگ بیٹھ گئے اور کھانا کھانا شروع کیا۔ ہر کسی نے سیر ہو کر کھانا کھایا مگر خدا کی قدرت سے اس کھانے سے زرہ برابر بھی کم نہ ہوا۔ اور اس کھانے کی برکت سے جتنے بھی بیمار تھے سب کے سب شفاء یاب ہو گئے۔ اور جو فقراء اور مساکین تھے وہ اللہ کے فضل سے چند ہی دنوں میں غنی ہو گئے۔ جب مریض اور مساکین وغیرہ کھا چکے تو حضرت عیسیٰؑ نے دوسرے لوگوں کو بھی کھانے کا حکم دیا۔ پہلے دن سات ہزار تین سو افراد نے اس دستر خوان سے کھانا کھایا مگر اس کھانے میں زرہ برابر بھی کمی نہیں آئی۔ جب تمام لوگ سیر ہو کر فارغ ہو گئے تو یہ دستر خوان آسمانوں کی طرف اڑ گیا اور بادلوں میں چھپ گیا۔ اسی طرح ہر روز یہ دستر خوان آسمانوں سے نازل ہوتا اور سب لوگ پہلے سے زیادہ سیر ہو کر کھاتے۔ یہ سلسلہ چالیس دن تک چلتا رہا پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس دستر خوان سے آپ کی امت کے امیر لوگ نہیں کھا سکتے۔ جب حضرت عیسیٰؑ نے ان لوگوں کو یہ حکم سنایا تو وہ آپ کے مخالف ہو گئے اور کہنے لگے یہ دستر خوان آسمانوں سے اللہ

تعالیٰ کی طرف سے نہیں بلکہ تمہارے جادو کی وجہ سے آتا ہے ان منکرین کی تعداد تین سو تیس بیان کی جاتی ہے۔ حضرت عیسیٰ نے ان سے کہا کہ جب تک تم اس سے کھاتے رہے یہ من جانب اللہ تھا اور جب تمہیں منع کر دیا گیا تو یہ میرے جادو کا کرشمہ ہو گیا۔ تم نے اللہ کی نعمت کا انکار کیا ہے اور میری بے ادبی کی اس لیے اللہ کے عذاب کیلئے تیار ہو جاؤ، چنانچہ یہ سب کے سب مالدار لوگ رات کو سوئے جب صبح بیدار ہوئے تو کوئی بندر، کوئی سور اور خنزیر بنے ہوئے تھے۔ یہ سب سزا انہیں نبی علیہ السلام کی بے ادبی کرنے پر ملی تھی۔

حضرات گرامی۔

حضرت عیسیٰ کو اس دنیا سے پردہ فرمائے دو ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا مگر عیسائی آج بھی ہر اتوار کو خوشی مناتے ہیں کیونکہ ان پر مائدہ اتوار کو نازل ہوا تھا۔ اور حضرت عیسیٰ نے بھی یہی فرمایا تھا کہ اے پروردگار ہم پر خوان نازل فرما تا کہ وہ ہمارے لیے ہمارے پہلوں کیلئے اور ہمارے بعد میں آنے والوں کیلئے عید کا دن ہو۔ اب سوچنے والی بات یہ ہے کہ اگر دستر خوان کے اترنے پر خوشیاں منائی جا سکتیں ہیں تو جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز بنائی تمام نعمتیں ہمیں عطا فرمائیں اور جو جان کائنات ہے اس کے ملنے کی خوشی منانا کس طرح شرک و بدعت ہو جائے گا۔

ایک اور مثال:۔

پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد ہر سال بلکہ ہر روز منانے کے بارے میں ایک اور مثال پیش خدمت ہے۔ اس مثال سے منکرین میلاد بھی لاجواب ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ **انا انزلنه فی لیلة القدر ٥ وما ادراك مالیلة**

القدر o لیلۃ القدر خیر من الف شھر o ۰ (سورۃ قدر، پارہ ۳۰)

بے شک ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا۔ اور تم کیا جانو کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ اب اہل حدیث اور دیوبند حضرات سے پوچھئے کہ قرآن مجید تو ایک مرتبہ شب قدر میں نازل ہوا تم ہر سال کیوں جشن نزول قرآن مناتے ہو۔ وہ کہیں گے اس لیے کہ اس رات قرآن مجید نازل ہوا اس لیے ہم اس پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اگر قرآن مجید کے نازل ہونے پر ہر سال جشن اور خوشی منانا جائز ہے تو جو صاحب قرآن ہے جن کی وجہ سے ہمیں قرآن ملا ہے یہ جہان ملا ہے اسلام ملا ہے بلکہ رحمٰن ملا ہے تو ان کی آمد کی خوشی منانا کس طرح شرک و بدعت ہو گیا۔

حضرات گرامی! غور طلب امر تو یہ ہے کہ ان عقل کے اندھوں کو ہر سال 14 اگست کو جشن آزادی پاکستان منانے میں یوم قائد اعظم و یوم علامہ اقبال منانے میں کوئی تکلیف نہیں ہے اگر تکلیف ہے تو جشن عید میلاد النبی ﷺ میں عرس غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی میں ۔عرس حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ میں اور دیگر بزرگان دین کے ایام منانے میں ہے اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوئی۔

محبوب کی محفل کو محبوب سجاتے ہیں

آتے ہیں وہی جن کو سرکار بلاتے ہیں

اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضرت شاہ احمد رضا خان بریلویؒ۔ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

دشمن احمد پہ شدت کیجئے ملحدوں کی کیا مروت کیجئے

مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں ذکر آیات ولادت کیجئے

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل یارسول اللہ ﷺ کی کثرت کیجئے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

بدعت کیا ہے؟

بعض متشددین محفل میلاد مصطفی ﷺ کے انعقاد کو بدعت کہتے ہیں اور بدعت بھی وہ جو مذمومہ اور ضلالت ہے اور حدیث پاک میں ہر بدعت ضلالت سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں پر ہم یہ بیان کرتے چلیں کہ بدعت کا مفہوم کیا ہے۔ اگر بدعت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ عمل جو عہد رسالت مآب ﷺ اور عہد خلافت راشدہ میں نہ تھا بلکہ بعد میں ظہور پذیر ہوا ہے وہ بدعت ہے اور بدعت بھی وہ جو مزمومہ ہے اور اس پر عمل کرنے والا نہ صرف گمراہ ہے بلکہ دوزخ کا ایندھن ہے تو پھر اس کی زد میں صرف محفل میلاد مصطفی ﷺ اور عرس اولیاء دین ہی نہیں آئیں گے بلکہ امت کا کوئی فرد بھی اس کی زد سے نہیں بچ سکے گا۔ یہ علوم جدیدہ جن کیلئے بڑے بڑے عالیشان مدارس، کالج اور یونیورسٹیاں اور جامعات قائم کی گئی ہیں جن پر عرب ہا روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے اور ان میں جو علوم وفنون پڑھائے جا رہے ہیں ان میں سے اکثر تو ایسے ہیں جنکا خیر القرون میں یا تو نام ونشان بھی نہ تھا اور بعض وہ ہیں کہ اگر وہ اس وقت موجود تھے تو موجودہ صورت میں نہ تھے، صرف، نحو، اصول فقہ، اصول حدیث، معانی وغیرہ۔ یہ سب علوم بعد کی پیداوار ہیں۔ کیا جن علماء اور فضلاء نے ان علوم کو مدون کیا اور اپنی گراں قدر زندگیاں ان علوم کو جمع اور مدون کرنے میں خرچ کیں وہ سب بدعتی تھے (معاذ اللہ) اسی طرح علوم قرآن وسنت اور فقہ کی تدوین تو خیر القرآن میں نہیں کی گئی۔ یہ بعد میں آنے والے اہل علم کی شبانہ روز کاوشوں کا ثمر ہے تو کیا وہ سب عالم بدعتی تھے؟ اور یہ کہ جن علوم کا وجود ہی بدعت ہے ان کی تدریس کیلئے یہ عالیشان مدارس

، یونیورسٹیاں اور جامعات کی تعمیر بھی تعلیمات اسلام کے منافی ہوئی اور غضب خداوندی کو دعوت دینے کے برابر ہوئی۔ اسی طرح جوں جوں اس کی گہرائی میں جاتے جائیں ہر چیز بدعت ہی نظر آئے گی۔ یہ عالیشان مساجد، یہ فلک بوس مینار، یہ مذین محراب و منبر، یہ فوجی سازوسامان، یہ ٹینک، توپیں، ہوائی جہاز، اسلحہ وغیرہ۔ یہ سب بدعت کے زمرے میں آئیں گے۔ کیونکہ یہ عہد رسالت اور عہد خلافت راشدہ میں نہ تھے اس لیے فوج سے یہ لے کرانکو تلوار و تیر اور گھوڑے دے کر دشمن کے مقابلے میں میدان جنگ میں بھیجا جائے۔ اگر بدعت کی یہی تعریف کی جائے تو کوئی بھی اس کی زد میں آنے سے نہ بچے گا۔ علماء کرام اور مفسرین عظام نے بدعت کی پانچ اقسام بیان کی ہیں۔

ا۔ واجب:

اس نئی چیز میں کوئی مصلحت ہو تو یہ واجب ہے۔ جیسے علوم صرف ونحو کی تعلیم وتدریس۔ اگرچہ یہ علوم وفنون عہد رسالت میں موجود نہ تھے لیکن قرآن وسنت اور دین کو سمجھنے کیلئے ان کی تعلیم وتدریس واجبات دینیہ میں سے ہے۔ اسی طرح وہ باطل فرقے جو عہد رسالت مآب ﷺ کے زمانہ میں ظاہر نہیں ہوئے تھے بلکہ بعد میں وجود میں آئے۔ جیسے مرزائیت، آغا خانیت وغیرہ۔ ان کا رد کرنا اس دور کے علماء پر واجب ہی نہیں بلکہ فرض ہے۔

۲۔ مستحب:

وہ چیزیں جن میں لوگوں کی بھلائی اور فائدہ ہو وہ مستحب ہیں۔ جیسے اونچے مینار بنانا اور ان پر چڑھ کر اذان دینا تاکہ سب تک اس کی آواز پہنچ جائے۔ مسافر خانے تعمیر کرنا تاکہ مسافروں کو ضروریات سفر مہیا ہو۔ مدراس کا جگہ جگہ تعمیر کرنا تاکہ ہر طرف علم کی روشنی

پھلکے وغیرہ۔

۳۔ مباح:

جیسے کھانے پینے میں وسعت اختیار کرنا، اچھا اور عمدہ لباس زیب تن کرنا، آٹا چھان کر استعمال کرنا۔ یہ مباحات شرعیہ ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں ان چھنے آٹے کی روٹی تیار کی جاتی تھی اور حضور ﷺ نے خود ان چھنے آٹے کی روٹی استعمال فرمائی۔ اب اگر کوئی شخص آٹا چھان کر روٹی پکاتا ہے تو یہ اس کے لئے مباح ہے نہ کہ بدعت کہ وہ دوزخ میں ڈالا جائے۔

۴۔ مکروہ:

وہ کام جس میں اسراف ہو وہ مکروہ ہے، جیسے مساجد کی غیر ضروری زیب و زینت وغیرہ۔

۵۔ حرام:

ایسا فعل جو کسی سنت کے خلاف ہو اور اس میں کوئی شرعی مصلحت نہ ہو۔

امام ابو زکریا محی الدین بن شرف النووی نے صحیح مسلم کی شرح میں **کل بدعت ضلالۃ** کی شرح میں لکھا ہے۔

هذا عام مخصوص والمراد غالب البدع قال اهل اللغة هی کل شئی عمل علی غیر مثال سابق قال العلماء البدعة علی خمسة اقسام واجبة ومندوبة ومحرمة ومکروهة ومباحة فمن الواجبة نظم ادلة المتکلمین للرد علی الملاحدة والمبتدعین وشبه ذلك ومن المندوبة تصنیف کتب العلم

وبناء المدارس والربط وغير ذلك ومن المباح التبسط فی الوان الاطعمة وغير ذلك والحرام والمكروه ظاهر ان۔

ترجمہ: کل بدعت ضلالہ اگرچہ عام ہے لیکن یہ مخصوص ہے یعنی ہر بدعت ضلالت نہیں بلکہ غالب بدعت ضلالت ہے۔ لغت میں اس چیز کو بدعت کہتے ہیں جس کی مثال پہلے موجود نہ ہو۔ اور علماء کرام کہتے ہیں کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ ۱۔واجب ۲۔مستحب ۳۔حرام ۴۔مکروہ ۵مباح

واجب کی مثال یہ دی ہے جیسے متکلمین کا ملحدون اور اہل بدعت پر رد کرنے کیلئے اپنے دلائل کو منظم کرنا۔ مستحب کی مثال یہ ہے کہ مختلف علوم وفنون پر کتابیں تصنیف کرنا۔ مدارس تعمیر کرنا اور سرائیں وغیرہ بنانا، مباح کی مثال یہ ہے کہ اپنے کھانے کیلئے طرح طرح کے لذیز کھانے پکانا وغیرہ اور حرام ومکروہ ظاہر ہیں۔

ان بدعات کی تعریف کے بعد خود ہی غور کریں کہ محفل میلاد مصطفی ﷺ میں کیا کسی سنت ثابتہ کی خلاف ورزی ہے۔ یا اس میں کسی حرام فعل کی آمیزش ہے۔ اگر نہیں تو یہ بدعت وشرک کس طرح ہوگیا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ کا شکرانہ ہے اور اس پر اظہار مسرت ہے اور یہ آیت فلیفرحوا کے حکم خداوندی کی تعمیل ہے۔

بدعت کا لغوی مفہوم:

بدعت عربی کا لفظ ہے جو "بدع" سے مشتق ہے۔ اس کے معنی ہیں نئی چیز ایجاد کرنا، نیا بنانا، یعنی جس چیز کا پہلے وجود نہ ہو اسے عالم وجود میں لانا، جس طرح یہ کائنات پہلے نیست تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اسے ہست کیا تو لغوی اعتبار سے یہ بھی بدعت

کہلائی۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، **بدیع السموت والارض واذا قضیٰ امرا فانما یقول له کن فیکون۔**

(البقرہ آیت نمبر ۱۱۷)

وہ اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے (جس نے کچھ نہیں سے سب کچھ بنایا) اور جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اسے فرماتا ہے "ہو جا" تو وہ ہو جاتا ہے۔
دوسری جگہ ارشاد فرمایا،

قل ماکنت بدعا من الرسل ۔ (الاحقاف آیت نمبر ۹)

یارسول اللہ ﷺ آپ فرمادیجیے کہ میں کوئی نیا رسول (تو) نہیں آیا۔
ان آیات سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ ہر نیا کام اللہ رب العزت کے ہاں بدعت کہلاتا ہے۔
علامہ ابن الحجر مکی فتح المبین شرح اربعین نووی میں بیان کرتے ہیں کہ

البدعة لغة ماکان مخترعا علی غیر مثال سابق ومنه "بدیع السموت والارض" ای موجد هما علی غیر مثال ۔

بدعت لغت میں اس نئے کام کو کہتے ہیں جس کی مثال پہلے موجود نہ ہو (جس طرح قرآن مجید میں شان رب العالمین کے متعلق فرمایا) آسمان وزمین کو پیدا کرنے والا یعنی زمین وآسمان کو بغیر کسی سابقہ مثال کے پیدا کرنے والا۔

بدعت کا اصطلاحی مفہوم:۔

اصطلاح شریعت میں بدعت کا مفہوم واضح کرتے ہوئے فقہاء اور آئمہ محدثین نے اس کی تعریف یوں کی ہے۔ ہر وہ کام جس کی کوئی اصل بالواسطہ یا بلاواسطہ نہ قرآن مجید میں ہو نہ سنت رسول ﷺ میں اور اسے ضروریات دین میں شمار کرتے ہوئے شامل دین

کردیا جائے، ضروریات دین ان چیزوں کو کہتے ہیں جن میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔

ہر نیا کام جس کی اصل قرآن مجید وسنت میں موجود نہ ہو وہ اپنی اصل کے لحاظ سے تو بدعت ہی شمار ہوتا ہے لیکن اب یہاں پر دیکھنا یہ ہے کہ از روئے شرع کیا ہر نیا کام اس لیے ناجائز تصور ہوگا کہ وہ نیا ہے؟

شریعت اسلامیہ کا یہ معروف قائدہ ہے۔ **"الاصل فی الاشیاء اباحة"** ہر چیز کی اصل اباحت ہے۔ فی نفسہ کوئی کام از روئے شرح برا نہیں ہوتا تاوقتیکہ اس میں قرآن وسنت کی رو سے واضح برائی کا عنصر موجود ہو۔

اس کلیہ کی رو سے اب یہ نئے کام کو پہلے قرآن پر پیش کیا جائے گا اگر قرآن مجید میں اس کام کے خلاف کوئی بھی واضح نص موجود ہو تو اس کو ترک کر دیا جائے اور اگر قرآن میں اس کے خلاف کوئی نص موجود نہیں اور قرآن اس معاملے میں خاموش ہے تو پھر اسے سنت مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ موزانہ کے لیے پیش کیا جائے گا۔ اگر سنت رسول ﷺ میں اس کام کی ممانعت موجود ہو تو اس کام کو حرام اور ممنوع جانا جائے گا، اور اگر سنت مصطفیٰ ﷺ میں بھی سکوت ہے اور اس سے قرآن وسنت کے کسی بھی حکم کے ساتھ تعارض پیدا نہیں ہوتا تو اسے گمراہی اور حرام تصور کرنا حکمت دین کے منافی ہے اور اسلام کے متعین کردہ نظام حرام و حلال سے انحراف ہے اور حد سے تجاوز ہے۔

حضور ﷺ کی خاموشی میں رحمت:۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے فرمایا۔

"وما اتاکم الرسول فخذوه ومانهاکم عنه فانتهوه"۔

یعنی میرا محبوب ﷺ جو چیز تمہیں عطا فرمادے اسے لے لو اور جس چیز سے منع فرمائے اس سے باز آجاؤ۔

یعنی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حرام و حلال کا ایک اصول متعین فرمادیا کہ جس چیز سے ہم منع فرمادیں وہ حرام اور جس چیز کی اجازت دے دیں وہ حلال اور جس چیز کے بارے میں خاموشی اختیار کی جائے وہ بھی حلال۔ اس کی مثال احادیث میں یوں موجود ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ۔

(سورہ آل عمران آیت نمبر ۹۷)

اور لوگوں پر اللہ کے لیے اس گھر کا حج لازم ہے۔ یہ اس پر فرض ہے جو اس کی طرف جانے کی (جانی و مالی لحاظ سے) طاقت رکھتا ہو۔

صحیح بخاری شریف میں آتا ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کی **"افی کل عام یارسول ﷺ"**۔

یارسول اللہ ﷺ کیا ہر سال حج فرض ہے؟ یہ سن کر حضور ﷺ نے اپنا چہرہ مبارک دوسری طرف پھیر لیا۔ صحابی نے پھر سوال کیا **"افی کل عام یارسول اللہ ﷺ"**

کیا ہر سال یارسول اللہ ﷺ حضور پھر خاموش رہے جب تیسری مرتبہ پھر یہ سوال کیا تو حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔

لوقلت نعم لو جبت ولم استطعتم ثم قال ذرونی ماترکتم

(صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۹۷۵)

اگر میں ہاں کہہ دوں تو حج ہر سال فرض ہو جائے اور پھر تم ہر سال نہ کرسکو، اسلیے جب تک ہم کوئی حکم نہ کیا کریں اس وقت تک از خود کوئی سوال نہ کیا کرو۔

اب یہ کہنا بجا طور پر درست تسلیم کیا جائے گا کہ ہر وہ کام جس کو

☆.... قرآن نے ناجائز نہیں کیا

☆.... سنت مصطفیٰ ﷺ نے ناجائز نہیں فرمایا۔

☆.... اثار صحابہ کرام نے ناجائز نہیں گردانا۔

☆.... اجماع امت بھی اس کی حرمت پر متفق نہیں ہے، تو اس وقت وہ چیز اپنی اباحت کے اصول پر جائز ہی رہتی ہے خواہ وہ نئی ہو یا پرانی، کسی چیز کا نیا یا پرانا ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔اس کا معنی تب متعین ہوتا ہے جب وہ شے قرآن کی نص سے متعارض ہو یا سنت رسول ﷺ اور اجماع صحابہ کی مخالف ہو۔

زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک
دلیل کم نظری، قصہ جدید و قدیم

تصور بدعت اور صحابہ:۔

گزشتہ سطور میں بدعت کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم بیان کیا گیا اور اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کا تصور صحابہ کرام علیھم اجمعین کے آثار میں بھی موجود ہے یا نہیں؟ اس کی وضاحت کے لیے صرف حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کا عمل بیان کرتے ہیں کیونکہ پیارے مصطفیٰ ﷺ کے بعد امت کے لیے ان کا عمل سب سے زیادہ معتبر ہے۔

جب پیارے مصطفیٰ ﷺ کا وصال مبارک ہوا اور حضرت صدیق اکبرؓ منصب خلافت پر متمکن ہوئے اس دوران جھوٹی نبوت کے دعویدار مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ یمامہ میں تقریباً (۷۰۰) سات سو حفاظ صحابہ کرام شہید ہوئے۔حضرت عمر فاروقؓ نے جب

یہ دیکھا کہ اگر حافظ اس طرح جہاد میں شہید ہوتے رہے تو عین ممکن ہے کہ حفاظت قرآن میں خاصی دشواری پیش آئے، کیونکہ اب تک قرآن مجید ایک جلد میں جمع نہیں ہوا تھا بلکہ مختلف مقامات پر اور مختلف صورتوں میں لکھا ہوا موجود تھا، اور سب سے زیادہ یہ کہ صحابہ کرام کے سینوں میں محفوظ تھا۔ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کو جب یہ فکر دامن گیر ہوئی تو آپؓ خلیفۃ الرسول حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اگر مسلمان حفاظ اسی طرح جنگوں میں شہید ہوتے رہے تو کہیں کل حفاظت قرآن مسلمانوں کے لیے مسئلہ ہی نہ بن جائے اس لیے میری یہ تجویز ہے کہ قرآن مجید کو ابھی سے ایک کتابی شکل میں لکھ کر یکجا کر دیا جائے اس پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا۔

کیف افعل شیئا مالم یفعله رسول الله ﷺ (بخاری شریف جلد نمبر ۲ صفحہ ۱)

میں ایسا کام کیسے کر سکتا ہوں جسے رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا۔

اس پر حضرت عمر فاروقؓ نے جواب دیا اے امیر المومنین یہ صحیح ہے کہ پیارے آقا ﷺ نے اپنی ظاہری حیات طیبہ میں یہ کام نہیں فرمایا مگر **"فواللہ ھو خیر"** اللہ کی قسم یہ کام ہے، بہت اچھا اور امت کے لیے بھلائی پر مبنی ہے ہمیں یہ ضرور کرنا چاہیے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے اس بحث و تمحیص کے دوران حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں کہ میرا سینہ اللہ نے کھول دیا اور آپ نے فرمایا۔

اے عمرؓ اللہ تیری قبر کو روشن کرے، تو نے اپنی گفتگو سے میرا سینہ روشن کر دیا، پھر آپ نے حضرت زید انصاریؓ جو اس حدیث کے راوی ہیں کو بلایا۔ جب آپؓ آ گئے تو آپ سے فرمایا کہ آپ نوجوان اور سمجھدار آدمی ہیں اور آپ وحی کے کاتب بھی ہیں اس لیے ہم تمہیں جمع قرآن پر مامور کرتے ہیں کہ آپ قرآن مجید و مختلف مقامات سے اور صحابہ کرام سے

تلاش کر کے اسے ایک جگہ جمع کرو۔ جب حضرت زیدؓ پر اتنی بھاری ذمہ داری آن پڑی تو آپؓ فرماتے ہیں،

فواللہ لو کلفنی نقل جبل من الجبال ما کان اثقل علی مما امرنی بہ من جمع القرآن. قال قلت کیف تفعلان شیئا لم یفعلہ النبی ﷺ فقال ابو بکر ھو واللہ خیر۔

(بخاری شریف: ۲: ۷۴۷)

ترجمہ: اللہ کی قسم (ابو بکر) مجھے اگر کسی پہاڑ کے نقل کرنے کی تکلیف دیتے تو یہ قرآن کے جمع کرنے سے میرے لیے آسان تھا۔ زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ سے عرض کی آپ مجھے وہ کام کرنے کا کہتے ہیں جس کو حضور ﷺ نے نہیں کیا، تو ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا، قسم اللہ کی یہ بہتر ہے۔

چنانچہ حضرت زیدؓ کا سینہ بھی کھل گیا اور وہ اس کام کو سرانجام دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ انہوں نے کھجور کی شاخوں، سفید پتھروں، صحابہ کرام کے سینوں، اور جانوروں کی کھالوں سے جمع کرنا شروع کیا۔ اس طرح چند نسخے تیار کیے گئے جو حضرت ابو بکر صدیقؓ پھر سیدنا عمر فاروقؓ اور ان کے بعد ام المومنین حضرت سیدہ حفصہؓ کے پاس محفوظ رہے اور پھر عہد عثمانی میں حضرت عثمان غنیؓ نے ان سے منگوا کر قرآن مجید کو موجودہ ترتیب سے جمع کروایا اور اسے عام کیا اسی لیے حضرت عثمان غنیؓ کو "جامع القرآن" بھی کہا جاتا ہے۔ اس طرح تاریخ اسلام میں پہلی بدعت جو وجود میں آئی وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے ہاتھوں وقوع پذیر ہوئی۔ اب اگر **"قل بدعۃ ضلالۃ وقل ضلالۃ فی النار"** کا جو کلیہ ان لوگوں نے اپنایا ہے تو پھر قرآن مجید کی موجودہ کتابی شکل

بھی اس ذمرہ میں آئے گی۔ اس طرح قرآن مجید پڑھنا اور یاد کرنا بھی ضلالت میں شامل ہوگا۔ (العیاذ باللہ)

دوسری مثال:۔

باجماعت نماز تراویح کا عمل بھی حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کے کہنے پر باقاعدہ وجود میں آیا۔ روایات اور احادیث میں مذکور ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے رمضان المبارک میں تین راتیں نماز تراویح باجماعت پڑھائی، اس کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ نماز تراویح گھر میں ادا فرمالیتے اور صحابہ کرام بھی اپنی اپنی نماز پڑھ لیتے۔ حضور رحمت للعالمین ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارکہ کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ کے اڑھائی سالہ دور مبارکہ میں صحابہ کرام کا یہی معمول رہا۔ جب شاہکار رسالت حضرت عمر ابن الخطابؓ کا دور خلافت آیا اور آپؓ نے دیکھا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں میں قیام اللیل اور عبادت و ریاضت کا جذبہ کم ہوتا جارہا ہے اور لوگ مختلف شکلوں میں نماز تراویح ادا کر رہے ہیں، اور اگر صورتحال یہی رہی تو ممکن ہے کہ آنے والے وقت میں لوگ نماز تراویح پڑھنا ہی چھوڑ دیں چنانچہ حضرت فاروق اعظمؓ نے نماز تراویح کو رہتی دنیا تک یوں ہی قائم رکھنے کے لیے حضرت ابی بن کعبؓ جو کہ حافظ قرآن تھے کے پیچھے لوگوں کو باجماعت نماز تراویح پڑھنے کا حکم دیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بیان کرتے ہیں،

ثم خرجت معه ليلة اخرى والناس يصلون بصلوة قارئهم قال عمر نعمة البدعة هذه۔ (صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۲۶۹)

دوسری رات میں جب حضرت فاروق اعظمؓ کے ساتھ اس طرف نکلا تو دیکھا کہ لوگ حضرت ابی بن کعب کی اقتدا میں (ایک ہی قرات میں یکجا) نماز تراویح باجماعت ادا کر رہے ہیں تو

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا یہ کتنی اچھی بدعت ہے۔

ان درجہ بالا مثالوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ صرف کام کا نیا یا پرانا ہونا ہی خلاف اسلام نہیں بلکہ اس میں خلاف اسلام امر کا ہونا اس کی حرمت کا سبب ہے۔اور اگر یہ نیا کام بدعت مانا جائے تو قرآن مجید کا ایک جلد میں موجودہ ترتیب کے ساتھ جمع اور شائع ہونا بھی اس زد میں آتا ہے اور عہد فاروقیؓ سے لے کر اب تک جو مسلمان رمضان المبارک میں روزانہ نماز تراویح باجماعت ادا کرتے آرہے ہیں وہ بھی بدعت میں شمار ہوگا۔مگر ہمیشہ سے ہی یہ عمل مستحسن رہے ہیں اور قیامت تک رہیں گے،اس میں تمام امت کا اجماع ہے۔

اچھے کام کی ابتدا کرنے والا دوگنا ثواب کا مستحق ہے:۔

تصور بدعت کو اور آسان الفاظ میں سمجھنے کے لیے پیارے مصطفیٰ ﷺ کا یہ ارشاد مبارک کافی ہے۔ **قال رسول الله ﷺ من سن فی الاسلام سنة حسنة فعمل به بعده کتب له مثل اجر من عمل بها ولا ینقص من اجورهم شیئی،ومن سن فی الاسلام سنة سیئة فعمل بها بعده کتب علیه مثل وزر من عمل بها ولا ینقص من اوزارهم شیأً۔** (صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۳۲۷)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اسلام میں کسی نیک کام کی ابتدا کی اور اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا جتنے لوگ بھی اس اچھے عمل پر عمل کریں گے اس کا ثواب اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا اور ان پر عمل کرنے والوں کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔اور اسی طرح اگر کسی نے اسلام میں کوئی برا عمل داخل کیا اسے اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ دیا جائے گا اور اس برے طریقے پر عمل کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی

نہ کی جائے گی۔

درجہ بالا حدیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اسلام میں جو اچھا کام شروع کیا جائے تو اسے جاری کرنے والے کو اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب ابد تک ملتا رہے گا اور عمل کرنے والوں کے اجر میں بھی زرہ برابر کمی نہیں کی جائے گی۔ تو اب ہر نئے کام کو صرف اس لیے ضلالت کہہ دینا کہ یہ نیا ہے اور اس کی اچھائی و خوبی کو نظر انداز کر دینا کہاں کی عقل مندی ہے۔ جیسا کہ اوپر یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ہر کام اپنی اصل کے اعتبار سے از روئے شریعت برا نہیں ہوتا جب تک اس میں قرآن و سنت کے خلاف کوئی بات نہ ہو۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ موجودہ محفل میلاد النبی ﷺ، محفل نعت مصطفیٰ ﷺ اور جشن میلاد النبی ﷺ کے جلوس میں کون سی غیر شرعی اور غیر اسلامی بات ہے۔ آئندہ سطور میں ہم اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کریں گے کہ موجودہ محفل میلاد، محفل نعت اور جلوس میلاد النبی ﷺ کی اصل زمانہ پاک رسول میں موجود تھی اور خود حضور نبی اکرم ﷺ ایسی محافل میں شرکت فرماتے رہے ہیں اور خود منعقد کرواتے رہے ہیں۔

حضرات گرامی! میں عرض کر رہا تھا کہ ہر نیا کام صرف اس لیے رد کر دینا کہ یہ نیا ہے اور یہ کلیہ صرف محافل میلاد، محفل نعت، جشن میلاد النبی ﷺ کے جلوس اور ایام اولیاء عظام پر لگانا کہاں کی عقل مندی ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا
اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی

نجد یوکلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا
اُف رے منکر یہ بڑھا جوش تعصب آخر
بھیڑ میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا
نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذی شان گیا
ساتھ ہی منشئ رحمت کا قلمدان گیا

جس طرح شریعت اسلام نے بہت سے معاملات کے اساسی تصورات اور اصول بیان کردیئے ہیں لیکن ان کی تفصیل کا انحصار امت مسلمہ کے علماء اور مفسرین پر چھوڑ دیا ہے کہ علماء امت اور آئمہ دین کی اکثریت جس امر پر متفق ہوجائے وہ رحمت عالم ﷺ کے اس قول مبارک کے مطابق بالکل درست اور قرآن وسنت کے تابع ہوتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

ماراہ المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن ،وما راہ المسلمون قبیحا فھو عنداللہ قبیح (مسند امام احمد بن حنبل جلد اول صفحہ ۳۷۹)

جس کام کو (اکثر) مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہوتا ہے اور جس کام کو (اکثر) مسلمان برا خیال کریں وہ عنداللہ بھی برا اور ناجائز ہوتا ہے۔

دوسری حدیث :۔

اسی طرح ابن ماجہ کی یہ حدیث بھی اجماع امت کے حق میں گواہی دے رہی ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ان امتی لاتجمع علی ضلالۃ فاذا رایتم اختلافا فعلیکم

بالسواد الاعظم۔ (سنن ابن ماجہ صفحہ ۲۹۲)

بے شک میری امت گمراہی پر ہرگز متفق نہیں ہو سکتی (اگر بفرض محال) تم کوئی اختلاف دیکھتے ہو تو تمہیں چاہیے کہ ایسی صورت میں سواد اعظم کی طرف رجوع کرو۔

محفل میلاد کی موجودہ صورت اور عہد نبوی ﷺ :۔

محفل میلاد مصطفیٰ ﷺ اور جشن میلاد النبی ﷺ کو تنگ نظر اور بے عقیدہ لوگ صدیوں سے صرف اس لیے تنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں کہ بقول ان کے یہ بعد کی پیداوار ہے اسلیے یہ بدعت ہے اور بدعت بھی ایسی جو ضلالت ہے اور اس کا مرتکب جہنم کا ایندھن ہے (معاذ اللہ) محفل میلاد مصطفیٰ ﷺ کی موجودہ صورتوں کی اصل خود عہد رسالت مآب ﷺ سے ملتی ہے۔

ہر دور میں ہر چیز کی شکل وصورت اور ہیبت تبدیل ہوتی رہتی ہے اور حالات کے مطابق اس چیز کو ادا کیا جاتا ہے۔ جیسے جیسے زمانہ ترقی کرتا جاتا ہے ویسے ویسے سہولیات سے استفادہ ہوتا رہتا ہے۔ سفر کو ہی لے لیں پہلے جو سفر اونٹوں ،گھوڑوں اور پیدل مہینوں میں طے کیا جاتا تھا اب وہ چند دنوں بلکہ چند گھنٹوں کا رہ گیا ہے۔ تیز رفتار سواریاں ،ہوائی جہاز اور دوسرے وسائل نے تمام دنیا کو سمیٹ کر رکھ دیا ہے انسان دنوں میں پوری دنیا کی سیر کر سکتا ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ چونکہ یہ جہاز زمانہ نبوت اور خلافت راشدہ میں نہیں تھے اس لیے ان پر حج وعمرہ وغیرہ کے لیے سفر کرنا بدعت ہے اور ان پر مکہ ومدینہ جانے والوں کا حج وعمرہ اور دیگر عبادات قابل قبول نہیں تو لوگ ایسے شخص کو مجنوں اور دیوانہ ہی کہیں گے۔

اسی پس منظر میں اگر محفل میلاد مصطفیٰ ﷺ کو دیکھیں تو یہ اپنی اصل کے اعتبار سے بالکل حضور نبی اکرم ﷺ کی اپنی سنت ہے۔ موجودہ محفل میلاد مصطفیٰ ﷺ میں ہوتا کیا ہے

۔تلاوت قرآن مجید،نعت مصطفیٰ ﷺ،فضائل وکمالاتِ رحمۃ للعالمین ﷺ اور حمد وثناء رب العالمین اور ختم ودعا۔اس طرح کی محافل خود حضور نبی مکرم ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں بھی منعقد ہوتی تھیں اور حضور ﷺ خود ان محافل میں جلوہ فرما ہوتے تھے اور خود اپنی محفل نعت منعقد کرواتے تھے۔احادیث مبارکہ میں یہ بات موجود ہے کہ حضور ﷺ حضرت حسان بن ثابتؓ کے لیے خود منبر بچھواتے اور حضرت حسانؓ کو فرماتے کہ منبر پر کھڑے ہوکر میری نعت پڑھو تو حضرت حسان بن ثابتؓ حضور ﷺ کی موجودگی میں اپنی عقیدت کے پھول یوں نچھاور کرتے۔

واجمل منك لم ترقط عينى
واحسن منك لم تلد النساء
خلقت مبرا من كل عيب
كانك قد خلقت كما تشاء

یعنی اے محبوب ﷺ چشم فلک نے کہیں بھی اور کبھی بھی آپ ﷺ سے زیادہ حسین و خوبصورت نہیں دیکھا اور نہ کسی عورت نے کسی بھی زمانے میں آپ ﷺ سے زیادہ حسین وجمیل بچہ جنا ہے۔اور یارسول اللہ ﷺ پیدا کرنے والے نے آپ ﷺ کو ہر نقص وعیب سے پاک ومبرا پیدا فرمایا ہے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی تخلیق ایسے کی گئی ہے جیسے آپ ﷺ کی مرضی تھی۔

پیارے مصطفیٰ ﷺ اپنے اس عاشق صادق کے کلام کو سنتے اور خوب محظوظ ہوتے اور حضرت حسانؓ کے لیے دعا فرماتے۔

اللهم ايده بروح القدس ۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۰۲)

اے اللہ حسان بن ثابتؓ کی تائید ونصرت روح القدس کے ذریعے سے فرما۔

رخ مصطفیؐ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا کوئی اور آئینہ

نہ ہماری چشم خیال میں نہ دوکان آئینہ ساز میں

دوسری روایت:۔

صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۹۰۸ پر مسلمہ بن اکوعؓ سے حدیث نقل ہے آپ فرماتے ہیں کہ ایک رات ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف جا رہے تھے کہ ایک شخص نے میرے بھائی عامر ابن اکوعؓ کو جو کہ اس وقت کا ایک بلند پایہ شاعر تھا سے کہا آج آپ ہمیں اپنا کچھ کلام سنائیں، وہ اونٹ سے اترے اور شعر پڑھنے لگے جن میں سے دو یہ بھی تھے۔

اللھم لولا انت ما اھتدینا

و لا تصد قنا و لا صلینا

فاغفر فدی لک ما اقتضینا

و ثبت الا قدام ان لاقینا

اے پروردگار اگر تو ہمارا شامل حال نہ ہوتا تو ہم ہرگز ھدایت نہ پاسکتے نہ ہی ہم ایمان کی تصدیق کرتے اور نہ نماز قائم کرسکتے۔ میں تجھ پر فدا جب تک ہم حضور اکرم ﷺ کے پیروکار رہیں ہمیں جہاد میں ثابت قدم رکھ۔ یہ اشعار سن کر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

من ھذا السائق فقالوا عامر ابن اکوع فقال یرحمه الله

یہ اونٹنی چلانے والا کون ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کی عامر ابن اکوع ہیں تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرمائے۔

تیسری روایت:۔

نبی رحمت شفیع دو عالم ﷺ کا یہ معمول مبارک تھا کہ جب بھی آپ ﷺ سفر سے واپس تشریف لاتے تو اپنے شانہء اقدس میں جانے سے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نفل ادا فرماتے۔ ایک مرتبہ جب حضور رحمت عالم ﷺ کئی ماہ مدینہ طیبہ سے باہر رہنے کے بعد حسب معمول مسجد میں تشریف لائے اور نفل پڑھنے سے فارغ ہوئے تو حضور نبی اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے آپ ﷺ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا ہے اگر اجازت ہو تو پیش کروں حضور ﷺ نے فرمایا۔

قل لا يفضض الله فاك سناؤ اللہ تمہارے منہ کو سلامت رکھے تو آپ نے یہ اشعار پڑھنے شروع کیے۔

وانت لما ولدت اشرقت الارض

فضا ء ت بنو ر ك ا لا فق

فنحن في ذلك الضياء وفي النور

و سبل ا لر شا د نختر ق

و ر د ت نا ر ا لخليل مكتتما

في صلبه ا ء نت كيف يحتر ق

(ابن کثیر السیرۃ النبویۃ جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۵)

اے محبوب رب اللعالمین جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو ساری زمین کا ذرہ ذرہ روشن ہو گیا اور آسمان کے کنارے بھی آپ ﷺ کے نور سے جگمگانے لگے۔

اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ضیاء، ونور میں ھدایت کی منازل کو طے کررہے ہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم خلیل اللہ کے لیے بھڑکائی گئی آگ میں تشریف لے گئے، ان کے قلب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور تھا۔ آگ کی کیا مجال تھی کہ ان کو جلا سکے۔

حضرات گرامی! غور کریں کہ یہ محفل میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں تو اور کیا ہے جس کی صدارت رحمتہ للعالمین آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں اور حاضرین میں صحابہ کرام موجود ہیں اور نعت پڑھنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ ہیں۔ اب بھی اگر کوئی نہ مانے تو

مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے، نہ مٹے گا، کبھی چرچا تیرا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

چوتھی روایت:۔

میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منانے کے سلسلہ میں چوتھی روایت پیش خدمت ہے۔ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں

عن ابی الدرداءؓ انہ مرمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی بیت عامر الانصاری وکان یعلم وقائع ولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم لابنائہ وعشیرتہ ویقول ھذا لیوم ،ھذا الیوم فقال علیہ السلام ان اللہ فتح لک ابواب الرحمۃ والملئکۃ کلھم یستغفرون لک من فعل فعلک یحل بحالک ۔ (تنویر فی مولد البشیر)

حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دن میرا گزر حضرت عامر انصاریؓ کے مکان کی طرف ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ وہ اپنے کنبہ والوں اور اپنے بیٹوں کو

ولادت مصطفیٰ ﷺ کے واقعات سنا رہے تھے اور کہہ رہے تھے یہی دن تھا (پیر کا دن) آپ ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں اور سب فرشتے تمہارے لیے بخشش کی دعا مانگتے ہیں۔ جو شخص بھی تمہارے جیسا کام (ذکر ولادت) کرے گا اسے تمہارے جیسا اجر و ثواب ملے گا۔

حضرات گرامی! آپ نے دیکھا کہ پیارے نبی ﷺ کے سامنے آپ کی ولادت کا ذکر ہو رہا تھا۔ آپ ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ تم شرک و بدعت کر رہے ہو، بلکہ آپ ﷺ نے اس امر پر خوشی کا اظہار فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و بخشش کی بھی نوید سنائی اور صرف یہ اجر حضرت عامر انصاریؓ کے لیے ہی مخصوص نہیں فرمادیا بلکہ ہر اس خوش قسمت انسان کو اس اجر کا مستحق قرار دے دیا جو ذکر میلاد مصطفیٰ ﷺ کرے۔

عید میلادالنبیؐ پر خوب خوشیاں کیجئے
رحمت و بخشش کے دن بخشش کا ساماں کیجئے
صاف ہے قرآن میں فرمان حق فلیفرحوا
کوئی کچھ کہتا رہے تعمیل فرماں کیجئے

پانچویں روایت:۔

''تنویر فی مولا البشر'' کے حوالے سے سید احمد محمد دیدار علی اپنی تصنیف رسول الکلام من کلام سید الانام فی بیان المولا والقیام میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے ایک روایت بیان فرمائی ہے، روایت ہے

عن ابن عباس انه کان یحدث ذات یوم فی بیته وقائع ولا

دته لقوم فیستبشرون ویحمدون الله تعالیٰ ویصلون علیه الصلوٰۃ والسلام فاذاجاء النبی ﷺ قالت حلت لکم شفاعتی۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ ایک دن لوگوں کے سامنے اپنے گھر میں حضور ﷺ کی ولادت کے واقعات بیان فرمارہے تھے اور اظہار مسرت وخوشی کر کے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور پیارے مصطفیٰ ﷺ پر درود وسلام بھیج رہے تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ بھی اچانک وہاں پر تشریف لے آئے اور دیکھ کر فرمایا میری شفاعت تمہارے لیے حلال ہوگئی ہے۔

عزیزانِ گرامی! دیکھا آپ نے کہ میلاد مصطفیٰ ﷺ منانے کی اصل زمانہ پاک رسول ﷺ میں موجود ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے ذکر میلاد خود منایا اور حضور ﷺ کے سامنے منایا اور حضور ﷺ نے خود سنا۔ اور یہ نہیں کہا کہ تم یہ بدعت کر رہے ہو اور بدعت بھی ایسی جو ضلالت ہو اور ضلالت کی وجہ سے فی النار ہو جاؤ گے۔ نہیں نہیں، بلکہ آپ نے کہیں پر فرمایا اے نعت مصطفیٰ ﷺ پڑھنے والے اللہ تمہارے منہ کو سلامت رکھے، کہیں فرمایا اے میلاد مصطفیٰ ﷺ منانے والے اللہ کی رحمت کے دروازے تم پر کھل گئے اور سب فرشتے تمہارے لیے رحمت وبخشش کی دعا مانگتے ہیں۔ کہیں فرمایا اے نعت رسول خدا ﷺ پڑھنے والے اللہ تیری جبرائیل امین سے مدد فرمائے اور کہیں میلاد النبی ﷺ منعقد کرنے پر فرمایا تمہارے لیے میری شفاعت حلال ہوگئی اور یہ تمام انعامات وکرامات صرف ان لوگوں کے لیے ہی مخصوص نہیں فرمادیئے جو عہد نبوی میں میلاد النبی ﷺ کے جلسے وجلوس منعقد کرتے تھے بلکہ ہر اس شخص کو اس کا حقدار قرار دے دیا جو رہتی دنیا تک یہ عمل کرتا رہے۔

مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائینگے اعداء تیرے

نہ مٹا ہے، نہ مٹے گا، کبھی چرچا تیرا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خوشی کا جلوس اور عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم :۔

گزشتہ سطور میں ہم نے یہ بیان کیا کہ جلسہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خود منعقد کیا اب ہم یہاں پر یہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں جلوس نکالتے ہیں کیا یہ بھی عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا اور اگر تھا تو کیا حضور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ناجائز تو قرار نہیں دیا؟

برادران اسلام۔۔۔ مسلم شریف میں باب الہجرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں ہجرت فرما کر جانے کے واقعہ میں لکھا ہے کہ جب اہل مدینہ کو پیارے مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کی طرف روانگی کی اطلاع ملی تو مدینہ کے اہل ایمان جوان، بوڑھے، بچے سب جلوس کی شکل میں صبح شہر کے بیرونی راستے پر پہنچ جاتے اور پیارے مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا انتظار شروع کر دیتے اور شام تک رستے میں بیٹھے انتظار کرتے رہتے اور شام کے بعد واپس لوٹ آتے ۔اہل مدینہ کا یہ روزانہ کا معمول تھا اور جب شفیع دو عالم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو شرف میزبانی بخشا تو ہر فرد خوشی سے جھوم اٹھا۔ بچے، جوان، بوڑھے ہر کوئی آمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں سرشار تھا۔ سب کے سب جلوس کی صورت میں استقبال کرنے کے لیے جمع ہیں ۔عورتیں اور بچیاں اپنے اپنے گھروں کی چھتوں پر دف بجا بجا کر اپنی خوشی کا اظہار کر رہی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش آمدید کہہ رہی تھیں ۔اس وقت مدینہ منورہ میں ایسا شاندار اور پر جوش جلوس تھا کہ عہد حاضر میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ حدیث شریف کے الفاظ ہیں،

فصعد الرجال والنساء فوق البیوت وتفرق الغلمان والخدام فی الطرق ینادون یا محمد۔ یارسول اللہ ۔ یامحمد یارسول اللہ ﷺ ۔ (صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۴۱۹)

مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے۔ بچے اور خدام راستوں میں پھیل گئے (یہ سب لوگ با آواز بلند) کہہ رہے تھے یا محمد۔ یارسول اللہ ﷺ ۔ یا محمد۔ یارسول اللہ ﷺ بچیاں اپنے ہاتھوں میں دف لے کر انھیں بجاتیں اور ساتھ ساتھ خوشی کے نغمے گاتی جاتیں۔

طلع البدر علینا من سنیة وداعِ

وجب الشکر علینا مادع للہ داعِ

☆☆☆اور☆☆☆

نحن بنات بنی نجاری

واحبذ محمد بالجاری

اس کا ترجمہ حفیظ جالندھری نے اس طرح کیا ہے کہ

ہم ہیں بچیاں نجار کے عالی گھرانے کی

خوشی ہے آمنہ کے لال کے تشریف لانے کی

دوسرا واقعہ:۔

حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ فتح مکہ کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب ہم پیارے مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ایک عظیم الشان جلوس کی صورت میں مکہ مکرمہ میں داخل

ہوئے تو حضرت ابن عباسؓ با آواز بلند جلوس کے آگے آگے اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثناء اور پیارے مصطفیٰ ﷺ کی نعت بیان کررہے تھے۔

یہ عظیم الشان جلوس رحمۃ للعالمین ﷺ کی قیادت میں اس شان کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوا کہ وہی سرداران قریش جو پہلے مسلمانوں کو تنگ کیا کرتے تھے انہیں طرح طرح کی تکالیف دیا کرتے تھے اب وہ چھپتے پھر رہے ہیں اور وہی مسلمان جن کے لیے زمین مکہ تنگ کردی گئی تھی فاتحانہ انداز میں مکہ میں داخل ہورہے ہیں۔ اس موقع پر فاتح فوج کے کمانڈر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا کریمانہ عمل بھی دیکھیں کہ عام فاتح کی طرح نہ انتقام لیا جارہا ہے نہ قتل وغارت کا بازار گرم ہورہا ہے، نہ لوٹ مار اور نہ ہی انسانی حقوق کی پامالی۔ بلکہ بدترین دشمن ابوسفیان کے گھر بھی جائے امان بنادیا جارہا ہے۔ صحابہ کرامؓ عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ انہیں لوگوں نے ہمیں اپنے وطن سے نکالا۔ ہمیں ہجرت پر مجبور کیا۔ دوسرے ملکوں میں بھی ہمیں چین سے جینے نہ دیا۔ ہمارے مال ودولت ہر چیز پر قبضہ کرلیا۔ اس لیے ان سے انتقام لیا جائے۔ مگر رحمۃ اللعالمین ﷺ آقا کے الفاظ تھے۔

لا تثریب علیکم الیوم۔ آج تم سے کوئی باز پرس نہیں۔ اگر کوئی اپنے گھر میں بیٹھا رہے اسے بھی امان جو بیت اللہ شریف میں آجائے اسے بھی امان ہے اور بدترین دشمن اسلام ابوسفیان کے گھر میں بھی پناہ لے لے اسے بھی امان ہے پوری تاریخ عالم میں ایسی مثال نہیں ملتی،

دوستاں را کجا کنی محروم

تو کہ با دشمناں نظر داری

حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کا ارشاد میلاد النبی ﷺ کے بارے میں:

قال ابو بکر الصدیقؓ من انفق درھما علی قراءۃ مولدالنبی ﷺ کان رفیقی فی الجنۃ۔

ترجمہ: حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا، جس نے میلاد مبارک پڑھنے پر ایک روپیہ خرچ کیا تو وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا۔ **(نعمۃ الکبریٰ)**

حضرت عمر فاروقؓ کا ارشاد:۔

وقال عمرؓ من عظم مولدالنبی ﷺ فقد احیا الاسلام

(نعمۃ الکبریٰ)

ترجمہ: اور فرمایا حضرت سیدنا عمر فاروق اعظمؓ نے جس نے میلاد النبی ﷺ کی تعظیم کی، بے شک اس نے اسلام کو زندہ کیا۔

حضرت عثمان غنیؓ کا ارشاد:۔

وقال عثمانؓ ومن انفق درھما علی قرأۃ مولد انبی ﷺ فکا نما شھد غزوۃ بدرو حنین۔ (نعمۃ الکبریٰ)

ترجمہ: فرمایا حضرت سیدنا عثمانؓ نے جس نے ایک روپیہ میلاد النبی ﷺ پر خرچ کیا تو گویا وہ جنگ بدر اور حنین میں حاضر ہو کر شریک جنگ ہوا۔

حضرت مولا علیؓ کا ارشاد:۔

وقال علیؓ کرم اللہ تعالیٰ وجہ من عظم مولد ﷺ

وکان سببنا قراءۃ لا یخرج من الدنیا الا بالایمان وید خل الجنۃ بغیر حساب (نعمۃ الکبریٰ)

ترجمہ: اور فرمایا حضرت سیدنا علیؓ نے جس نے میلاد النبی ﷺ کی تعظیم کی اور وہ میلاد پاک پڑھنے کا سبب ہے تو وہ شخص دنیا سے ایمان کے ساتھ جائے گا اور جنت میں بے حساب داخل ہوگا۔

حضرت حسن بصریؓ ارشاد:۔

وقال حسن البصریؓ وددت لوکان لی مثل جبل احد ذھبا فانفقتہ علی قراءۃ مولد النبی ﷺ (نعمۃ الکبریٰ)

ترجمہ: فرمایا حضرت سیدنا حسن بصریؒ نے مجھے یہ بہت ہی محبوب ہے کہ اگر میرے پاس پہاڑ احد جتنا سونا ہوتا تو میں سارا سونا محبوب رب العلمین ﷺ کے میلاد مبارک پر خرچ کردیتا۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد:۔

وقال جنید البغدادی قدس اللہ تعالیٰ سرہ من حضر مولد النبی ﷺ وعظم قدرہ فقد فاز بالایمان

(نعمۃ الکبریٰ)

ترجمہ: حضرت سیدنا جنید بغدادی قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے فرمایا کہ جو میلاد النبی ﷺ پر حاضر ہوا اور میلاد مبارک کی تعظیم کی بے شک ایمان کے ساتھ فائز ہوا۔

حضرت معروف کرخیؒ کا ارشاد:۔

وقال معروف الکرخی قدس سرہ' من ھیا طعامالا جل قرأۃ مولدالنبی ﷺ وجمع اخوانا واوقد سراجا ولبس جدید اوتبخیر وتعطر تعظیما۔ لمولد النبی ﷺ حشرہ اللہ یوم القیامۃ مع الفرقۃ الاولیٰ من النبین وکان فی اعلیٰ علیین۔ (نعمۃ الکبریٰ)

ترجمہ: اور فرمایا حضرت معروف کرخی قدس اللہ تعالیٰ سرہ' نے جس نے تیار کیا طعام میلاد النبی ﷺ پڑھنے کیلئے اور جمع کیا مسلمان بھائیوں کو اور روشن کئے چراغ اور نئے کپڑے پہنے اور خوشبو لگائی اور عطر لگائی میلاد النبی ﷺ کی تعظیم کے لئے اللہ تعالیٰ اس کو محشر کے دن انبیاء کے قدموں میں جگہ عطا فرمائے گا۔ اور اعلیٰ علیین میں ہوگا۔

امام فخر الدین رازی کا ارشاد:۔

وقال وحید عصرہ فریددھرہ الامام فخرالدین الرازی مامن شخص قراء مولد النبی ﷺ علی ملح اوبراوشئی من الماکولات الاظھرت فیہ البرکۃ وفی کل شئی وصل الیہ من ذالک الماکول فانہ یضطرب ولا یستقرحتی یغفراللہ لاکلہ وان قری مولد النبی ﷺ علی ماء فمن شرب من ذالک الماء دخل قلبہ' ایف نور ورحمۃ o وخرج منہ الف غل وعلۃ ولا لیموت ذالک القلب یوم

تموت القلوب ٥ومن قراء مولدالنبی ﷺ علی دراهم مسكوكة فضة كانت اوذهبا وخلط تلك الدراهم بغيرها وقعت فيه البركة ولا يفتقرضا حبها ولا تفرغ يده ببركة النبی ﷺ۔ (نعمۃ الکبریٰ)

ترجمہ: اور فرمایا وحید عصر فرید الدھر امام فخر الدین رازیؒ نے جو شخص بھی نمک یا گندم یا اور کسی کھانے کی چیز پر میلاد پاک پڑھے تو اس چیز میں اس قدر برکت ہوگی کہ اس چیز کے کھانے والے کو بے شمار برکت پہنچے گی اور وہ چیز اس وقت تک بے قرار رہے گی اور سکون اختیار نہ کرے گی جب تک اس چیز کے کھانے والے کو اللہ تعالیٰ بخش نہ دے۔ اور میلاد پاک پانی پر پڑھا گیا تو جس نے بھی وہ پانی پیا اس کے دل میں ہزار نور اور ہزار رحمتیں داخل ہونگی۔ اور ہزار میلیں اور ہزار بیماریاں نکل جائیں گی۔ اور جس دن بہتوں کے دل مردہ ہونگے وہ دل زندہ رہے گا۔ اور جس نے میلاد پاک پڑھا سونے چاندی کے سکوں درہموں دیناروں پر تو وہ درھمیں اور دینار دوسرے مالوں کے ساتھ مل گئے تو ان دوسرے مالوں میں بھی برکت ہوگی۔ اور ان مالوں والا کبھی محتاج نہ ہوگا۔ اور اس کا ہاتھ کبھی مال سے خالی نہیں ہوگا۔ ساتھ نبی اکرم ﷺ کی برکت کے۔

امام شافعیؒ کا ارشاد:۔

وقال الشافعیؒ من جمع لمولدالنبی ﷺ اخوانا وهيأ طعاما داخلی مكانا وعمل احسان وسارسببا لقراء ته بعثه الله يوم القيامة مع الصديقين وشهداء والصالحين

ویکون فی جنات النعیم۔ (نعمۃ الکبریٰ)

ترجمہ: اور فرمایا حضرت امام شافعیؒ نے جس نے میلاد پاک کے لئے مسلمان بھائیوں کو جمع کیا اور کھانا تیار کیا اور مکان سجایا اور سارے انتظام بڑے اچھے کیے اور وہ شخص میلاد پاک کے قائم کرنے کا سبب بنا تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین کے ساتھ اٹھائے گا۔ اور وہ جنت النعیم میں ہوگا۔

حضرت سری سقطیؒ کا ارشاد :۔

وقال السری السقطی قدس اللہ سرہ من قصد موضعا یقراء فیہ مولد النبی ﷺ فقد قصد روضۃ من ریاض الجنۃ لانہ ماقصد ذالک الموضع النبی ﷺ ٥ وقد قال ﷺ من احبنی کان معی فی الجنۃ۔ (نعمۃ الکبریٰ)

ترجمہ: اور فرمایا سری سقطی قدس اللہ سرہ نے جس نے میلاد پاک کے پڑھنے کے لئے جگہ کا قصد کیا بے شک اس نے جنت کے باغوں میں سے باغ کا قصد کیا۔ اس لیے کہ اس نے نبی اکرم ﷺ کی محبت کے لیے میلاد پاک کا قصد کیا ہے اور فرمایا حضور نبی اکرم ﷺ نے جو مجھے سب سے زیادہ محبوب جانتا ہے وہ میری خدمت میں جنت میں ہوگا۔

امام جلال الدین سیوطیؒ کا ارشاد :۔

وقال سلطان العارفین الامام جلال الدین السیوطی قدس اللہ سرہ ونور ضریحہ فی کتابہ المسمی بالوسائل فی شرح الشمائل مامن بیت اومسجد اومحلۃ

قراء فیه مولدالنبی ﷺ الاحفت الملائکة ذالك البیت اوالمسجد اولمحلة وصلت الملائکة علی اهل ذالك المکان وعمهم الله تعالیٰ بالرحمة والرضوان ٥واما المطوقون بالنور یعنی جبرائیل ومیکائیل واسرافیل وعزرائیل علیهم السلام فانهم یصلون علی من کان سبب قراء ة مولدالنبی ﷺ ٥قال ایضا مامن مسلم قراء فی بیته مولدالنبی ﷺ الارفع الله سبحانه وتعالیٰ القحط والوباء والحرق والغرق والافات والبلیات والبغض والحسدوعین السوء واللصوص عن اهل ذالك البیت فاذ امات هون الله تعالیٰ علیه جواب منکرونکیر ویکون فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر٥ (نعمۃ الکبریٰ)

ترجمہ: اور فرمایا سلطان العارفین امام جلال الدین سیوطی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ ونور ضریحہٗ نے اپنی کتاب مسمیٰ بالوسائل فی شرح الشمائل میں جس کسی کمرے یا مسجد یا محلہ میں میلاد مبارک نبی اکرم ﷺ کا پڑھا جائے اس کمرے یا مسجد یا محلہ کو فرشتے اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور فرشتے جو نور کے ساتھ آراستہ کیے گئے ہیں یعنی جرائیل ،میکائیل ،اسرافیل ،عزرائیل علیہم السلام بے شک وہ رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔اس کے لئے جو میلاد پاک پڑھنے کا سبب ہو،اور فرمایا جلال الدینؒ نے کوئی بھی مسلمان جو اپنے گھر میں میلادالنبی ﷺ پڑھے تو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس گھر سے قحط کو اور وباء کو اٹھا دیتا ہے۔اور جلنے اور غرق ہونے اور آفتوں اور بلاؤں کو بغض اور حسد اور بری آنکھ کو اور چوروں کو اس گھر سے

اٹھالیتا ہے اور جب وہ مسلمان فوت ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے لئے منکر نکیر کا جواب آسان کریگا۔

حضرت علامہ امام ابن حجرؒ کا ارشاد :۔

جس دن اللہ تعالیٰ نعمت دے کر احسان کرے اس دن شکر کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کا شکر اقسام عبادات مثلاً سجدہ، قیام، صدقہ، نماز، اور تلاوت کے ساتھ حاصل ہوتا ہے ۔حضور اکرم ﷺ کا ظہور سب سے بڑی نعمت ہے، تو اس لئے لائق ہے کہ خاص یوم ولادت سرور کونین ﷺ کو خوشی منائی جائے اور شکر بجالایا جائے۔ (الحاوی)

حضرت امام قسطلانیؒ کا ارشاد :۔

حضور اکرم ﷺ کے پیدائش کے مہینہ میں اہل اسلام ہمیشہ سے محفلیں منعقد کرتے چلے آرہے ہیں اور خوشی کے ساتھ کھانا پکاتے رہے ہیں اور ان راتوں میں انواع واقسام کی خیرات کرتے رہے ہیں اور مسرت کا اظہار کرتے چلے آئے ہیں اور نیک کاموں میں ہمیشہ زیادتی کرتے چلے آئے ہیں۔حضور اکرم ﷺ کی مولد شریف کی قرآت کا اہتمام خاص کرتے چلے آئے ہیں جس کی برکتوں سے ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا رہا ہے۔اس کے خواص سے یہ عمل مجرب ہے کہ انعقاد محفل میلاد اس سال میں موجب امن وامان ہوتا ہے اور ہر مقصود ومراد پانے کے لئے جلدی آنے والے کو خوشخبری ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر بہت رحمتیں فرمائے۔جس نے ماہ میلاد مبارک کی ہر رات کو عید بنالیا تاکہ یہ عید میلاد سخت ترین علت ومصیبت ہوجائے اس شخص کے لئے جس کے دل میں مرض وعناد ہے۔

(مواہب اللدنیہ)

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کا ارشاد:۔

اللہ در فتویٰ مولود خوشتہ الذکر در تمام سال دومجلس درخانہ فقیر منعقد میشود۔ مجلس ذکر مولود شریف ومجلس ذکر شہادت حسنینؓ اول کرمردم روز عاشورہ یا یکدروز پیش ازیں قریب جہاد صد یا پانصد کس بلکہ قریب ہزار کس وزیادہ از آن فراہم مے آیندو درود میخوانند بعداز آن کہ فقیر می آیدمے نشیند وذکر فضائل حسنین کریمینؓ کہ در حدیث شریف وارد شدہ دربیان می آید وآنچہ دراحادیث اخبار شہادت این بزرگان وتفصیل بعض حالات وبد امالیقاتلان ایشان واردشدہ نیز بیان کردہ میشود ودرین ضمن بعضی مرثیہا از غیر مردم یعنی جن وپری کہ حضرت ام سلمہؓ ودیگر صحابہؓ شنیدہ اندنیز مذکور کردہ میشورد وخوابہائے متوحش کہ حضرت ابن عباس ودیگر صحابہؓ دیدہ اند ودلالت فرط اندوہ بروح مبارک حضرت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم می کنند مذکورمی شوندوبعداز آن ختم قرآن وپنج آیت خواندہ برماحضرفاتحہ نمودہ مے آید ودریں بین اگر شخصے خوش الحان سلام می خواندیا مرثیہ مشروع اکثرحضار مجلس وایں فقیر راہم رقت دبکا لاحق

میشود واینست قدریکه بعمل مے آید پس این چیز ھانز د فقیر بھمیں وضع که مذکور شدند جائز نمی بودند اقدام بر آں اصلاً نمیکرد۔

باقی ماند مجلس مولود شریف پش حالش اینست که بتاریخ دوازدھم شھر ربیع الاول ھمیں که مردم موافق معمول سابق فراھم شوندودرخوانده درود شریف مشغول شوندوفقیر مے آید اولا بعضے از احادیث شریف فضائل آنحضرت ﷺ مذکور میشود بعد آز آن ذکر ولادت باسعادت ونبذی ازحال رضاع وحلیله شریف وبعضے از آثارکه درین آوان بظهور آمد بمعرض بیان مے آید پستر برماحضر از طعام یا شرنیی فاتحه خوانده تقسیم آن بحاضرین مجلس میشود انتھی (وجیز الصراط)

ترجمہ: حضرت سیدنا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے اپنے فتویٰ مولود شریف میں لکھا ہے کہ پورے سال میں دو مجلسیں اس فقیر کے اپنے گھر میں منعقد ہوتی ہیں۔ایک مجلس ذکر مولود شریف اور دوسری مجلس ذکر شہادت حسنین کریمینؓ۔

پہلی مجلس کہ آدمی عاشورہ کے دن یا ایک دو دن عاشورہ سے پہلے قریباً چار سو یا پانچ سو شخص بلکہ قریب ۱۰۰۰ ہزار شخص یا اس سے بھی زیادہ جمع ہو جاتے ہیں اور درود پاک پڑھتے ہیں۔اس کے بعد فقیر آکر بیٹھ جاتا ہے اور ذکر فضائل حسنین کریمینؓ کہ در حدیث شریف وارد ہوئی ہیں ان کو بیان کرتا ہوں اور وہ جو حدیثوں میں ان بزرگوں کی شہادت کی خبریں اور

بعض حالات کی تفصیل اوران حضرات کے قاتلوں کی بدحالی اورحالات ان بدبختوں کے جو وارد ہوئے ہیں ان کو بھی بیان کرتا ہوں اوراسی ضمن میں بعضے مرثیے جو علاوہ مردوں کے یعنی جنوں اور پریوں کے جو حضرت سیدنا ام سلمہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ نے سنے ہیں وہ بھی بیان کئے جاتے ہیں۔ اور وحشت والے خواب جو حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس اور دوسرے صحابہ کرامؓ نے دیکھے ہیں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روح مبارک کے غم کی زیادتی پر دلالت کرتے ہیں وہ بھی ذکر کئے جاتے ہیں اس کے بعد قرآن مجید کا ختم اور پنج آئتیں پڑھ کر جو طعام وغیرہ حاضر ہو اس پر فاتحہ پڑھی جاتی ہے اور اس کے درمیان اگر کوئی شخص خوش الحان ہو سلام پڑھتا ہے یا مرثیہ جو شرعاً جائز ہے پڑھتا ہے کہ اکثر حاضرین مجلس اور خود مجھ و رقت وبکا لاحق ہوتا ہے پس اس قدر مجلس ذکر شہادت میں عمل کیا جاتا ہے۔ پس اگر یہ کام یہ چیزیں میرے نزدیک اسی وضع اور طریق کے ساتھ جو ذکر کیا گیا ہے جائز نہ ہوتیں تو ہرگز ان چیزوں پر اقدام نہ کیا جاتا اور یہ چیزیں نہ میں خود کرتا۔

باقی رہی مجلس مولود شریف تو حال اس کا یہ ہے کہ ماہ ربیع الاول شریف کی ۱۲/ تاریخ کو پہلے معمول کے موافق سب لوگ یعنی ہزار بلکہ اس سے بھی زیادہ جمع ہو جاتے اور درود شریف پڑھنے میں مشغول ہو جاتے اور یہ فقیر (یعنی شاہ عبدالعزیز صاحب) آکر پہلے بعضی وہ حدیثیں مبارکہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل مبارکہ میں ہیں مذکور ہوتیں اور اس کے بعد ذکر ولادت باسعادت اور کچھ حال رضاع کا اور حلیہ مبارک اور بعضے معجزات جو ان وقتوں میں ظہور میں آئے وہ بھی بیان کئے جاتے اس کے بعد جو کچھ حاضر ہوتا طعام یا شیرینی اس پر فاتحہ پڑھ کر جیسے شہادت کے ذکر میں بیان ہو چکا۔ حاضرین مجلس میں وہ طعام یا شیرینی تقسیم ہوتی ہے۔

باب سوم
میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم منانا
سنتِ رب العالمین ہے

خدا نے سب سے پہلے جلسہ میلاد منعقد کیا:۔

میلاد النبی ﷺ منانا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے، بلکہ یہ سنت مصطفیٰ ﷺ، سنت انبیاء علیہم السلام، سنت صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سنت مسلمین بھی ہے۔ان پانچوں سنتوں کو ترتیب کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے

میلاد منانا سنت رب العالمین:۔

ہر چیز کو بنانے سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے نور مصطفیٰ ﷺ کو اپنے نور سے تخلیق کیا "**کنت کنز مخفیا فا احببت ان اعرف فخلقت نور محمد** ﷺ" یعنی میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے پسند کیا کہ مجھے جانا جائے تو میں نے نور مصطفیٰ ﷺ کو تخلیق کیا۔اور جب اللہ تعالیٰ نے اس زمین پر اپنا نائب بنانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق کیا، اور تمام ارواح کو اکٹھا کر کے پہلے جلسہ توحید کیا اور پھر میلاد مصطفیٰ ﷺ کا جلسہ منعقد کیا۔

جلسہ توحید:۔

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

واذ اخذ ربك من بنی آدم من ظهورهم ذريتهم و اشهد هم علی انفسهم الست بربكم (پارہ ۹ سورۃ اعراف آیت ۱۷۱)

ترجمہ: اور اے پیارے محبوب ﷺ وہ وقت یاد کیجئے جب نکالا آپ کے رب نے آدم کی پشت سے انکی نسل کو اور گواہ بنایا خود ان کو ان کے نفس پر اور پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں۔

حضرات گرامی:۔ جب اللہ تعالیٰ نے زمین میں اپنا نائب بنانے کا ارادہ کیا تو حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا، پھر حضرت آدم علیہ السلام کی فرمائش پر حضرت حوا سلام

اللہ علیہا کو تخلیق فرمایا یہ جوڑا مدت معین تک جنت میں رہا اور پھر زمین پر بھیج دیا گیا، حضرت آدم علیہ السلام کو سراندیپ پہاڑ جو کہ ہندوستان میں کولمبو کے پاس ہے وہاں پر اتارا اور حضرت حوا کو جدہ میں اتارا، تین سو سال کی جدائی کے بعد ان دونوں ہستیوں کی ملاقات میدان عرفات میں کوہ نعمان کے پاس ہوئی، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پشت پر اپنا دست قدرت پھیرا تو آپ کی تمام اولاد چیونٹیوں کی طرح آپ کی پشت سے نکل آئی، یہاں تک اس وقت سے لے کر قیامت تک جتنے بھی انسان اس دنیا میں آنے والے تھے تمام کے تمام کی ارواح آپ کے سامنے میدان عرفات میں حاضر ہو گئیں ان میں انبیا بھی تھے، رسل بھی، صالحین بھی تھے، متقین بھی، صدیقین بھی تھے شہداء بھی، کفار بھی تھے منکر بھی، اپنے بھی تھے بیگانے بھی، المختصر ازل سے لیکر اب تک آنے والا ہر انسان وہاں موجود تھا۔ انبیاء کی ارواح چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہیں تھیں، اہل ایمان کی ارواح ایسی سفید تھیں جیسے دودھ اور کفار کی ارواح ایسی سیاح تھیں جیسے کالا کپڑا، پھر ان تمام ارواح کے سامنے اللہ تعالیٰ نے ایک سوال رکھا "**الست بربکم**" کیا میں تمہارا رب نہیں؟ حضرت آدم اور تمام اولاد آدم بشمول انبیاء و رسل ہیبت الٰہی سے خاموش کسی میں جواب دینے کی سکت نہیں یہاں پھر بھی میرے اور آپکے غمخوار آقا رحمت دو عالم ﷺ نے سب کی مشکل کشائی کی، حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب خصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ 11 پر فرماتے ہیں "**کان محمد صلی اللہ علیہ سلم اول من قال بلیٰ**"

یعنی سب سے پہلے رب العزت کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے اور بلیٰ کہنے والے ہمارے پیارے آقا جناب محمد مصطفیٰ ﷺ تھے۔ اسے قرآن مجید نے یوں بیان کیا ہے۔

لا شریك له و بذالك امرت و انا اول المسلمین۔

(پارہ ۸ سورۃ انعام آیت ۱۶۳)

ترجمہ:۔اس ذات کا کوئی شریک نہیں اور مجھے یہی حکم ہوا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان ہوں

جب پیارے مصطفی ﷺ نے بلیٰ کا اقرار کیا تو پھر تمام ارواح نے ایک زبان ہوکر جواب دیا" **قالو بلیٰ شھدنا**" کیوں نہیں تو ہی ہمارا رب ہے اور ہم اس پر گواہ ہیں۔

الست بربکم والا وعدہ کیوں لیا:۔

معزز حاضرین کرام اب ذہن میں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے الست بربکم والا وعدہ تمام ارواح سے کیوں لیا، جب وہ سب کا مالک ہے رازق ہے مختار ہے، پرور دگار ہے، تو اسے کیا ضرورت ہے کہ وہ لوگوں سے اپنے رب ہونے کا اقرار کروائے، کوئی مانے یا نا مانے اسے کیا فرق پڑتا ہے، علماء کرام اور مفسرین عظام نے یہاں پر یہ نقطہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادہ ہے اسے بندے کی فطرت کا پتہ ہے کہ یہ زمین میں جا کر چاند، سورج، ستاروں کو اپنا معبود بنالے گا، اگر آگ اچھی لگی تو اس کی عبادت، پانی جوبن پر آیا تو اس کی عبادت، کوئی پتھر اچھا لگا تو اسے معبود اس سے دل بھر گیا تو نیا معبود ڈھونڈ لیا، المختصر لوگ بے شمار معبود بنا کران کی عبادت کرنے لگیں گے اور کل قیامت کے دن یہ عذر پیش کریں گے

اوتقولو اانما اشرك اباؤنا من قبل و كنا ذرية من بعد هم افتهلكنا بما فعل المبطلون (پارہ ۹ سورۃ اعراف آیت ۱۷۲)

یا یہ نہ کہو کہ شرک تو ہمارے باپ دادا نے کیا تھا جو ہم سے پہلے تھے اور ہم تو ان کے بعد آئے ہیں، تو ہمیں ہلاک کرتا ہے اس شرک کے سبب سے جو باطل پرستوں نے کیا۔

یعنی وہ یہ کہیں گے کہ اے مولا ہم تو بے قصور ہیں کیونکہ ہمارے باپ دادا نے جس دین کا ہمیں علم سکھایا ہم اسی دین کے پیروکار بن گئے، تو ان کی سزا ہمیں کیوں دیتا ہے

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:۔

ان تقولوا یوم القیامۃ انا کنا عن ھذا غفلین ۔

یعنی اللہ تبارک وتعالٰی نے فرمایا اے بنی آدم میں نے تم سے الست بربکم کا وعدہ اس لیے بھی لیا ہے

کہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو کہ ہمیں خبر نہ ہوئی کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل مبعوث فرمائے جو بنی آدم کو اس وعدے کی یاد دلاتے رہے اور اس کے "وحدہ لا شریک" ہونے کا اقرار کرواتے رہے، تو جو اپنے وعدے کی وفا کرتا رہا وہ کامیابوں میں شمار ہوتا رہا اور جو انکار کرتا رہا وہ خسارے والوں میں شامل ہوتا رہا۔ پھر اس رب رحمٰن کی رحمت دیکھیں کہ کوئی ساری زندگی اس وعدے کو بھولا رہے اور اس وحدہ لاشریک کی نافرمانی کرتا رہے مگر آخر وقت میں اس کے فضل سے اسے یہ وعدہ یاد دلا دیا جائے اور وہ اس کا اقرار کر لے تو

فمن تاب وامن وعمل عملا صالحا فا ؤلئك یبدللہ سیاتھم حسنات۔

یعنی کوئی بندہ سچے دل کے ساتھ توبہ کرے اور پھر اچھے اعمال کرے تو ہم اس کے گناہوں کو بھی نیکیوں میں بدل دیتے ہیں۔

اللہ والے اور بلٰی والا وعدہ:۔

حضرات گرامی سب نے الست بربکم کے جواب میں قالو بلٰی کہا مگر آج اگر کوئی ہم سے پوچھے تمہیں وہ وعدہ اور وہ منظر یاد ہے تو سب کا جواب نفی میں ہوگا۔ مگر جو اللہ والے ہیں انہیں نہ صرف یہ وعدہ یاد ہے بلکہ وہ منظر بھی ان کی آنکھوں کے سامنے جھوم رہا ہے، تفسیر روح البیان میں **واذاخذ ربك من بنی آدم**" کے تحت علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرات مولا مشکل کشا شیر خدا حضرات مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا حضرت وہ جو اللہ نے روز ازل تمام لوگوں سے الست

بربکم کا میثاق لیا تھا کیا آپ کو یاد ہے تو اس پر شیر خدا نے جواب دیا ہاں وہ سارے کا سارا عہد و پیاں مجھے یاد ہے۔

☆ اسی طرح کسی مرید نے حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا حضرت کل میثاق کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو تمام ارواح سے الست بربکم کا سوال کیا تھا اور تمام نے بلیٰ کا جواب دیا تھا کیا آپ کو وہ واقعہ یاد ہے؟ اس پر حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا تو یاد ہونے کی بات کرتا ہے کئی صدیاں بیت جانے کے باوجود بھی وہ آواز میرے کانوں میں گونج رہی ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان ارواح کو سنائی تھی اور جو ارواح نے جواب دیا تھا وہ گونج بھی ابھی میرے کانوں میں باقی ہے ''سبحان اللہ''

☆ اسی طرح ایک دن کسی مرید نے حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی سوال کیا کہ اے پیر جی کیا آپ کو بھی الست بربکم والا واقعہ یاد ہے تو حضرت سہیل تستری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میاں تو تو بلیٰ والے وعدے کو یاد ہونے کی بات کرتا ہے، ارے میں نے تو اسی دن اللہ کے فضل سے اپنے مریدوں کو، اپنے شاگردوں کو پہچان لیا تھا کہ کون کون میرا مرید ہوگا اور کون کون میرا شاگرد اور ان کے مراتب و درجات کیا کیا ہوں گے۔

☆ اسی طرح کسی مرید نے امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔ یا شیخ کیا آپ کو بلیٰ والا وعدہ یاد ہے تو حضرت مجدد الف ثانی نے جواب دیا تو یاد ہونے کی بات کرتا ہے ابھی تک وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے اور آج بھی میں اس منظر کو دیکھ رہا ہوں۔

☆ اسی طرح گیارہویں صدی کے عظیم صوفی بزرگ حضرت سید عبد اللہ شاہ المعروف حضرت بابا بلھے شاہ قصوری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا باباجی کیا آپ کو بھی روز اول کے بلیٰ والا وعدہ یاد ہے۔ آپ نے پوچھا بیٹے یہ سوال تو نے کیوں کیا۔ اس پر سائل نے جواب دیا، باباجی میں نے یہ سوال اس لئے کیا ہے کیونکہ میں نے سنا ہے کہ حضرت مولا علی شیر خدا رضی

اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کو یہ وعدہ یاد تھا۔ کیا آپ کو بھی یاد ہے۔ اس پر حضرت بابا بلھے شاہ قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب صورت جواب دیا۔

کن فیکون جدوں فرمایا تے اسیں وی کولے ہاسے
قالو بلیٰ اساں کنی سنیا تے ڈورے گونگے ناسے
ہکا لامکاں اساڈا تے ایتھے آن بتاں وچ پھاسے
نفس پلیت پلیت چا کیتا تے کوئی اصل پلیت تے ناسے

☆ اسی طرح چودھویں صدی کے عظیم رُوحانی بزرگ، مرزا غلام احمد قادیانی کو مناظرے میں عبرتناک شکست دے کر قادیانیت اور انگریزی سازشوں کی اینٹ سے اینٹ بجانے والی ہستی، غلامئی رسول کا حق ادا کرنے والے حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے کسی مرید نے پوچھا حضرت صاحب، کیا آپ کو بھی بلیٰ والا وعدہ یاد ہے کیونکہ وہ بے شمار اللہ والوں کو یاد تھا، اس پر حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو وجد آ گیا اور آپ نے فرمایا

کن فیکون تے کل دی گل اے اساں اگے پریت لگائی
توں میں حد نشان دی ناہیں تے جدوں دتی میم گواہی
اجے تے سانوں اوہ پئے دسدے تے بیلے بوٹے کاہی
مہر علی شاہ رل دوتویں بیٹھے تے جدوں سیک دوہاں نوں آہی

اسی طرح جب یہ بات کسی مدبر نے حضرت سلطان العارفین؟ حضرات سلطان باہو سے پوچھی تو آپ نے وجد میں آ کر یہ جواب عطا فرمایا

الست بربکم سنیا دل میرے نت قالو بلی کو کیندی ہو

حب وطن دی غالب ہوئی ہک پل سون نہ دیندی ہو

قہر بولے تینوں رہزن دنیا توں حق دا راہ مدیندی ہو

عاشقاں مول قبول نہ کیتی باہو ٹوٹے کر کر زاریاں ہو

جلسہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم :۔

اللہ تعالیٰ نے جلسہ توحید منعقد فرمانے کے بعد پھر جلسہ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کیا۔ جلسہ توحید میں ہر کوئی موجود تھا مگر جلسہ میلاد النبی میں کسی گستاخ، بے ادب، منکر وغیرہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہاں پر وہ لوگ موجود ہیں جن کو منصب نبوت ورسالت عطا کیا جانا مقصود ہے اور دراصل یہ ان رسولوں اور نبیوں کی تقریب حلف وفاداری ہے اور اس بات کا اظہار ہے کہ تمہیں جو نبوت ورسالت عطا کی جارہی ہے وہ اسی بنا پر کہ تم میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع وفرمانبرداری کرو گے۔

واذ اخذ اللہ میثاق النبین لما اتیتکم من کتب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصرنہ ۔قال ءاقررتم و اخذتم علی ذلکم اصری۔قالو اقررنا۔قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین (سورۃ آل عمران آیت ۸۰)

ترجمہ:۔ اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا کہ جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں اور پھر تمہارے پاس تشریف لائے وہ رسول جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو ضرور بہ ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا پھر فرمایا کیا تم نے اقرار کرلیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ تو سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

خدا خود میرِ مجلس بود　　اندر لا مکاں خسرو
محمد شمع محفل بود　　شب جائے کہ من بودم

جلسہ توحید میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو جمع کیا۔ کسی کافر و منکر، ایماندار و بے ایمان، نیک و بد، کسی کی تمیز نہیں سب سے الست بربکم کہا اور ہر کسی نے قالو بلیٰ کا اقرار کیا مگر جب میلاد مصطفیٰ ﷺ کی باری آئی تو پھر کسی کافر و بے ایمان، کسی بدکردار اور بے عمل کے لئے کوئی جگہ نہیں بلکہ اپنے مقربین کو اس جلسہ میں مدعو کیا وہ مقربین کون کوئی عام انسان نہیں۔ نیک اعمال کرنے والے صالحین نہیں۔ متقین نہیں۔ اولیاء، غوث، اقطاب، نہیں بلکہ ان تمام سے افضل و اعلیٰ جماعت یعنی جماعت انبیاء و رسل ہے، جب تمام انبیاء و رسل جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے محفل میلاد شروع کی۔

میلاد کیا ہے؟

یہاں پر یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ میلاد ہے کیا۔ میلاد یہ ہے کہ کسی کی خوبیاں عظمتیں، رفعتیں، شانیں، کمالات اور خصائص کو بیان کیا جائے۔ اس کی تعریف و توصیف کی جائے۔ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیا؟ یہی نا کہ پیارے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جو انعامات دیئے ہیں۔ جو عظمتیں عطا کی ہیں جو شانیں عطا کی ہیں جو معجزات عطا کیئے ہیں ان کو بیان کرنا، اس میں شرک و بدعت والی کون سی بات ہے اللہ تعالیٰ خود پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانیں اور عظمتیں بیان فرما رہا ہے

تو میں بیان کر رہا تھا کہ جب تمام انبیاء و رسل جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان تمام سے فرمایا کہ اس بات کا عہد کرو کہ جب تم کو میں کتاب و حکمت عطا کروں تمہیں نبوت کا تاج پہنا کر اس دنیا میں بھیجوں اور تم میری توحید اور اپنی رسالت کا اعلان [illegible] لوگ تمہارے گرد گرد جمع ہو جائیں تمہارے غلام بن جائیں تمہیں [illegible] آقا و مولیٰ مان [illegible] تمہیں [illegible]

ہر جگہ ہو جائے اور تمہاری نبوت کا سورج اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا ہو اور پھر اس وقت میرا پیارا وہ محبوب جس کے وسیلہ سے میں نے یہ کائنات بنائی ہے۔ زمین وزماں، مکین ومکاں، لوح وقلم بلکہ اپنا رب ہونا بھی جس کی وجہ سے ظاہر کیا وہ تشریف لے آئے اور تمہاری رسالت اور کتابوں کی تصدیق کرے تو پھر تم نے ضرور ضرور ان پر ایمان لانا ہے اور انکی مدد کرنی ہے۔

یعنی اے آدم تمہاری امت کا کلمہ لا الہ الا اللہ آدم صفی اللہ ہے

اے ابراہیم تمہاری امت کا کلمہ لا الہ الا اللہ ابراہیم خلیل اللہ ہے

اے اسماعیل تمہاری امت کا کلمہ لا الہ الا اللہ اسماعیل ذبیح اللہ ہے

اے موسیٰ تمہاری امت کا کلمہ لا الہ الا اللہ موسیٰ کلیم اللہ ہے

اے عیسیٰ تمہاری امت کا کلمہ لا الہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ ہے

اے نوح تمہاری امت کا کلمہ لا الہ الا اللہ نوح نجی اللہ ہے

مگر اے آدم، اے ابراہیم، اے اسماعیل، اے موسیٰ، اے عیسیٰ، اے نوح علیہم اسلام تمارا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ہے۔

اس بات کی دلیل :۔

رحمت اللعالمین آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ کے ہاتھ میں تورات شریف کا ایک نسخہ تھا۔ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تورات شریف کا نسخہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو سن کر خاموش ہو گئے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تورات شریف کی تلاوت شروع کر دی۔ حضرت جابر فرماتے ہیں۔

ووجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتغیر

یعنی پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک غصہ کی وجہ سے متغیر ہونے لگا۔مگر حضرت عمر فاروق کو آپ کی ناراضگی کا علم نہ ہو سکا اور آپ تورات شریف کی تلاوت کرتے رہے۔ پاس ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے آپ نے جب پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھا تو حضرت عمر سے فرمایا

فقال ابو بکر ثکلتك التواکل ماتری ما بوجه رسول الله صلی الله علیه وسلم۔

یعنی تمہیں رونے والی روئیں (یہ عرب کے محاورے میں اظہار نفرت اور غضب کے لئے بولا جاتا ہے) کہ تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کا حال نہیں دیکھ رہے۔اس پر حضرت عمر فاروق اعظم نے چہرہ پاک مصطفیٰ ﷺ کو دیکھا اور جب متغیر پایا تو عرض کی

فقال اعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله رضینا بالله ربا وبالا سلام دینا وبمحمد نبیا۔

یعنی میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ہم اللہ کے رب ہونے پر۔اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔

جب حضرت عمر فاروق نے یہ کلمات کہے تو پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی نفس محمد بیده لو بدالکم موسی فاتبعتموه۔

کہ اے عمر مجھے قسم ہے اس رب کائنات کی جس کے قبضے میں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر سے ظاہر ہو جائیں اور تم لوگ مجھے چھوڑ کر موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرنے لگو تو سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ گے۔اور فرمایا

ولو کان حیا و ادرک نبوتی لا تبعتی

کہ اگر آج موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میری نبوت پاتے تو وہ میری پیروی کرتے

ملک کونین میں انبیاء تاجدار
تاجداروں کا آقا ہمارا نبی

دوسرا لطیف پہلو:۔

انبیاء ورسل پر یہ بات واجب نہیں کہ وہ دوسرے انبیاء پر ایمالائیں اوران کے امتی بن جائیں۔ اور بعض دفعہ ایک ایک وقت میں کئی کئی انبیاء ہوئے مثلاً حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام کا ایک زمانہ ہے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کا ایک ہی زمانہ ہے، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کا ایک زمانہ ہے۔ مگران میں سے کسی پر واجب نہیں کہ وہ ایک دوسرے پر ایمان لائیں بلکہ ہر کسی نے اپنے اپنے علاقے میں اپنی رسالت کا اعلان کیا۔ مگر قربان جائیں پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پر کہ ابھی آپ اس دنیا میں جلوہ گر بھی نہیں ہوئے مگر اللہ تعالیٰ تمام نبیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کا اقرار کروا رہا ہے اور یہ وعدہ لیا جارہا ہے کہ جب وہ محبوب تشریف لے آئیں تو اپنی رسالت، اپنی شریعت، اپنا دستور، چھوڑ کر میرے حبیب کے غلام بن جانا۔ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کیا خوب فرمایا ہے

خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی ان کا انکا ہمارا تمہارا ہمارا نبی
سب سے اعلیٰ واولیٰ ہمارا نبی سب سے بالا واعلیٰ ہمارا نبی
اپنے مولیٰ کا پیارا ہمارا نبی دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی

تیسرا لطیف پہلو:۔

جلسہ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ تعالی نے انبیاء سے صرف اس بات کے اقرار پر ہی اکتفانہیں کیا بلکہ تمام کوایک دوسرے پر گواہ بنادیا۔قال **فاشھدو**۔اگرانبیاء ورسل کی تعدایک لاکھ چوبیس ہزار مان لی جائے توایک نبی پرایک لاکھ تیس ہزارنو سو ننانوے گواہ ہوئے۔اتنے زیادہ گواہ بنانے کی کیا ضرورت تھی؟اللہ تعالیٰ نے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دکھائی۔ہے کہ یہ وہ محبوب ہے کہ جن کے تمام انبیاء بھی امتی ہیں اور اگروہ امتی ہونے سے انکارکریں تو

فمن تولیٰ بعد ذالك فاؤلٰيك هم الفاسقون

پس جونبی اس اقرار کے بعد بھی اپنے وعدے سے پھر جائےتووہ لوگ حکم سے ہٹنے والے ہیں۔

اللہ تعالی نے ہرایک نبی پرایک لاکھ تیس ہزارنوسوننانویں گواہ بنا کر ہی بس نہیں فرمایا بلکہ

وانا معكم من الشٰهدين ۔

اپنا بھاری ذمہ بھی ان میں شامل کردیااورخودبھی اس بات پر گواہ ہوگیا۔

محفل میلاد کادوسرا ربانی جلسہ:۔

پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کا دوسرا جلسہ اللہ تبارک وتعالی نے معراج النبی کی رات مسجد اقصیٰ میں منعقد کیا۔پہلے جلسہ میثاق میں تو صرف انبیاء ورسل ہی تھے مگراس جلسہ میں تمام انبیاء ورسل کے ساتھ فرشتوں کے سردار حضرت جبرائیل علیہ السلام ،حضرت میکائیل علیہ السلام ،حضرت عزرائیل علیہ السلام ،حضرت اسرافیل علیہ السلام اورستر ہزارفرشتے موجود تھے

جملہ رسل و اروح و ملک از مسجد اقصیٰ تابفلک

استادہ پئے تعظیم و ادب سبحان اللہ سبحان اللہ

جب صدر محفل جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ میں تشریف لاتے ہیں تو

تجلی حق کا سہرا سرا پر، صلوۃ تسلیم کی نچھاور

دورویہ قدسی پرے جما کر کھڑے سلامی کے واسطے تھے

پیارے مصطفیٰ جب مسجد اقصیٰ میں داخل ہونے لگے تو وہاں پر تمام انبیاء آپ کے استقبال کے لئے موجود تھے ان میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء موجود تھے ان میں حضرت موسیٰ بھی تھے۔ جن کو حضور راستے میں ان کی قبر میں نماز پڑھتا دیکھ کر آئے تھے براق کی رفتار کا یہ عالم تھا کہ جہاں تک اس کی پہلی نظر پڑتی وہاں اسکا ایک قدم ہوتا مگر نبی کی رفتار براق سے زیادہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نماز سے فارغ ہوکر براق سے پہلے مسجد اقصیٰ میں پہنچ گئے۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو یہ طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ جب چاہیں اور جہاں چاہیں آن کی آن میں جلوہ فرما ہو سکتے ہیں۔ جب ایک عام نبی کو یہ طاقت اللہ نے عطا کی ہے تو جو تمام نبیوں کا سردار ہے اس کی طاقت کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔

فریاد جو امتی کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو

المختصر جب تمام انبیاء استقبال سے فارغ ہو چکے تو پھر نماز کے لئے صف بندی ہوئی روح البیان جلد 5 صفحہ 112 پر اس صف بندی کا ذکر اس طرح سے ہے

کان خلف ظھرہ ابراھیم وعن یمینہ اسماعیل وعن یسارہ اسحاق علیھم السلام:

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام دائیں

طرف، حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام اور بائیں طرف حضرت اسحاق علیہ السلام تھے۔
صف بندی کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آذان اور پھر تکبیر کہی مگر مصلیٰ امامت
خالی تھا۔ حضرت جبریل امین نے بحکم الٰہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو
مصلیٰ امامت پر کھڑا کر دیا اور پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز کی امامت کر
وائی پہلی رکعت میں **قل یا ایھا الکفرون** اور دوسری رکعت میں **قل ھو
اللہ احد** پڑھی۔ سیرت حلبیہ، تفسیر روح البیان، تفسیر روح المعانی نے لکھا ہے کہ

والحکمۃ فی ذالک ان یظھرنا امام الکل علیہ السلام

یعنی اس امامت میں حکمت یہ تھی کہ یہ بات ہر کسی پر عیاں ہو جائے کہ میں ہی
سب کا امام ہوں

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سرّ عیاں ہوں معنی اول و آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

اور

مقتدا و سید و قائد ہوئے اقصیٰ میں آپ
انبیاء سابقہ نے اقتدا کی آپ کی

نماز سے فراغت کے بعد انبیاء علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور اپنے خصائص و
کمالات کا ذکر کیا۔ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے خطبہ پڑھا اور اللہ کی حمد وثنا
کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ہے جس نے مجھے مٹی سے پیدا فرمایا۔ میرے لیئے حضرت حوا
کو پیدا فرمایا۔ فرشتوں نے مجھے سجدہ کیا اور مجھے جنت کی بے شمار نعمتوں سے سرفراز کیا۔
پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خطبہ پڑھا کہ سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے
مجھے اپنا خلیل بنایا مجھے صاحب ملت بنایا۔ مجھے آتش نمرود سے نجات عطا فرمائی اور مجھے ملک

عظیم عطا فرمایا۔

المختصر تمام انبیاء نے اپنی اپنی عظمتیں بیان کی اور سب سے آخر میں امام الانبیاء محبوب خدا۔ افضل اولا و آخر صدر محفل جناب محمد رسول ﷺ نے صدارتی خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ نے فرمایا سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے مجھے تمام عالمین کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔ مجھ پر قرآن عظیم نازل فرمایا میری امت کو تمام امتوں سے افضل واعلیٰ بنایا۔ مجھے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا۔ میرے ذکر کو بلند فرمایا۔ مجھے خاتم النبین بنایا۔ مجھے نور میں اول اور ظہور میں آخر بنایا۔ اور مجھے اپنا محبوب بنایا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبے کے بعد تمام انبیاء نے آپ ﷺ پر درود و سلام کا نزرانہ پیش کیا اور اس بات کا اقرار کیا کہ آپ عظمت و شان میں ہم سب سے فضیلت لے گئے۔ (مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۱۹۲)

ملک کونین میں انبیاء تاجدار تاجداروں کا آقا ہمارا نبی
سب سے اولیٰ واعلیٰ ہمارا نبی سب سے بالا واعلیٰ ہمارا نبی

پہلے جلسہ میلاد النبی میں صرف انبیاء سے میثاق لیا گیا تھا۔ مگر اس جلسہ میلاد النبی میں تمام انبیاء نے آپ کی اقتدا میں نماز پڑھ کر اور آپ کی عظمت وفضیلت بیان کر کے اس میثاق کو عملی شکل دی کہ اگر آپ ہمارے زمانے میں تشریف نہیں لائے مگر ہم پھر بھی آپ کا انتظار کرتے رہے اور آج آپ کے امتی ہونے کا عملی مظاہرہ کر رہے ہیں۔

محفل میلاد کا تیسرا ربانی جلسہ:۔

قیامت کا دن دراصل میلاد مصطفیٰ ﷺ ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ پیارے مصطفیٰ ﷺ کی عظمت اور آپ کی شان ہر کسی پر عیاں کر دے گا۔ جب ہر نبی **اذهبوا الىٰ غيری** ۔ پکار رہا ہوگا اس وقت پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ

تعالیٰ مقام محمود پر فائز فرما کر۔ تاج شفاعت پہنا کر ہر اپنے اور بیگانے۔ ایماندار و بے ایمان۔ نیک و بد کو آپ کی عظمت دکھادے گا۔

قیامت جس کو کہتے ہیں وہ ہے عید اہلسنت کی
اک طرف جلوۂ خدا ہوگا۔ اک طرف صورت محمد کی

قیامت کے دن حضور کی شان:۔

قیامت کے دن حضور نبی اکرم ﷺ کی شان وعظمت یہ ہوگی کہ آپ کے ہاتھ میں لوائے الحمد ہوگا۔ پیارے مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

انا سید ولد آدم یوم القیامة ولافخر بیدی لواء الحمد ولا فخر ومامن نبی یومئذ آدم فمن سواہ وھو تحت لوائی (معارج النبوہ صفحہ ۲۴۳)

یعنی میں اولاد آدم کا سردار ہوں میرے ہاتھ میں قیامت کے دن لوائے الحمد ہوگا اور ان دونوں کمالات پر مجھے فخر نہیں۔ تمام انبیاء ورسل میرے ظل لواء میں ہوں گے۔

لوائے الحمد کیا ہے:۔

راویان روایت فرماتے ہیں کہ لوائے الحمد جو قیامت کے دن پیارے مصطفیٰ ﷺ کے ہاتھ میں ہوگا۔ اس کی بلندی ایک ہزار سال کی راہ کی ہوگی۔ اس کا ستون زمرد خضراء سے ہوگا۔ یہ جھنڈا تین گوشوں پر مشتمل ہوگا۔ ایک گوشے کی شعاعیں مشرق اور دوسرے کی مغرب کو منور کر رہی ہوں گی اور تیسرا گوشہ زمین مکہ پر نور فگن ہوگا اس جھنڈے پر یہ تین سطریں تحریر ہوں گی۔

(۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۲) الحمد للہ رب العالمین
(۳) لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

جب قیامت کے دن اس جھنڈے کو میدان عرفات میں بلند کیا جائے گا تو ایک بلند آواز منادی ندا کرے گا۔

"این النبی الامی العربی القرشی المکی الحرمی التھامی محمد بن عبد اللہ خاتم النبین سید المرسلین امام المتقین رسول رب العالمین

سید الانبیاء ﷺ یہ اعلان سنتے ہی آگے بڑھیں گے اور اس جھنڈے کو اپنے ہاتھ میں اٹھالیں گے۔ پھر تمام انبیاء کرام حضرت آدم سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہم السلام تک، صدیقین، شہداء، صالحین اور اہل عرفات اس جھنڈے کے نیچے جمع ہونا شروع ہو جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ہر ایک کے لئے گراں قدر خلعت براق اور سر پر زریں تاج عنائیت فرمائے گا۔ سرکار دو عالم ﷺ پر ہر تاج سے حسین تاج ہوگا جس کے نور سے سارا میدان محشر منور ہوگا۔ آپ کا لباس سبز ریشم کا ہوگا۔ حضور کے آگے آگے ستر ہزار علم اور ستر ہزار جھنڈے والے ہوں گے۔ یہ عظیم الشان جلوس جلوس میلا د النبی ﷺ نہیں تو اور کیا ہے

اج ہویاں چار چوفیرے تیرے کرم دیاں بر ساتاں
ہویا نور دا نوری چانن سب مکیاں کالیاں راتاں
تسی فرشیو فرش سجاؤ اللہ نے عرش سجایا
ساڈا کملی والا آیا ۔ ساڈا کملی والا آیا

پھر حضور اپنا جھنڈا (لوائے الحمد) حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائیں گے۔ اہل ایمان جوق در جوق اس جھنڈے کے نیچے جمع ہوں گے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے امتی اور حضور ﷺ کی سنت پر عمل کرنے والے آگے بڑھتے جائیں گے اور جنت میں داخل ہو جائیں گے (معارج النبوۃ صفحہ ۴۴۴)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوائے الحمد دینے کی وجہ:۔

ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی بیٹی کے لئے بڑا ہی گراں قدر جہیز تیار فرمایا اور اپنے داماد کے لئے ایک زریں تاج تیار کروایا اس تاج میں سات سو گوہر نایاب مزین تھے۔ یہ واقعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور ﷺ کی مجلس سے سنا اور گھر آ کر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سنایا۔ حضرت فاطمہ کے دل میں خیال آیا کہ شاید علی کے دل میں گمان ہو کے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی بیٹی اور داماد کو اتنا جہیز اور تاج زریں دیا مگر دوسری جانب رحمت اللعالمین ﷺ نے اپنی بیٹی اور داماد کو بجز فقر و فاقہ اور صبر و استقامت کے کچھ بھی نہیں دیا یہ خدشہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کسی سے بیان نہیں فرمایا یہاں تک کہ آپ کا وصال مبارک ہو گیا۔ وصال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کو خواب میں دیکھا کہ آپ جنت کے صدر اعلیٰ پر جلوہ افروز ہیں۔ حوریں اور نوری سب آپ کی خدمت پر مامور ہیں۔ ایک لڑکی نہایت ہی حسن و خوبی سے آراستہ اور زیورات سے معمور ایک سنہری طبق ہاتھ میں اٹھائے اس بات کی منتظر ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ اس کی طرف توجہ کریں اور وہ یہ طبق آپ کے قدموں پر نثار کرے۔ حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے پوچھا یہ لڑکی کون ہے آپ نے فرمایا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی صاحبزادی ہے اللہ تعالیٰ نے اسے میری خدمت پر مامور کیا ہے دنیا میں جو خدشہ میرے دل میں پیدا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کا ازالہ فرما دیا ہے۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا کہ لوائے الحمد کو اٹھایا جائے۔ فرشتے علم کی گراں باری کی وجہ سے اسے اٹھا نہ سکیں گے اللہ تعالیٰ خطاب فرمائے گا۔ اللہ کا شیر علی کہاں ہے شیر خدا حضرت علی کو حاضر کیا جائے گا۔ حضرت علی لوائے الحمد کو پھول کے گلدستے کی طرح اٹھا لیں گے۔ پھر ایک فرشتہ کہے گا اے علی یہ تاج زیادہ اچھا ہے یا وہ جو

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے داماد کو دیا تھا وہ؟ اور جس کا آپ ذکر حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بڑے تعجب سے کر رہے تھے۔ پھر حضرت علی لوائے الحمد کو لے کر پل صراط سے گزریں گے

سارا سال اللہ نے آمد مصطفیٰ پر خوشی منائی:۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اپنے پیارے محبوب ﷺ کی آمد کا جشن منانے کا حکم دیا ہے۔ یہ حکم صرف انسانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ پوری مخلوقات کے لئے ہے۔ اس بات کو ہم آگے بیان کریں گے۔ کہ آپ کی آمد پر ہر کسی نے جشن وخوشی منائی۔ یہاں پر یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ آمد مصطفیٰ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے بھی خوشی منائی اور یہ خوشی کوئی ایک دو دن نہیں بلکہ سارا سال ہی جاری رہی تمام کتب فضائل وسیرہ میں اس قسم کی روایات اکثر ملتی ہیں کہ آمد مصطفیٰ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے ساری زمین کو سرسبز کر دیا۔ پوری روئے زمین کے خشک اور گلے سڑے درختوں کو بھی پھلوں سے لاد دیا۔ قحط زدہ علاقوں میں رزق کی اتنی فراوانی فرمادی کہ وہ سارا سال ہی خوشی اور شادمانی کا سال کہلایا۔ الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۴۷ پر یہ بات موجود ہے کہ

وکانت تلك السنة التی حمل فیها برسول الله صلی الله علیه وسلم یقال لها سنة الفتح والا بتهاج فان قریش کانت قبل ذٰلك فی جذب وفیق عظیم فاحضرت الا رض۔ وحملت الا شجار واتا هم الدعو من کل جانب فی تلك السنه (السیرۃ الحلبیہ صفحہ ۷۸)

یعنی جس سال نور مصطفیٰ ﷺ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کو ودیعت ہوا وہ فتح و نصرت، تروتازگی اور خوشحالی کا سال کہلایا اہل قریش اس سے قبل معاشی بدحالی، عسرت وتنگی میں مبتلا تھے ولادت کی برکت سے اس سال اللہ نے بے آب وگیاں زمین کو شادابی اور ہر

یالی عطا فرمائی اور سوکھے درختوں کو ہرا بھرا کر کے انہیں پھلوں سے لاد دیا اہل قریش اس طرح ہر طرف سے خیر کثیر آنے سے خوشحال ہو گئے

سوکھی تھیں گلشن میں کلیاں سونی تھی مکے کی گلیاں

ان کے قدم سے چاروں جانب ہو گئے نور کے سائے

میرے سرکار آئے میرے سرکار آئے

میلاد کی خوشی میں اللہ تعالیٰ نے بیٹے تقسیم کیئے:۔

روایات میں آتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سال ولادت میں اتنا لطف وکرم فرمایا کہ اس سال دنیا کی ہر خاتون کے ہاں اولاد نرینہ ہوئی۔ اس روایت کے الفاظ ہیں۔

وعن عمرو بن قتيبة قال سمعت ابی وکان من اوعية العلم قال لما حضرت ولادة آمنه قال الله للملائكة افتحوا ابواب السماء كلها وابواب الجنان والبست الشمس يومئذ نور عظيما وكان قد اذن الله تعالىٰ تلك السنة لنساء الدنيا ان يحملن ذكورا كرامة لمحمد صلى الله عليه وسلم

(انوار محمدیہ صفحہ ۲۲ السیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۷۸)

ترجمہ:۔ عمرو بن قتیبہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد سے سنا جو متبحر عالم تھے کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں ولادت باسعادت کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ تمام آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دو۔ اس روز سورج کو عظیم نور پہنایا گیا اور اللہ تعالیٰ نے دنیا بھر کی عورتوں کے لئے یہ مقدر کر دیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے لڑکے جنیں

میرے آقا کی ولادت پر ہوئے سب کو عطا بیٹے
اسے میلاد کہتے ہیں ولادت ہو تو ایسی ہو

وقت ولادت خصوصی جشن:۔

یوں تو سارا سال ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ولادت مصطفیٰ کی خوشی میں اپنی رحمتوں کے نزول کے ذریعے جشن منایا لیکن جب ظہور قدسی کی وہ سعید گھڑیاں قریب آگئیں جن کا صدیوں سے بلکہ ازل سے انتظار تھا اور وہ لمحہ جس کے دامن میں اللہ تعالیٰ نے ساری ازلی وابدی سعادتیں سمیٹ کر اسے رشک کونین بنایا تھا وہ قریب آیا تو خالق کون ومکاں نے ایسی خوشی ومسرت اور محبت کا اظہار فرمایا کہ کوئی عالم امکان میں اس طرح جشن نہیں منا سکتا اور واقعی محب حقیقی نے اپنے محبوب کے استقبال پر دنیائے محبت میں اپنی محبت کے شایان شان وہ نمونہ دکھایا کہ کوئی محب اپنے محبوب کو اس طرح خوش آمدید کہنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ خالق کائنات نے اپنے محبوب کی آمد پر اتنا چراغاں کیا کہ شرق وغرب اس سے منور ہو گیا۔ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کی آغوش کو اللہ تعالیٰ نے اس محبوب کی پہلی جلوہ گاہ بنایا وہ اپنے اس عظیم لخت جگر کی ولادت باسعادت کے واقعات بیان فرماتے ہو کہتی ہیں

فلما فصل منی خرج منی نور اضیاء له ما بین المشرق الی المغرب (طبقات ابن سعید۔ السیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۹۱)

جب وجہ تخلیق کائنات کا ظہور ہوا تو ساتھ ہی ایسا نور نکلا جس سے مشرق و مغرب سب روشن ہو گئے۔

دوسری جگہ آپ فرماتی ہیں

انه خرج منی نور اضیاء لی به قصور بصری من

ارض الشام وفی روایة اضاء له قصو الشام اواقها حتی رائیت اعناق الابل ببصری (السیرۃ الحلبیہ - سیرۃ ابن ھشام صفحہ ۱۱۱)

بے شک مجھ سے ایسا نور نکلا جس کی ضیاء پاشیوں سے سرزمین شام میں بصری کے محلات میری نظروں کے سامنے روشن ہو گئے۔ دوسری روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ اس نور سے شام کے محلات اور وہاں کے بازار اس قدر واضح نظر آنے لگے کہ میں نے بصری میں چلنے والے اونٹوں کی گردنوں کو بھی دیکھ لیا

آمنہ بی بی کے گلشن میں آئی ہے تازہ بہار
پڑھتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم آج درو دیوار
یا نبی اللہ اللہ ہو لا الہ الا ہو

پیارے مصطفیٰ کریم نے خود اس نور کے بارے میں ارشاد فرمایا

انا دعوه ابی ابراهیم و بشریٰ عیسیٰ ابن مریم و رات امی انه خرج منها نور اضائت له قصور الشام

(مشکوۃ المصابیح باب فضائل سید المرسلین صفحہ ۵۱۳)

میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ ابن مریم کی بشارت ہوں۔ میری والدہ ماجدہ نے میری ولادت کے وقت دیکھا کہ ان سے ایک ایسا نور نکلا جس سے ات شام روشن ہو گئے۔

حضور کے چچا حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

وانت لما ولدت اشرقت الارض
وضاءت بنورک الافق
فنحن ذالک الضیاء فی النور

سبل الرشاد تخرق

یعنی جب آپ پیدا ہوئے تو زمین چمک اٹھی اور آفاق روشن ہو گئے پس ہم اس نور وضیاء میں رشد و ہدایت کی راہوں کی طرف گامزن ہیں

آمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا نے چراغاں کیا:۔

جب ہم جشن مناتے ہیں تو اپنی بساط کے مطابق چراغاں کرتے ہیں گھر۔ بازار محلوں اور شہروں کو سجاتے ہیں۔ لیکن خالق کائنات جس کے اختیار میں سب کچھ ہے اس نے جب چاہا کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد پر چراغاں کروں تو اس نے نا صرف شرق وغرب تک تمام کائنات کو منور کر دیا بلکہ آسمانی کائنات کو بھی اس خوشی میں شامل کرتے ہوئے ستاروں کو قمقموں کی طرح جگمگا کر زمین کے قریب کر دیا۔

حضرت عثمان ابن ابی العاص کی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ ثقفیہ فرماتی ہیں

لما حضرت ولادة رسول الله صلى الله عليه وسلم رايت البيت حسين وقع قد امتلا نورا ورايت النجوم تدلو حتى ظننت انها ستقطع على۔

(الخصائص الکبری جلد اول صفحہ ۴۰ انوار محمدیہ صفحہ ۲۵)

جب آپ کی ولادت ہوئی میں خانہ کعبہ کے پاس تھی میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ منور ہو گیا ہے اور ستارے زمین کے اتنے قریب آ گئے ہیں کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ کہیں وہ مجھ پر گر ہی نہ پڑیں۔

میلاد النبی پر اللہ نے جھنڈے لہرائے:۔

جس طرح ہم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر چراغاں کے ساتھ ساتھ جھنڈیاں بھی لگاتے ہیں اور ہم یہ اس سنت خدا پر عمل کرتے ہیں کہ اس نے خود میلاد النبی کے دن جھنڈے

لگائے۔ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں

فکشف اللہ عن بصری فرایت مشارق الارض ومغاربھا ورایت ثلاثۃ اعلام مضروبات علما بالمشرق وعلما بالمغرب وعلما علی ظھر الکعبۃ (انوار محمدیہ للنبھانی صفحہ ۳۳۔السیرۃ الحلبیہ صفحہ ۱۰۹)

پھر اللہ تعالیٰ نے میرے آنکھوں سے حجاب اٹھا دیئے تو مشرق تا مغرب تمام زمین میرے سامنے کر دی گئی جس کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ نیز میں نے تین جھنڈے دیکھے۔ ایک مشرق میں گاڑا گیا دوسرا مغرب میں اور تیسرا پرچم کعبۃ اللہ کی چھت پر لہرایا گیا

تسی وی گھر گھر جھنڈے لاؤ جبریل جھنڈے لائے
مشرق و مغرب کعبے اتے وچ حدیث اے آئے
ہویا سی جدوں آپ دا ظہور غم مک گئے زمانے دے

مشروب پلایا اور حوران جنت نے استقبال کیا

حضرت سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا ارشاد فرماتی ہیں ظہور قدسی کے وقت حوروں نے حضرت آسیہ زوجہ فرعون حضرت مریم بن عمران کے ساتھ میرا استقبال کیا اور مجھے ایسا مشروب پلایا گیا جو شہد سے بھی زیادہ میٹھا تھا اور فرحت بخش تھا

آئے نیں مہمان اج بڑی دور دے
رب نے لگائے سوہنے جھنڈے نور دے
ہاجرہ تے آسیہ نیں آئیاں آمنہ
جھولی وچ لال بیٹھی پائی آمنہ

آپ فرماتی ہیں

قالت ثم اخذنی مایا خذا لنساء قسمعت وجهه عظیمة ثم رایت کان جناح طائر ابیض قدمسح علی فوادی فذهب عنی الرعب و کل وجع اجرة ثم التفت فاذا انا بشربة بیضاء فتناولتها فاذا هی احلی من العسل فاصابنی نور عال ثم رایت نسوة کالنخل طوالا کانهن من بنات عبد مناف یحدقن بی فبینما انا تعجب وانا اقول و اغوثاه من ابن علمن بی فقلن لی نحن آسیه امراة فرعون و مریم ابنته عمران وهو لاء من الحور العین۔

(زرقانی علی المواہب صفحہ ۱۱۲، انوار محمدیہ للنبہانی صفحہ ۳۳)

آپ فرماتی ہیں کہ مجھے جب عورتوں کی طرح دردزہ شروع ہوا تو میں نے ایک بلند آواز سنی جس نے مجھ پر خوف طاری کر دیا پھر میں نے دیکھا کہ ایک سفید پرندے کا پر میرے دل کو مس کر رہا ہے جس سے میرا تمام خوف اور درد جاتا رہا۔ پھر میں متوجہ ہوئی تو میں نے اپنے سامنے سفید شربت پایا جسے میں نے پی لیا وہ شہد سے بھی میٹھا تھا۔ پھر ایک بلند نور کے حالے نے مجھے گھیر لیا۔ میں نے دیکھا کہ حسین وجمیل عورتیں جو قد وکاٹھ اور چہرے مہرے سے عبدالمناف کی بیٹیوں سے مشابہ تھیں انہوں نے مجھے اپنے حصار میں لے لیا۔ میں حیران ہوئی کہ وہ کہاں سے آ گئیں۔ اور انہیں اس ولادت کی خبر کس نے دی۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم آسیہ زوجہ فرعون اور مریم بنت عمران ہیں اور یہ ہمارے ساتھ جنت کی حوریں ہیں۔

حوراں رل مل ویکھن آئیاں آمنہ تائیں دین ودھائیاں
کھلے بہشتاں دے اج تالے آئے محمد رحمتاں والے
رحمتاں والے برکتاں والے آئے محمد رحمتاں والے

پرندوں نے استقبال کیا اور خوشی منائی:۔

حضور نبی اکرم رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت نہ صرف حوارن جنت اور فرشتے آپ کے استقبال اور خوشیاں منانے آپ کی جائے ولادت پر آئے بلکہ اللہ تعالیٰ کی دوسری مخلوقات یعنی حیوانات اور چرند پرند بھی بحکم الٰہی آپ کی جائے ولادت پر خوشیاں منانے کے لئے آئے اور کیوں نہ ہو کہ وہ خوشیاں مناتے کیونکہ آج رحمت اللعالمین اس دنیا میں جلوہ فرما ہونے والے ہیں۔ چونکہ عالمین میں ہر ذی روح اور غیر ذی روح سب شامل ہیں اس لئے انسانوں چرندو پرند، فرشتوں، جنوں کے علاوہ غیر ذی روح مخلوق نے بھی آپ کی آمد پر خوشی منائی۔

حضرت سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ وقت ولادت جو عجائبات میں نے دیکھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا۔

فاذا انا بقطعته من الطير قد اقبلت حتى عظت حجرتي مناقير ها من الزمرد واجنحتها من الياقوت

(انوار محمدیہ صفحہ ۳۳، زرقانی علی المواھب صفحہ ۱۱۲)

پھر میں نے پرندوں کے جھنڈ دیکھے جنہوں نے آ کر میرے حجرے کو ڈھانپ لیا ان کی چونچیں زمرد اور یاقوت کی تھیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
باب چہارم
میلادِ مصطفیٰ
اور
انبیاءِ سابقہ
صلی اللہ علیہ وسلم

صحائف آدم علیہ السلام میں ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

صحف آدم صفی اللہ علیہ السلام میں بہت سی ایسی بشارتیں ملتی ہیں جن میں سید الانبیاء احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پائی جاتی ہے، ماہرین فنون تحقیق تاریخ وتفاسیر، احادیث و اخبار نے اسے یوں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحائف آدم علیہ السلام میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وکمالات، حسن و جمال، تعریف ونعت اس طرح بیان کی ہے، کہ میں وہ خدا ہوں جو ذوالجلال والاکرام کے اوصاف کا مالک ہوں۔ ساکنان حرم ومکہ میرے ہی بندے ہیں ان گھروں کے زائرین میرے مہمان ہیں، اس خطہ زمین کو اہل آسمان واہل زمین سے زیارت کرنے والوں سے معمور کرتا ہوں، میرے محبت کرنے والے آسمان وزمین کے کونے کونے سے لبیک کہتے ہوئے بکھرے بالوں، گرد آلود چہروں، برہنہ پا، کفن پوش، یہاں کشاں کشاں چلے آتے ہیں۔ میرے یہ پروانے آنکھوں سے آنسو بہاتے اور اپنے مطلوب حقیقی کی تلاش میں

لبیك اللهم لبیك لا شریك لك لبیك کا نعرہ لگاتے ہوئے کبھی مجنوں کی طرح کوہ وبیابان میں سرگرداں رہتے ہیں اور کبھی لیلیٰ کی طرح حرم کے خلوت کدوں میں جاگزیں ہوتے ہیں۔

اے آدم جو شخص میرے اس گھر کی زیارت سے مشرف ہوگا اسے میری زیارت نصیب ہوگی۔ وہ میرے ہی خوان احسان پر مہمان ہوگا اور اسے میں اپنے وصال سے مشرف فرماؤں گا۔ ایک وقت آئے گا کہ تیری اولاد میں ایک سلیم القلب اور کریم النفس انسان آئے گا جس کا نام ابراہیم ہوگا، وہ میرے گھر کی تعمیر کرے گا اور اسے ظاہری عمارت کی شکل دے گا آب زمزم کا چشمہ اسی حرم کی حدود میں ظاہر ہوگا، میں ابراہیم کو حرم کے تمام مناسک اور شعائر سکھادوں گا۔ پھر دنیا کے گوشے گوشے کے روٴسا اور مخصوص لوگوں سے اس کو آباد کردونگا، یہ لوگ میرے گھر کا احترام کریں گے اور اس کی عزت وتوقیر میں اضافہ ہی

کرتے رہے گیں، حتیٰ کہ یہ سلسلہ تیرے فرزندار جمند تک جو کہ تیری اولاد میں افضل ترین ہوگا، اس تک پہنچے گا۔ اس کا نام نامی محمد ﷺ ہوگا۔ وہ حسن و جمال میں بدر کامل ہوگا، اوصاف وکمالات میں انسانوں کا امام ہوگا، اس شہر کی امامت و پیشوائی اسی عظیم پیغمبر کو بخشی جائے گی۔ وہ اس گھر کے احترام کو زندہ کرے گا۔ اور قیام قیامت تک اسے میری عبادت گاہ اور زیارت گاہ بنا دے گا۔ وہ برگزیدہ پیغمبر خاتم الانبیاء ہوگا اور رسول آخر الزماں ہوگا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے یہ گفتگو سننے کے بعد کہا

صلوا علیه ما طلع الشمس و القمر

صلو علیه ما ظهر البدر والهلال

مقصود آفرینش و مخدوم کائنات

سردفتر مودت و دیباچه کمال

آن بادشاه تحت لعمرك که ملك او

باهیچ بادشاه پندیه فته انتقال

گیسوئے اوست آیت واليل را سواد

رخسار اوست سورة والشمس ا مقال

از عین احمد است که عیاں پدید شد

دال است هم بدین الف و حا و میم و دال

(نوٹ) یہ خلاصہ عبارت حضرت ملا معین واعظ الکاشفی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب معارج النبوت۔ ترجمہ مولانا حکیم محمد اصغر صاحب فاروقی سے لیا گیا ہے۔

ریاض المزکرین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ

من ربہ کلمات کی تفسیر فرماتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ حضرت آدم اور حوا علیہم السلام جنت کے تخت پر جلوہ فرما تھے اور اپنی ابدی زندگی پہ نازاں و فرحاں تھے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام آئے تا کہ حضرت آدم کو جنت کی سیر کروائیں سیر کرتے کرتے آپ ایک ایسے محل کے سامنے آئے جس کی ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی تھی دروازے زمرد اور اخضر کے بنے ہوئے تھے محل کے اندر تخت بچھے ہوئے تھے جن پر یاقوت سرخ سے لکھا ہوا تھا۔ ہر تخت پر ایک نورانی محراب بنی ہوئی تھی۔ ایک تخت پر ایک حسن و جمال کا پیکر جلوہ فرما تھا جس کے سر پر تاج ضیا پاشیاں کر رہا تھا کانوں میں موتی حلقہ گوش تھے۔ گردن میں نورانی حمائل اویزاں تھی حضرت آدم اس ملیح و صبیح حسن جمال کے پیکر کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے اور حضرت حوا کے حسن و جمال کو فراموش کر کے پوچھنے لگے یا اللہ یہ کون ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ حضرت فاطمہ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صورت ہے جو میرے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صاحبزادی ہوں گی۔

سر پر یہ نورانی تاج آپ کے والد کا سایہ نور ہے۔ یہ نورانی ہار آپ کے شوہر نامدار حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ کانوں کے دو آویزے آپ کے شہزادگان حسن و حسین رضی اللہ عنہما ہیں۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے نظر اٹھا کر دیکھا تو پانچ دروازے کھلے ہوئے نظر آئے۔ ہر دروازے پر ایک ایک کتاب پڑی ہوئی تھی جس پر یہ کلمہ نور سے لکھا ہوا تھا۔

انا المحمود وهذا محمد دوسری پر **انا العلیٰ و هذا علی،** تیسری پر **انا الفاطمه وهذ الفاطمه** چوتھی پر **انا الحس و هذا الحسن** اور پانچویں پر **منی لاحسان وهذ الحسین** لکھا ہوا تھا۔

حضرت جبرائیل نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا ان اسمائے گرامی کو یاد کرلیں شائد ایک دن ان کی برکات سے آپ کے مسائل حل ہو جائیں۔ اور جب حضرت آدم سے لغزش ہوگئی اور آپ تین سو سال تک روتے رہے تو ندائے غیب سے آپ کی

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ان آدم لما نظر الی ساق العرش رائی مکتوبا علیه لا اله لا اللّٰه محمد الرسول اللّٰه من اذنب ذنبا فلا مغفرة ول ا توبة له الا با لصلوٰة علی محمد عبد ہ ورسوله۔

ترجمہ:۔ سب سے پہلی بار جب حضرت آدم علیہ السلام نے ساق عرش پر نگاہ ڈالی تو اس پر لکھا پایا **لا الـہ الا اللّٰہ محمد الرسول اللّٰہ** جو گناہ کا مرتکب ہوگا اس کا گناہ اس وقت تک معاف نہ کیا جائے گا جب تک وہ نبی کریم ﷺ پر درود نہ پڑھ لے

حضرت آدم علیہ السلام فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا اللہ یہ محمد کون ہیں تو اللہ تعالٰی نے فرمایا یہ آپ کی اولاد میں سب سے افضل واعلیٰ ہیں۔ ان کے نام کا پہلا حرف میم میری صفت ملک سے ماخذ ہے، دوسرا حرف ح میرے حلم سے لیا گیا ہے، دوسری میم میرے مجد وکرم سے لی گئی ہے، اور دال میرے دین کی علامت ہے، میں اپنے ملک، حلم اور مجد اور دین کی قسم کھاتا ہوں جو میرے محبوب پر درود پڑھے گا میں اسے جنت میں داخل کر وں گا۔ اور جو کوئی آپ کی اتباع نہ کرے گا اور آپ پر درود وسلام نہ پڑھے گا اسے میں جنت میں داخل نہ ہونے دونگا۔

اے مظہر اسم قل ہو الحق ☆ نام تو زنام اوست مشتق

تو سایہ نور کر دگاری ☆ کز روز ازل بزرگواری

چوں مظہر ملک وحلم و مجدی ☆ بر تخت وصال اہل وجدی

ہر کس کے قدم نہد براہت ☆ در پردہ در آید از پناہت

بکشائے کف امیدواری ☆ تاحاجت عالمے بر آی

دوسری روایت:۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ **فتلقیٰ آدم**

رہنمائی ہوئی تو آپ نے کہا۔ **یا محمود یا علی الا علیٰ ویا فاطمه و یا محسن و یا منك الا حسان السألك با الجملة** اور پھر کہا، **بحق محمد وعليه و فاطمة والحسن والحسين ان تغفرلی وتقبل تو بتی با لفور۔**

حضرت آدم نے جب ان الفاظ سے توبہ کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم اگر ان پانچ ناموں کی وساطت سے آپ اپنی ساری اولاد کے گناہوں کی بھی مغفرت چاہتے تو آج میں آپ کی یہ دعا بھی قبول فرمالیتا (معارج النبوت صفحہ 30)

تیسری روایت:۔ ابن الجوزی نے اپنی کتاب صلوٰۃ الاقرآن میں ذکر کیا ہے کہ آدم علیہ السلام نے جب حضرت حوا سلام اللہ علیہا سے قربت کرنے کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے آپ سے مہر طلب کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی اے مولا میں ان کو کیا مہر دوں تو ارشاد ہوا اے آدم میرے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر بیس دفعہ درود و سلام بھیجو چنانچہ حضرت آدم نے ایسا ہی کیا۔ (نشر الطیب ۔ از مولانا اشرف علی تھانوی)

چوتھی روایت:۔ شرح تعرف میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے پایہ عرش پر کلمہ **لا اله الا الله محمد الرسول الله** لکھا ہوا دیکھا تو سرور دو عالم ﷺ کا رتبہ و شان اپنے قلب و دماغ میں پختہ بٹھا لیا اور جب جنت میں داخل ہوئے تو مشرق و مغرب، شمال و جنوب، اوپر نیچے، ہر چیز اور ہر رستے پر اللہ کے نام کے ساتھ نام محمد ﷺ لکھا دیکھا۔ ایک دن آپ اپنے فرزند حضرت شیث علیہ السلام سے اسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ میں نے کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو نام محمد سے آراستہ نہ ہو حتی کہ عرش و کرسی ۔ لوح و قلم مدارج جنان و منازل رضوان پہ بھی نام محمد ﷺ لکھا پایا۔

اس پر حضرت شیث علیہ السلام نے آپ سے پوچھا آپ کا مرتبہ بلند ہے یا محمد ﷺ کا۔ حضرت آدم علیہ السلام خاموش رہے، مگر تیسری بار دریافت کرنے پر فرمایا بیٹا

محمد الرسول اللہ ﷺ کی تعریف میں صرف ایک بات ہی یاد رکھ لو جو مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے۔

لولاك لما خلقت الافلاك ولا الدنيا ولا الآخرة ولا السموت ولا الارض ولا العرش ولا الكرسى ولا اللوح ولا القلم ولا الجنة ولا النار لو لامحمد ما خلقتك يا آدم۔

یعنی اے آدم یہ فلک، یہ دنیا، یہ آخرت۔ یہ آسمان، یہ زمین، یہ عرش، یہ کرسی یہ لوح، یہ قلم، یہ جنت یہ دوزخ سب کچھ میں نے پیارے محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقے سے بنائے اور اے آدم میں نے اگر تجھے بھی تخلیق کیا تو اسی ذات گرامی کے صدقہ سے۔ اگر یہ نہ ہوتے تو میں کچھ بھی نہ بناتا بلکہ اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ کرتا

وصل اللہ علی نور کزد شد نورھا پیدا
زمین از حب او ساکن فلک درعشق اوشیدا
اگر نام محمد را نیا وردے شفیع آدم
نہ آدم یا فتے توبہ نہ نوح از غرق نجیا

میلاد مصطفیٰ ﷺ اور حضرت شیث علیہ السلام

خلاصۃ الحقائق میں لکھا ہے کہ جب آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی کے ذریعے حضرت آدم کو حکم دیا کہ اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام سے عہد لیں اور وصایا ومواثیق پر کاربند کریں اور یہ عہد لیں کہ وہ نور کامل سید الانبیاء اور گوہر از ہر سند الاصفیاء ﷺ کو کس صورت بھی ناراض نہیں کریں گے۔ یہ عہد نسل در نسل جاری رہا۔ چنانچہ جب تک حضرت شیث علیہ السلام اس دنیا میں موجود رہے آپ کی زبان پر درود مصطفیٰ ﷺ جاری رہا۔

دوسری روایت:۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ حضور رحمت عالم ﷺ کے وسیلہ سے قبول ہوئی تو آپ اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کے پاس آئے اور فرمایا اے میرے فرزند۔ میرے بعد جب تم میرے قائم مقام بنو تو اس منصب و خلافت کو عمارۃ التقوٰی اور عروۃ الوثقٰی کے ساتھ لو۔ اور جب تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو تو اس کے ساتھ ہی نام نامی محمد ﷺ کا لیا کرو۔ کیونکہ میں نے عرش الٰہی کے ستونوں پر آپ کا نام نامی اس وقت لکھا دیکھا جب میں روح اور مٹی کے درمیانی مرحلہ میں تھا۔ اس کے بعد مجھے آسمانوں پر پھرایا گیا تو میں نے ہر جگہ اللہ کے نام کے ساتھ اس نام کو دیکھا۔ اور جب میں جنت میں ٹھہرایا گیا تو جنت کے ہر محل، ہر درخت اور حورالعین کی پیشانیوں پر بھی نام محمد ﷺ لکھا ہوا دیکھا۔ اور ہر فرشتے کی آنکھوں کے درمیان بھی یہی نام لکھا ہوا دیکھا اس لیے تم اس نام نامی کا کثرت سے ذکر کرو کیونکہ فرشتے ہر آن اس نام کا ورد کرتے ہیں۔ (خصائص الکبریٰ جلد اول اردو صفحہ 19)

صحائف نوح علیہ السلام میں نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

صحائف نوح علیہ السلام جو کہ سریانی زبان میں تھے ان میں سے جو ملتے ہیں اور عربی زبان میں منتقل ہو چکے ہیں۔ ان میں پیارے مصطفیٰ ﷺ کے کمالات و عظمت یوں بیان کی گئی ہے

اما ذکر انحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی صحف نوح علیہ السلام عبد امین السماء جزیل العطاء۔ دائم البکاء دائم الزکر، رؤف القلب ،طویل الحزن، عظیم الرجاء،قلیل المن ،کثیر الحیاء، کثیر الوفاء، کاتم السر

(معارالنبوت۔ اردو صفحہ ۱۹۹!)

شد آن مہ منظر انجم مواکب ۔ غبار مرکبش کحل کواکب

بطلعت شمسۂ ایوان افلاک۔ بجہت ماہ شاور رواں لولاک

کشتی نوح کی تکمیل نام محمد ﷺ سے ہوئی:۔

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نوسو سال اپنی قوم کو تبلیغ کرتے رہے مگر اتنی محنت کے باوجود صرف اسی افراد آپ پر ایمان لائے، جب آپ اپنی قوم سے مایوس ہو گئے تو آپ نے رب کائنات سے دعا کی

رب لا تذر علی الارض من لکفرین دیارا۔

ترجمہ:۔ اے مولا اس زمین پر کسی بھی کافر کو باقی نہ چھوڑ۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کو کشتی بنانے کا حکم دیا اور فرمایا اس کشتی کے ایک لاکھ چوبیس ہزار تختے تیار کیئے جائیں اور ہر تختے پر ایک نبی کا نام لکھا جائے۔ جب تختے تیار ہو گئے تو حضرت نوح نے حضرت جرائیل علیہ السلام کی مدد سے ہر تختے پر ایک ایک نبی کا نام لکھ دیا۔ دوسرے دن جب کام شروع کیا تو دیکھا کہ تمام نام محو ہو چکے ہیں۔ آپ بہت متفکر ہوئے دوسرے دن پھر حضرت جرائیل امین کی مدد سے نام لکھے مگر تیسرے دن پھر وہ محو ہو گئے۔ تیسرے دن آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی مولا ہر روز ہماری محنت ضائع ہو جاتی ہے آخر اس کی کیا وجہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کام کا آغاز ہمارے نام سے کرو اور ختم میرے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام پر کرو۔ حضرت نوح نے اسی تعلیم خدا کے مطابق تمام انبیاء کے نام لکھنے شروع کیئے اس طرح یہ کشتی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہی اور شیطان کے تمام حربے ناکام ہوئے۔

جب آپ نے سب سے آخر میں اسم گرامی محمد ﷺ لکھا تو غیب سے آواز آئی

یا نوح الاِ ان قد تمت سفینتک۔ یعنی اے نوح اب تمہاری کشتی مکمل ہوئی۔

ثناءخوان مصطفیٰ محمد اعظم چشتی صاحب نے اسے یوں بیان کیا ہے

سلام اس نور تے جس چوں ہوئے نے نور سب پیدا

زمین مست اوہدی الفت وچ فلک وی اس دا شیدا

اگر سرکار دے ناں دا واسطہ آدم نہ دیندا

نہ آدم دی سنی جاندی نہ بچدا نوح دا بیڑا

تورات میں عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت کعب الاخبار رضی اللہ عنہ جو کہ تورات کے بہت بڑے عالم تھے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نہ تو درشت خو ہوں گے، اور نہ ہی سخت دل۔ بازار میں بلند آواز سے کسی کو نہ بلائیں گے۔ بدی کا بدلہ بدی سے نہ دیں گے، بلکہ جرائم کو عفو و درگزر سے معاف فرمادیں گے۔ آپ کی امت بے پناہ اوصاف کی مالک ہوگی۔ وہ اللہ کی تکبیر و تذکرہ بلند کرتے رہیں گے۔ ان کے آزار نیم پنڈلی تک ہوں گے۔ وہ ہاتھ، پاؤں، منہ اور مسح کا وضو کریں گے۔ ان کے مؤذن فضا میں آذانیں بلند کریں گے۔ بلند عمارتوں کے مناروں پر کھڑے ہو کر خدا کی تسبیح وحمد بیان کریں گے۔ ان کے اوصاف نماز اور جنگ میں ایک جیسے ہو گے۔ وہ رات کے وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے کھڑے ہوں گے۔ نبی آخر الزماں ﷺ مکہ میں پیدا ہوں گے اور مدینے جائیں گے، آپ کی حکومت مدینہ سے لیکر شام تک وسیع ہوگی معلوم ہونا چاہیئے یہ میرا بندہ محمد ہوگا جس کا نام متوکل ہوگا۔ اسے اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھاؤنگا جب تک تمام ٹیڑھے راستے اس کے دین مستقیم تک نہ آجائیں اور باطل دین اس کے دین حق سے سیدھے نہ ہو جائیں یہ اس طرح ہوگا کہ وہ ہر کسی کو دین توحید کی دعوت دے گا۔ اس کی دعوت کی برکت سے بے نور آنکھیں روشن، بے بہرہ کان قوت سماعت اور محجوب دلوں کو بصیرت عطا ہوگی۔ اور لوگوں سے حجاب کے سارے اندھیرے اٹھ جائیں گے۔

بنور رسول اللہ اشرقت الدنیا

ففی نورہ کل یحیی ویذھب

دوسری روایت کے مطابق تورات شریف میں یوں لکھا ہے

اما فی التوراۃ عبد قاطع الشھوات و غاضر العشیرات و کاتم المصیبات صوم انھار خاشعا منیبا قوام اللیل خاضیعا قریبازاھد فی السربین اھلہ غریبا(معارج النبوۃ صفحہ ۱۹)

ایک اورروایت:۔

دارمی ابن سعداورابن عساکرنے بروایت ابی فردہ۔ابن عباس سے روایت کی کہ انہوں نے کعب الاخبار سے دریافت کیا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کی تعریف تورات میں کس طرح پائی۔حضرت کعب الاخبار نے کہا۔ہم نے تورات میں پڑھا ہے کہ محمد بن عبد اللہ ﷺ مکہ میں پیدا ہوں گے اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر کے تشریف لے جائیں گے۔ان کا ملک شام ہوگا۔نہ وہ بے ہودہ گو ہوں گے اور نہ بازاروں میں شور مچانے والے ،وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیں گے بلکہ عفوودرگزر سے کام لیں گے۔ان کی امت بہت زیادہ حمد کرنے والی ہوگی۔وہ ہر رنج اور راحت میں حمد کرے گی اور ہر بلندی پر اللہ کی کبریائی بیان کرے گی اور اپنے اعضاء کا وضو کرے گی اور کمر پر تہبند باندھے گی اور اپنی نمازوں میں اس طرح صف بستہ ہوگی جس طرح میدان جنگ میں صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ان کی مساجد میں گونج ہوگی جس طرح شہد کی مکھیاں بھنبھناتی ہیں۔ان کی آذانوں کی آواز فضائے آسمانی میں سنی جائے گی۔(خصائص الکبریٰ اردو جلد اول صفحہ ۲۹)

ایک اورروایت

بیہقی اورابونعیم نے ام الدرداء سے جو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت کعب سے کہا کہ:’’آپ تورات میں رسول

اللہ ﷺ کے اوصاف کس طرح پائے ہیں" تو انہوں نے جواب میں فرمایا۔

"ہم نے تورات میں حضور ﷺ کی یہ صفتیں پائیں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کا نام متوکل ہے وہ نہ بدخلق ہیں نہ سخت مزاج اور نہ سوقیانہ و بازاری فقرے اور آواز کستے ہیں اور انہیں کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ اندھی آنکھوں کو بینائی دے اور بہرے کانوں کو شنوائی بخشے اور ٹیڑھی زبانیں حضور ﷺ کے ذریعہ سیدھی ہوں گی یہاں تک کہ **"لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ"** کی وہ گواہی دیں گے۔ وہ مظلوموں کی دستگیری فرمائیں گے اور کمزوروں کو زور داروں سے بچالیں گے۔

ایک اور روایت

ابونعیم نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جب تورات نازل ہوئی اور انہوں نے اسے پڑھا تو اس امت کا تذکرہ اس میں پایا، انہوں نے عرض کیا۔ اے رب، میں تورات کی تختیوں میں اس امت کا تذکرہ پاتا ہوں جن کا زمانہ تو آخری زمانہ ہوگا مگر ان کا داخلہ جنت میں پہلے ہوگا۔ تو ایسے لوگوں کو میری امت میں شامل فرمادے۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، وہ امت تو احمد مجتبیٰ نبی آخرالزماں ﷺ کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے پروردگار میں نے ان تختیوں سے یہ جانا ہے کہ وہ امت فرمانبردار ہوگی اور اس کی دعائیں مستجاب ہوں گی، تو اسے میری امت بنادے۔ رب عظیم نے فرمایا وہ امت تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا۔ اے پروردگار عالم میں نے ان الواح میں پڑھا ہے کہ وہ ایسی امت ہے کہ جس کے سینوں میں کتاب الٰہی ہے جس کو وہ پڑھیں گے۔ تو اس امت کو میری امت بنادے۔ حق تعالیٰ نے پھر فرمایا وہ امت تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے پروردگار کائنات میں نے ان الواح میں پایا ہے کہ وہ امت غنائم سے تمتع کرے گی۔ تو اس امت کو میری امت بنادے۔ حق تعالیٰ نے ارشاد

فرمایا وہ امت تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ میں نے ان الواح میں دیکھا ہے کہ وہ امت صدقات کے اموال کھائے گی اور پھر اس پر انہیں اجر و ثواب بھی دیا جائے گا۔ تو اس کو میری امت بنا دے حق تعالیٰ نے فرمایا وہ امت احمد مجتبیٰ ﷺ کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب میں نے ان الواح میں دیکھا ہے کہ اس امت کا کوئی شخص ایک نیکی کرنے کا ارادہ کرے اور وہ کسی بے بسی کی بنا پر نہ کر سکے، تب بھی وہ نیکی اس کے حساب میں تحریر کر لی جائے گی اور اگر وہ اس نیکی کو عمل میں لے آئے تو اس کے لئے دس نیکیاں اس کے حساب میں تحریر کر لی جائیں گی تو اس امت کو میری امت بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ امت تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے رب قدیر میں نے الواح مقدسہ میں دیکھا ہے کہ جب اس امت میں سے کوئی شخص بدی کرنے کا ارادہ کرے اور پھر خوف خداوندی سے باز رہے تو کچھ نہ لکھا جائے گا، اور اگر ارتکاب کرے تو ایک ہی بدی لکھی جائے گی، تو اس امت کو میری امت بنا دے، فرمایا احمد مجتبیٰ ﷺ کی ہی وہ تو امت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے رب میں نے ان الواح میں تحریر پایا ہے کہ وہ امت علم اولین و آخرین کی وارث ہوگی اور گمراہ پیشواؤں اور مسیح دجال کو ہلاک کرے گی۔ اس کو میری امت بنا دے۔ ارشاد فرمایا وہ احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے مہربان پروردگار پھر تو مجھے احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت میں شامل فرما دے۔ اس کے جواب میں ان کو دو خصلتیں عطا فرمائی گئیں اور حق تعالیٰ نے فرمایا۔

یا موسیٰ انی اصطفیتك علی الناس برسالاتی وبکلامی فخذ ما اٰتیتك وکن من الشٰکرین۔

اے موسیٰ میں نے تم کو اپنی رسالت اور اپنے کلام کے ساتھ لوگوں کے لئے چن لیا۔ تو جو کچھ میں تم کو دے رہا ہوں اسے لو اور شکر گزاروں میں ہو جاؤ۔ اس ارشاد پر حضرت

موسیٰ نے عرض کیا۔ اے رب میں راضی ہو گیا۔ (خصائص الکبریٰ اردو جلد اول صفحہ 31-30)

ایک ایمان افروز روایت

5

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ **وما کنت بجانب الطور اذنا دینا** کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات کے الواح عطا ہوئے تو آپ مسرت وسرور میں وادی طور میں کھڑے ہو کر بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے لگے اے اللہ تو نے مجھے اتنی بڑی عظمت سے نوازا ہے جو اس سے پہلے کسی کے حصے میں نہیں آئی تو وحی آئی اے موسیٰ میں نے اپنے بندوں کے دلوں پر نگاہ ڈالی تو تمہارے دل سے متواضع مجھے کوئی دل بھی نہ ملا یہی وجہ ہے کہ میں نے تمہیں اپنی رسالت اور کلام سے سرفراز فرمایا میں نے جو کچھ تمہیں عطا فرمایا اسے لے لو اور شکر گزار بن جاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **"ومت علی التوحید وعلی حب محمد صلی اللہ علیہ وسلم"** اور توحید اور حب مصطفیٰ ﷺ پر اپنی زندگی کا خاتمہ کردو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ یہ محمد ﷺ کون ہیں جن کی محبت تیری توحید کے ساتھ وابستہ ہے اور جس کا اسم گرامی موت کے وقت بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ محمد رسول اللہ وہ ہیں جن کا نام نامی اسم گرامی تمام مخلوقات کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے عرش عظیم کے کنگروں پر لکھ دیا گیا تھا۔ پھر فرمایا اے موسیٰ تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے نزدیک اتنا ہوں جتنی تمہاری روح تمہارے جسم سے تمہاری سماعت تمہارے کان سے تمہاری بات تمہاری زبان سے، تمہاری آنکھوں کی سیاہی آنکھوں کی سفیدی سے۔ تمہارا خیال تمہارے دل سے۔ تمہارا نور بصیرت تمہاری آنکھ سے۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا مولا میری تو یہی خواہش ہے کہ ہر کسی سے زیادہ تیرے قریب تر رہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے موسیٰ پھر تم میرے محبوب جناب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر بے شمار درود وسلام پڑھا کرو اور بنی اسرائیل کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ جو میرے دربار میں آئے گا اور اس کے دل

میں محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا انکار ہوگا میں اسے دوزخ کے شعلوں کے حوالے کر دوں گا اور اسے حجابات میں چھپا دیا جائے گا اور وہ میرے دیدار سے محروم رہے گا۔ کوئی فرشتہ اس پر رحم نہیں کرے گا۔ اور کوئی نبی بھی اس کی شفاعت نہیں کرے گا۔ اور فرشتے اس کے لئے جہنم کے دروازے کھول دیں گے۔

بخدا خدا کا یہی ہے در ☆ نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو ☆ جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں
وہی نور حق وہی ظل رب ☆ ہے انہیں کا سب ہے انہیں سے سب
نہیں ان کی ملک میں آسماں ☆ کہ زمین نہیں کہ زماں نہیں

کلیم اور حبیب میں فرق:۔

اس سارے کلام کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی یا مولا میں تیرا زیادہ محبوب ہوں یا محمد ﷺ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اے موسیٰ تم میرے کلیم ہو اور محمد میرے حبیب ہیں۔ حضرت موسیٰ نے پوچھا یا اللہ کلیم اور حبیب میں کیا فرق ہے۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کلیم وہ ہوتا ہے جو اللہ سے محبت کرے اور حبیب وہ ہوتا ہے جس سے میں اللہ محبت کروں۔ کلیم وہ ہوتا ہے کہ جو چیز اللہ کو پسند ہو اسے بجالائے اور حبیب وہ ہوتا ہے کہ جو وہ چاہے خدا وہ کرے۔ مثلاً

قد نرا تقلب وجهك فى السماء فلنولينك قبلة ترضها فول وجهك شطر المسجد الحرام (البقرہ آیت ۱۴۴)

یعنی یا رسول اللہ ﷺ ہم بار بار آپ کا آسمان کی طرف منہ کرنا دیکھ رہے ہیں۔ بے شک ہم اسے ہی آپ کا قبلہ بنا دیں گے جس کو آپ پسند فرماتے ہیں۔ ابھی اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں۔ او

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رما اور **ان الذین یبا یعونك انما یبیعون اللّٰہ** اور **وما ینطق عن الھوا ان ھوا الاوحی یوحیٰ** اور **کلھم اطلبون رضاء وانا اطلب رضاك یا محمد**

خدا کی رضا چاہتے ہیں دوعالم☆خدا چاہتا ہے رضائے محمد

کلیم وہ ہوتا ہے کہ رات بھر قیام کرتا ہے اور دن بھر روزہ رکھتا ہے۔ متواتر چالیس روزے رکھتا ہے اور چالیس راتیں قیام کرتا ہے پھر جا کر وادی سینا میں مجھ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل کرتا ہے حبیب وہ ہوتا ہے کہ اپنے بستر استراحت پر آرام فرما رہا ہوتا ہے اور خدا جبرائیل علیہ السلام کو اس کے دروازے پر بھیجے اور **"ان ربك لمشتاق علیه"** فرمائے اور اس کو وہ مقام عطا فرمائے کہ نہ کسی کو ملا اور نہ کسی کو ملے

لاڈلے تھے خدا کے کلیم خدا☆فرق ہے یہ کلیم اور محبوب میں
کہ وہ دیدار کرنے جائیں طور پر☆ان کے گھر خود خدا کا پیام آ گیا

اے موسیٰ میں نے تم سے اس وقت کلام کیا جب تم طور سینا پر تھے مگر میں اپنے محبوب سے اس وقت گفتگو کی جب وہ **"قاب قوسین او ادنیٰ"** کے مقام پر تھا

با علی السماء تکلم بربه☆وجبریل نائی والحبیب مقرب
بعذت سیدنا علی کل☆اته وملتنا فیما النبیون ترغب

اور اے موسیٰ کلیم وہ ہوتا ہے جو طور پر آ کر **"رب ارنی"** کا تقاضا کرے مگر **"لن ترانی"** کا جواب پائے مگر حبیب وہ ہوتا ہے کہ رب خود ملائکہ کی بارات بھیج کر اسے آسمانوں پر بلائے اور بلا حجاب اپنا آپ دکھائے۔ اور دکھانا بھی ایسا کہ **"وما زاغ البصر وما تغیٰ"**

نہ کلیم کا تصور نہ خیال طور سینا

میری آرزو محمد میری جستجو مدینہ
میں گدائے مصطفیٰ ہوں میری عظمتیں نہ پوچھو
مجھے دیکھ کر جہنم کو بھی آگیا پسینہ

عطاء بن یسار سے مروی ہے:۔

آپ کہتے ہیں میری ملاقات حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے کہا حضورﷺ کی جن صفات کا ذکر خیر تورات میں ہے ان سے مجھے آگاہ فرمایئے۔ آپ نے کہا بیشک تورات میں حضورﷺ کی وہی صفات بیان کی گئی ہیں جو قرآن میں بیان ہیں۔ پھر آپ نے تورات کی مندرجہ ذیل آیت تلاوت کی۔

یا یھا لنبی انا ارسلنٰك شاھدا و مبشرا و نذیر ا وحرزا للامیین انت عبد ی و رسولی سمیتك المتوکل لست بفظ ولا غلیظ ولا صخاب فی الاسواق ولا تجزی بالسیئة السیئة ولکن تعفو و تغفر ولن یقبضه اللّٰه حتی یقیم به الملة العو جاء بان یقولوا لا اله الا اللّٰه فیفتح بهٖ اعینا عمیاو اذا نا صما وقلوبا غلفا (انفر د باخراجہ البخاری)

تورات کی آیت کا ترجمہ:۔

''اے نبی ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر، خوشخبری دینے والا، بروقت ڈرانے والا، امتیوں کے لئے جائے پناہ، تو میرا بندہ ہے اور میرا رسول ہے۔ میں نے تیرا نام المتوکل رکھا ہے نہ تو درشت خو ہے نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور مچانے والا ہے تو برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتا، بلکہ معاف کردیتا ہے اور بخش دیتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی طرف نہیں بلائیگا۔ یہاں تک ہر ایک ٹیڑی ملت کو آپ کے ذریعہ درست کردے اور وہ سب کہنے لگیں لا

الہ الا اللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ سے اندھی آنکھوں کو بینا۔ بہرے کانوں کو شنوا۔ غلافوں میں لپٹے ہوئے دلوں کو نور ہدایت سے منور کر دے گا۔ (الوفا لابن الجوزی صفحہ ۳۸-۳۷ جلد اول)

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:۔

حضرت صفیہ (جن کو بعد میں ام المؤمنین بننے کا شرف حاصل ہوا) یہ حی بن اخطب رئیس یہود کی بیٹی تھیں ان کے چچا کا نام ابو یاسر بن اخطب تھا۔ آپ کہتی ہیں کہ میرے والد اور میرے چچا تمام بچوں سے زیادہ میرے ساتھ محبت کرتے تھے۔ جب بھی میں ان سے ملاقات کرتی تو مجھے اٹھا کر سینے سے لگا لیتے جب اللہ کے پیارے رسول ﷺ قبا میں تشریف لائے اور بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں قیام فرمایا تو میرا والد اور میرا چچا صبح اندھیرے منہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے گئے اور سورج غروب ہونے کے بعد واپس لوٹے۔ جب وہ واپس آئے میں نے محسوس کیا کہ وہ تھکے ہوئے ہیں۔ افسردہ خاطر ہیں اور بڑی مشکل سے ہولے ہولے چل رہے ہیں۔ میں نے حسب معمول ان کو محبت بھرے کلمات سے مرحبا کہا، لیکن ان دونوں میں سے کسی نے میر طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا میں نے اپنے چچا ابو یاسر کو اپنے باپ سے یہ کہتے ہوئے سنا کیا یہ وہی ہیں؟ اس نے کہا بیشک خدا کی قسم۔ پھر چچا نے پوچھا کیا تم نے ان کو تورات میں بیان کردہ نشانیوں اور صفات سے پہچان لیا ہے۔ اس نے جواب دیا، بیشک خدا کی قسم۔ پھر چچا نے پوچھا بتاؤ اب کیا خیال ہے میرے باپ نے جواب دیا **"عداوته والله ما بقيت"** خدا کی قسم جب تک زندہ رہوں گا۔ ان سے عداوت کرتا رہوں گا۔ (ضیاء النبی جلد اول صفحہ ۴۹۷)

زبور میں نعت مصطفیٰ ﷺ

اہل علم بیان کرتے ہیں کہ زبور شریف میں پیارے مصطفیٰ ﷺ کی نعت اس طرح لکھی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیارے محبوب سے فرماتا ہے۔ کہ میں خیر و برکت

کے تمام اصناف کا مالک ہوں میں بے شمار احوال واموال تیرے تابع کر رہا ہوں چنانچہ تیغ ہمت کو نیام عزم سے باہر نکال لیں اور مردانگی کے بازو کی قوت سے زمانہ کے منکرین کے سر قلم کر دیں اور اپنی فصیح البیان زبان کو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء سے کبھی خاموش نہ رکھیں، مجھے اپنی ذات کی قسم ہے کہ تیری تعریف ونعت دنیا بھر کے تعریف کرنے والوں کی تعریفوں پر حاوی ہوگی۔ آپ اعلائے کلمۃ اللہ میں کوشاں رہیں۔ دنیا بھر کے شہنشاہوں کی گردنیں اور زمانے بھر کے سرکشوں کے سر آپ کے قبضہ اقتدار واختیار کے سامنے خم ہو جائیں گے۔

ظفرت بفخر لا ینال المرسل
بعد علاك العرش والفرش لا قط
ظهور رسول الله اضحى من الضحیٰ
فنحن به الاعداء طرا نفابط

دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں

امام فی الذبور عبد شریف الهمة حبیب الفقراء۔ لطیفة العطیة، طبیب الاغنیاء۔ جمیل العشرة تقی الا تقیاء۔ سهلا عند المعاهد عدلا عند القاسمة ۔ سباق عند المعاملة شجاعا عند المقابلة ۔ بعظم الکبیر بعظم وقاره یقرب الصفیر لشدة افتقاره و یشکر الیسیر لقلة اعتذاره ۔ ویرهم الا سیر برؤیة اضطراره یسام عن غیر ضحك امی غیر کا تب ولا قاری ومتواضع عن غیر عجذ متواصل الخزان دائم الفکر من غیر خذن (معارج النبوۃ)

اے از تو کشادہ لطف معبود☆بر خلق درخزائن جود

از دولت تو وجود دارد☆ہر چیز کہ گشتہ است موجود

ہم مدح تو بود ذکر موسیٰ☆ہم نعت تو بودہ درود داؤد

بازار محامد صفاتت☆ہر نکتہ نمودہ در منضود

بیہقی نے وہیب بن منبہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی فرمائی اے داؤد۔ تمہارے بعد جلد ہی ایک نبی آئے گا جس کا نام احمد۔ محمد اور صادق ہے۔ نہ اس پر کبھی میرا غضب ہوگا اور نہ کبھی وہ میری نافرمانی کرے گا۔ میں اس کے سبب اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہ معاف کروں گا۔ اس کی امت امت مرحومہ ہے۔ میری بخشش ان پر بہت ہوگی۔ ان میں سے بعضوں پر بعض بخششیں انبیاء کی مانند ہونگی۔ میں ان پر ایسے فرائض لازم کروں گا جو انبیاء پر کئے۔ وہ امت قیامت کے دن اس شان سے آئے گی کہ ان کا نور انبیاء کے نور کی مانند ہوگا۔ یہ نور ان پر عائد کردہ فرائض کی وجہ سے ہوگا۔ وہ انبیاء کی طرح ہر نماز کے لئے طہارت کریں گے اور مثل انبیاء کے غسل جنابت کریں گے اور انبیاء کی طرح حج کریں گے اور مثل انبیاء کے دین حق کی مدافعت اور اشاعت کے لئے جہاد کریں گے۔ اے داؤد علیہ السلام۔ میں نے محمد ﷺ اور ان کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے۔ نیز میں ان کو چھ خصلتیں دوں گا جو پہلے کسی امت کو نہیں دیں اور ان کی خطاء ونسیان پر مواخذہ نہ کروں گا۔ (خصائص الکبریٰ اردو جلد اول صفحہ 39)

ایک ایمان افروز روایت:۔

ایک مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی۔ اے اللہ میں جب زبور کی تلاوت کرتا ہوں تو مجھے ایک نور نظر آتا ہے۔ میرا محراب خوشی سے جھومنے لگتا ہے۔ اور میرا قلب وجگر انتہائی راحت محسوس کرتا ہے۔ میرا حجرہ منور ہو جاتا ہے۔ یا اللہ وہ نور کیسا ہے؟ فرمایا یہ نور محمدی ﷺ ہے۔ میں نے اسی نور کے طفیل دنیا۔ آخرت، آدم

وحوا۔ جنت ودوزخ کو پیدا فرمایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بلند آواز سے نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم لیا تو پرندے، جنگلی جانور اور دشت و بیابان سے یہ ندا آئی۔ صدقت یا داؤ۔ اے داؤد آپ نے سچ فرمایا۔ اس دن کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام جب بھی زبور کی تلاوت فرمانے لگتے تو لا الہ اللہ محمد الرسول اللہ پڑھ لیتے۔

انجیل میں نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل میں خطاب ہوا۔ اے بتول کے بیٹے اور مبشرا برسول کی بشارت دینے والے مبشر سنو اور دل کے کانوں سے سنو اور اس پر ایمان ویقین کے ساتھ عمل کرو۔ میں تمہارا خداوند تمہیں خطاب کر رہا ہوں کہ تمہارے وجود کو کسی انسانی امتزاج اور ازواجی تعلقات کے بغیر ہی بنایا اور تمہیں نبوت کا تاج پہنایا۔ تو میری واحدانیت کا اعتراف کرو اور انجیل کے احکام کو قبول کرو اور اپنے متبعین (حواریوں) کو میری خداوندی اور الوہیت سے واقف کرو اور پھر محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت سناؤ۔ وہ عربی النسل ہاشمی النسب اولاد عبد المطلب ہوگا۔ موعود انبیاء اور مقصود اصفیاء ہوگا۔ اس کے اوصاف و کمالات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اونٹ پر سواری کرے گا۔ اگر چہ اس کی کئی منکوحات ہوں گی لیکن سلسلہ النسب صرف ایک ہی زوجہ سے جاری ہوگا۔ قیامت کے دن تمہاری ماں مریم کا رفیق ہوگا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے آپ کی ایک صاحبزادی ہوگی جو خاتون جنت ہوگی اور بانوئے حجلہ کرامت ہوگی ان سے دو صاحبزادے پرورش پائیں گے یہ دنوں زندگی بھر قوائد دین واسلام جاری کریں گے اور شہادت نوش فرمائیں گے۔ انہیں انہی کی قوم کے لوگ شہید کریں گے جو دین کے معاملات میں افراط وتفریط میں مبتلا ہوں گے۔ اس کا قبلہ بیت الحرام ہوگا حج کے مواقع پر احرام باندھے گا۔ حقیقت میں زمین وآسمان کا مرکز ہوگا تمام گناہ گاروں کا شفیع اور رحمت العالمین ہوگا۔ وہ صاحب مقام محمود ہوگا۔ حوض کوثر کا مالک ہوگا۔ زبان آیات قرآن سے مزین ہوگی ذکر خدا کی کثرت کرے گا۔ جب

آنکھیں خواب آلود ہوں گی تو دل بیدار ہوگا۔ مقام شفاعت پر تباہ حال گناہ گاروں کی خبر گیری کرے گا۔ قیامت کے دن جب ہر کسی کی زبان پر نفسی نفسی ہوگا تو اس کی زبان پر امتی امتی ہوگا۔ اس دن ہر کوئی اسی کے دامن شفاعت میں پناہ پائیں گے۔

تا شبے نیست صبح ہستی زاد☆ آفتاب چو اوندا دیاد

فیض فضل خداست دائیہ او☆ فرپر ہمائے سایہ او

اوست نقدینہ خزانہ جود☆ ہمہ عالم طفیل او مقصود

دوسری روایت:۔

ایک دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ اس خطاب کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا۔ اے عیسیٰ تم بھی نبوت محمد یہ ﷺ کی تصدیق کرو۔ ان پر ایمان لاؤ اور اپنے آپ کو ان کا امتی کہو جو شخص بھی ان کا زمانہ پائے ان پر ایمان لائے۔ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو نہ یہ دنیا ہوتی۔ نہ آدم نہ جنت نہ دوزخ بلکہ کچھ بھی نہ ہوتا۔

عقبہ کل النبین یترب

ولا مرسل الا لاحمد یخطب

یتوراۃ موسیٰ نعتہ وصفاتہ

وانجیل عیسیٰ فی المدایح یطنب

ایک اور روایت

بیہقی وابونعیم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اوصاف انجیل میں اس طرح ہیں۔ وہ بدخلق ہیں نہ سخت مزاج، نہ سوقیانہ اور بازاری انداز سے شوروغوغا کرنے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے ہوں گے بلکہ عفوو درگزر سے کام لیں گے۔ (خصائص الکبریٰ اردو جلد اول صفحہ 29)

موجودہ انجیل اور نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم :۔

اس بات میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں کہ موجودہ انجیل ،تورات اور زبور میں زبردست تحریف کی گئی ہے۔اس بات کو صرف ہم ہی نہیں بلکہ عیسائی مصنفین بھی تسلیم کرتے ہیں۔ان لوگوں نے اپنی کتب سے حضور خاتم الانبیاء علیہ کا ذکر مبارک چن چن کر نکال دیا ہے۔انجیل برنباس جو کہ اصل انجیل سے بہت حد تک قریب تھی اسے ممنوعہ لٹریچر قرار دے دیا گیا اور اس کے تمام نسخے ضبط کر لئے گئے اور یہ حکم دیا گیا کہ جس کے پاس بھی یہ انجیل برآمد ہو اسکو قتل کر دیا جائے۔ان تمام تر گھناؤنی سازشوں کے باوجود موجودہ بائبل میں اب بھی بہت سی جگہوں پر پیارے مصطفیٰ علیہ کی عظمت وشان نظر آتی ہے

مثال نمبر 1 :۔

یوحنا کی انجیل باب نمبر 16 میں ہے۔لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں گا تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر میں جاؤنگا تو اسے تمہارے پاس بھیج دونگا۔اور وہ آ کر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔(آیت نمبر 7-8 باب نمبر 16)

قرآن مجید نے انجیل کی اس عبارت کو اس طرح پیش کیا ہے

واذقال عیسی ابن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

ترجمہ :۔اور یاد کرو جب عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے فرمایا اے بنی اسرائیل میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف ۔ میں تصدیق کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے تھی (یعنی تورات)اور میں خوشخبری سناتا ہوں ایک ایسے رسول کی جو میرے بعد تشریف لائیں گے اور

ان کا اسم گرامی احمد ہوگا۔

مثال نمبر 2:۔ یوحنا کی انجیل باب نمبر 16 میں ہے۔

لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا۔ تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ (باب نمبر 16 آیت نمبر 14)

قرآن مجید نے اس کلام کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔ سچائی کی راہ دکھانے والے کے لئے فرمایا۔ **انك لتهدى الى صراط مستقيم** (یارسول اللہ ﷺ) بے شک آپ لوگوں کو سیدھی راہ دکھاتے ہو۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔ **يهدى به الله من اتبع رضوانه سبل السلم** ہدایت دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعے سے ہر اس شخص کو جو اللہ کی مرضی پر چلا۔ سلامتی کے راستے کی

سورۃ آل عمران میں ہادی کی صفت کی طرف اس طرح ارشاد ہوتا ہے

لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم يتلوا عليهم ايته ويزكيهم ويعلمهم الكتب والحكمة وان كانو من قبل لفى ضلل مبين۔

ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان فرمایا ایمان والوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر (اللہ) کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ لوگ ضرور اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

اور اس بشارت کی طرف "کہ وہ نبی اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا وہی کہے گا جو سنے گا" کو قرآن مجید نے اس طرح ارشاد فرمایا۔

وما ينطق عن الهوى ٥ ان هو الا وحى يوحى۔

ترجمہ:۔اور یہ (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔وہ تو کچھ نہیں فرماتے مگر وہی جو انہیں وحی کی جاتی ہے۔

انجیل برناباس میں شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:۔

انجیل برناباس باب نمبر 17 میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صاحب ضیاء القرآن نے یوں نقل کیا ہے۔

But after me shall come the splendour of all the prophets and Holy ones, And shall sead light upon the darkness of all that the prophats have satd because.He is the Messanger of God.

ترجمہ: لیکن میرے بعد وہ ہستی تشریف لائے گی جو تمام نبیوں اور نفوس قدسیہ کے لئے آب وتاب ہے اور پہلے انبیاء نے جو باتیں کی ہیں وہ اس پر روشنی ڈالے گا۔کیونکہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

دوسری جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

For I am not worthy to Enloose the ties of the hosen or the latchets of the shoes of the Messanger of the God whom you call "Messiah" who was made before me , and shall come after me and shall bring the words of truth . So that his father shall have no end.

ترجمہ:۔یعنی جس ہستی کی آمد کا تم ذکر کر رہے ہو۔میں تو اللہ کے اس رسول کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق بھی نہیں۔جس کو تم مسیحا کہتے ہو۔اس کی تخلیق مجھ سے

پہلے ہوئی اور تشریف میرے بعد لائے گا۔ وہ سچائی کے الفاظ لائے گا۔ اور اس کے دین کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔ (حوالہ سیرت امام الانبیاء قران اور بائبل کی روشنی میں صفحہ 217)۔

برناباس کی انجیل باب نمبر 82 میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیارے مصطفیٰ ﷺ کے لئے فرمایا۔

ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ بے شک میں تو فقط بنی اسرائیل کے گھرانے کی نجات کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ لیکن میرے بعد مسیحا تشریف لائے گا جسے اللہ تعالیٰ سارے جہان کے لئے مبعوث فرمائے گا۔ اسی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات تخلیق کی ہے اور اسی کی کوشش کے باعث ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ کی پرستش کی جائے گی اور اس کی رحمت نصیب ہوگی

ایک اور روایت:۔

انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے یہ الفاظ درج ہیں ''میں اپنے رب اور تمہارے رب کی طرف جا رہا ہوں میں فارقلیط کے رب کی طرف جا رہا ہوں وہ فارقلیط جو میری شہادت دے گا جس طرح میں اس کی حقانیت کی گواہی دے رہا ہوں۔ وہ تمہارے لئے تمام چیزوں کی وضاحت کرے گا۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواری برناباس سے اپنے آخری حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

میرے قتل کی سازش کی جائے گی۔ چند ٹکوں کے عوض مجھے میرا ایک حواری گرفتار کروا دے گا لیکن وہ مجھے پھانسی نہیں دے سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے زمین سے اٹھا لے گا۔ اور جس نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے اسے میری بجائے سولی پر چڑھا دیا جائے گا۔ طویل عرصے تک لوگ مجھے بدنام کرتے رہیں گے۔ لیکن جب محمد ﷺ تشریف لائیں گے جو

خدا کے مقدس رسول ہیں تب میری یہ بدنامی اختتام پذیر ہوگی اور اللہ تعالیٰ یوں کرے گا۔ کیونکہ میں اس مسیحا کی صداقت کا اعتراف کرتا ہوں۔ وہ مجھے یہ انعام دے گا لوگ مجھے زندہ جاننے لگیں گے اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس رسوا کن موت سے میرا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے (حوالہ سیرت امام الانبیاء قرآن اور بائبل کی روشنی میں صفحہ ۲۲۱)

ایک اور آیت

محبت کو زوال نہیں۔۔ نبوتیں ہوں تو موقوف ہو جائیں گی۔ زبانیں ہوں تو جاتی رہیں گی۔ علم ہو تو مٹ جائے گا۔ کیونکہ ہمارا علم ناقص ہے اور ہماری نبوتیں ناتمام لیکن جب کامل آئے گا تو ناقص جاتا رہے گا (کرنتھیوں باب ۱۳ آیت ۸-۹-۱۰)

انجیل کی ان آیات سے روز روشن کی طرح عیاں ہوا کہ سیدنا مسیح علیہ السلام کے بعد جلوہ افروز ہونے والے، نبوت تام والے، کامل علم والے، حضور امام الانبیاءؑ و المرسلین حضرت احمد مصطفیٰ، محمد مجتبیٰ ﷺ کی ہی ذات والا صفات ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیارے مصطفیٰ ﷺ کے امتی بن کر آئیں گے:۔

حضرات گرامی میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیارے مصطفیٰ ﷺ کی صداقت اور آپ کی آمد کا ذکر اپنی قوم کے سامنے کیا تو آپ کی قوم کے حوارین پیارے مصطفیٰ ﷺ کے عاشق ہو گئے۔ آپ کے ایک صحابی نے پوچھا اے نبی اللہ کیا آپ وہی نبی ہیں جن کی بشارت اڑھائی ہزار سال قبل اللہ کے پیارے نبی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے دی تھی اور انکی پیروی کرنے والوں کو کامیابی اور نافرمانی کرنے والوں کو ناکامی اور عذاب کی وعید سنائی تھی۔ تو حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا اے میرے امتیوں جس کی خوشخبری حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے دی تھی میں وہ نبی نہیں ہوں بلکہ میرے بعد **"مبشر برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد"** وہ پیارا راج دولارا، دکھیوں کا سہارا، بے چاروں کا چارا اور غم زدوں کا غمخوار۔ محبوب پروردگار، تشریف لائے گا

اور اس کا نام آسمانوں پر احمد اور زمین پر محمد ﷺ ہوگا۔ اور بڑے خوش نصیب ہوں گے وہ لوگ جو ان پر ایمان لائیں گے اور جو ان کی نافرمانی کریں گے وہ دنیا و آخرت میں نامراد و ناکام ہوں گے

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر مبارک جب تیس برس کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعلان نبوت کا حکم دیا اور پہلی وحی آپ پر نازل ہوئی۔ یہاں پر ایک حدیث مبارک بھی سنتے چلیں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پیارے حبیب ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و رسل پر کتنے صحائف اور کتنی کتب نازل فرمائیں تو پیارے مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و رسل پر سو (۱۰۰) صحیفے اور چار کتب نازل فرمائیں۔ دس صحیفے حضرت آدم علیہ السلام پر پچاس صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر تیس (۳۰) صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام پر اور دس (۱۰) صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل فرمائے اور کتابوں میں تورات شریف حضرت موسیٰ علیہ السلام پر زبور شریف حضرت داؤد علیہ السلام پر۔ انجیل شریف حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور اور قرآن مجید حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمایا (تفسیر نعیمی پارہ ۶ صفحہ ۹۰)

تو اب ماننا پڑے گا کہ پیارے مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا علم عطا فرمایا ہے اور آپ سے ازل سے لے کر ابد تک بلکہ ابدالاباد تک کوئی شے بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

حضرات گرامی۔ میں عرض کر رہا تھا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر مبارک ۳۰ سال کی ہوئی تو آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی اور آپ تین سال تک لوگوں کو توحید کا درس دیتے رہے اور ۳۳ سال کی عمر مبارک میں ستائیسویں رمضان المبارک کو اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا اب قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تبارک

وتعالیٰ دوبارہ زمین پر بھیجے گا۔اس مرتبہ آپ نبی بن کر نہیں بلکہ پیارے مصطفیٰ ﷺ کے امتی بن کر تشریف لائیں گے۔ پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ کی شریعت پر عمل کریں گے۔ صلیب کو توڑ دیں گے۔خنزیر کو قتل کریں گے۔ یہودیوں سے جہاد کریں گے۔ چالیس سال تک اس دنیا میں قیام فرمائیں گے۔آپ کی شادی اور اولاد بھی ہوگی۔ پھر آپ کا وصال ہوگا اور روضہ پاک مصطفیٰ ﷺ میں آپ کو دفن کیا جائے گا۔ جب قیامت قائم ہوگی تو سب سے پہلے پیارے مصطفیٰ ﷺ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضوان اللہ علیہم اٹھیں گے اور دربار خداوندی میں حاضر ہوں گے۔

یوں تو سارے نبی محترم ہیں مگر ☆ سرور انبیاء تیری کیا بات ہے
رحمت دو جہاں اک تیری ذات ہے ☆ اے حبیب خدا تیری کیا بات ہے
حضرت آمنہ کے دلارے نبی ☆ غمزدہ امتیوں کے سہارے نبی
روز محشر کہے گی یہ خلق خدا ☆ سب کے مشکل کشا تیری کیا بات ہے

صحف ابراہیم علیہ السلام کے الفاظ:۔

اما فی صحف ابراهيم عليه السلام عبد كان الوفاء حكيما رؤفا قائما فی امر الله كريما مصادقا موقنا بوعد الله مستم افی عبادة الله ملتمسا برضاء الله ودودا (معارج النبوة)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیارے مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے جنت کو خواب میں دیکھا اس کی وسعت کو زمین و آسمان کی وسعت کے برابر پایا۔آپ نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے پوچھا یہ مبارک اور پر امن مقام کس کی ملکیت ہے۔تو آواز آئی

اعدت لمحمد صلى الله عليه وسلم و امته

یعنی اے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے لئے تیار کیا گیا ہے آپ نے جنت کے باغوں کے درختوں کی جڑوں کو دیکھا تو ان پر **لا الہ الا اللہ** لکھا ہوا تھا ان درختوں کی کونپلوں پر **محمد رسول اللہ** اور پھلوں پر **سبحان اللہ والحمد للہ** لکھا ہوا دیکھا۔ جب آپ خواب سے بیدار ہوئے تو آپ نے اپنی قوم کو بلا کر سارا خواب بیان فرمایا۔ اس پر آپ کی قوم نے آپ سے حضرت محمد ﷺ اور آپ کی امت کے بارے میں پوچھا کہ آپ ان کا تعارف کروائیں تاکہ ہمیں بھی آپ کی عظمت وشان کا پتہ چلے۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریزی کی اور عظمت وشان مصطفیٰ ﷺ کے بیان کرنے کی توفیق چاہی۔ اس پر حضرت جبرائیل امین حاضر ہوئے اور کہا اے ابراہیم غم نہ کریں اور اپنا سر سجدہ سے اٹھائیں۔ حضرت ابراہیم نے اپنا تمام خواب بیان فرمایا اور قوم کا اشتیاق بیان کیا اور فرمایا چونکہ مجھے حضور ﷺ کے کمالات و جمالات، عظمت و رفعت، شمائل ومحاسن کا کما حقہ علم نہیں تھا اس لئے میں نے اپنی قوم کو جواب دینے میں تامل کیا۔ حضرت جبریل نے کہا کمالات مصطفیٰ ﷺ کو مکمل طور پر بیان کرنا تو میرے بھی اختیار سے باہر ہے البتہ رب ذوالجلال سے دریافت کرتا ہوں۔ رب ذوالجلال کی بارگاہ میں جب یہ مسئلہ پیش کیا گیا تو حکم ملا جبرائیل، محمد میرے رسول اور نبی ہیں۔ میری مخلوق کے بہترین فرد ہیں۔ میں نے اپنے بندوں کی طرف بہترین منتخاب اور اعلیٰ ترین بعثت کیا ہے۔ وہ کائنات عرض وسماوی سے بہتر ہیں۔ آپ کی امت سر بزن واداخر انبیاء کی امتوں سے افضل واعلیٰ ہے۔ مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم میں نے اپنے محبوب کو برگزیدہ خلق کیا اور اس کی امت کو آسمان وزمین کی پیدائش سے بیس ہزار سال پہلے پیدا فرمایا اور میدان محشر میں وہ تمام امتوں سے پہلے اور عمدہ صورت میں اٹھیں گے۔ قیامت کے دن وہ تمام برائیوں سے پاک ہوں گے۔ تمام نوجوان اور خوبصورت ہوں گے۔ ان کے ہاتھ، پاؤں اور چہرے نورانی ہوں گے۔ یہ نور ان کے وضو کی ضیاؤں کی وجہ سے ہوگا۔ ان کے

سر پر تاج ہوں گے۔ ان کی نعمتیں مقرر ہوں گی اور وہ خوش ہوں گے۔ ان کی حالت انبیاء مکر بین کی طرح ہوگی۔ ان کا تمام امتوں سے بڑھ کر درجہ ہوگا۔ وہ ممبر رسول کے اردگرد ہوں گے۔ ان کی پیشانیوں پر قلم قدرت سے یہ کلمہ لکھا ہوگا۔ **انی انا اللہ لا الہ الا انا** اے جرائیل یہ مختصر سی تعریف ہے میرے محبوب ﷺ کی اور آپکی امت کی۔ یہ پیغام سن کر جب حضرت جرائیل امین علیہ السلام واپس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور تمام تعریف بیان کی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر عرض کی

"یارب اجعلنی من امتہ صلی اللہ علیہ وسلم"

اے اللہ مجھے امت مصطفیٰ ﷺ میں بنا۔

زہے طفلے کہ عالم شد طفیلش
خلیل از سفرہ انداز ان خیلش
مراد کن فکان مقصود کونین
کمان آبروئے بزم قاب قوسین

پیارے مصطفیٰ ﷺ اور دعائے خلیل علیہ السلام:۔

طوفان نوح کے وقت اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ شریف کو آسمانوں پر اٹھالیا تھا اور وہاں پر صرف ایک ٹیلہ ہی باقی تھا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ مبارک آیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا کہ میرا گھر دوبارہ تعمیر کیا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی مولا میں تیرا گھر بنانے کو تیار ہوں مگر مجھے اس جگہ کی نشاندہی کردی جائے اور اس کے طول وارض سے آگاہ فرمادیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جرائیل امین کو فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت ابراہیم کے پاس بھیجا آپ حضرت ابراہیم کو ساتھ لے کر مکہ میں تشریف لائے اور وہ بنیادیں جو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں فرشتوں نے

بیت اللہ شریف کی رکھیں تھیں انہیں فرشتوں نے کھود کر ظاہر کر دیا علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب نزہۃ المجالس جلد اول صفحہ 367 پر لکھا ہے کہ بیت اللہ شریف کو چھ مرتبہ تعمیر کیا گیا۔ سب سے پہلے حضرت آدم سے پہلے بیت اللہ شریف کی عمارت کو فرشتوں نے بحکم خدا بنایا۔ دوسری مرتبہ حضرآدم علیہ السلام نے انہیں بنیادوں پر بیت اللہ شریف کی عمارت تعمیر فرمائی، تیسری مرتبہ طوفان نوح کے بعد حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام نے انہیں بنیادوں پر اسے تعمیر کیا، چوتھی مرتبہ قریش نے اسے تعمیر کیا اور پیارے مصطفیٰ ﷺ نے خود اس تعمیر میں حصہ لیا اور اپنے دست مبارک سے حجر اسود اس میں نصب کیا۔ اس تعمیر میں یہ تبدیلی کی گئی کہ حطیم کو عمارت میں شامل نہ کیا گیا جو کہ دراصل بیت اللہ ہی کا حصہ ہے دوسری یہ کہ اس کے دو دروازوں کی جگہ ایک ہی دروازہ رکھا گیا، تیسری یہ کہ پہلے بیت اللہ کے دروازے زمین کے ساتھ تھے مگر اس مرتبہ دروازے کو زمین سے کافی اونچا رکھا گیا اور دروازے کو قفل لگایا گیا تاکہ قریش کی مرضی کے بغیر اس میں کوئی داخل نہ ہو سکے، پانچویں مرتبہ حضرت سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرز پر تعمیر فرمایا، چھٹی مرتبہ اسے حجاج بن یوسف نے قریش کی طرز پر بنایا اور آج تک یہ اسی شکل میں موجود ہے۔ تفسیر نعیمی صفحہ 680 پر لکھا ہے کہ 1040 ھ میں شاہ قسطنطنیہ سلطان مراد بن احمد خان نے جب کعبۃ اللہ کی خستہ حالی کو دیکھا تو اس نے اسے دوبارہ حجاج بن یوسف کی طرز پر تعمیر کیا۔ کعبۃ اللہ کے اندر سنگ مرمر کا عمدہ ترین فرش بچھایا۔ چھت کے اندرونی طور پر نہایت ہی گہری مخملی تہہ لگائی گئی۔ باہر کی دیواریں سنگ خارا سے چونے میں چنیں گئیں اور تمام کعبہ شریف پر بہترین قسم کا ریشمی پردہ ڈلوایا جس پر کلمہ طیبہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** لکھوایا۔ موجودہ کعبہ شریف کی عمارت بلطان مراد کی ہی بنائی ہوئی ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ شریف بنانے

کا حکم ہوا اور فرشتوں نے حضرت جبرائیل امین کی قیادت میں بیت اللہ شریف کی بنیادوں کی نشاندہی کر دی تو آپ نے حضرت اسماعیل کے ساتھ ملکر بیت اللہ شریف کی تعمیر شروع کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام مستری کا کام کر رہے ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام مزدور کا۔ جب بیت اللہ شریف کی دیواریں کچھ اونچی ہوئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بیٹے کوئی بڑا پتھر لاؤ تا کہ اس پر کھڑے ہو کر ان دیواروں کو مکمل کیا جائے۔ حضرت اسماعیل بڑے پتھر کی تلاش میں نکلے تو بحکم خدا حضرت جبرائیل امین آئے اور حضرت اسماعیل کو دو پتھر عطا کیے اور فرمایا کہ یہ دونوں پتھر آپ کے دادا حضر آدم علیہ السلام جنت سے لائے تھے یہ چھوٹا پتھر حجر اسود ہے اسے بیت اللہ کی دیوار میں نصب کر دیں اور بڑا پتھر اس پر کھڑے ہو کر بیت اللہ کی تعمیر کریں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام دونوں پتھر لے کر واپس آئے اور سارا ماجرہ بیان فرمایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے پتھر پر کھڑے ہو کر دیواروں کو اونچا کرنے لگے۔ جیسے جیسے دیواریں اونچی ہوتی جاتیں وہ پتھر بھی خود کار لفٹ کی طرح انچا اور نیچا ہوتا جاتا۔ جب مقررہ اونچائی پوری ہوگئی تو آپ نے حجر اسود کو دیوار میں نصب فرمایا اور پھر دونوں باپ بیٹے نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی۔

واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسماعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم (سورۃ البقرہ آیت 126)

ترجمہ:۔ اے پیارے حبیب ﷺ وہ وقت یاد کرو جب اٹھا رہے تھے ابراہیم واسماعیل بنیادیں کعبۃ اللہ کی اور عرض کر رہے تھے اے ہمارے پروردگار ہم سے یہ عمل قبول فرما بے شک تو سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

دیکھیے۔ کتنا پیارا اسلوب ہے کہ اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے اے محبوب آپ اس وقت کو یاد کریں۔ تو یاد اسے کروایا جاتا ہے جو اس وقت موجود ہو اور وہ واقعہ اس کے سامنے رونما ہوا ہو اور جو موجود نہ ہو اسے یاد کروانا کیسا۔ تو ماننا پڑے گا کہ پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ

ازل سے ابد تک موجود تھے۔ موجود ہیں اور موجود رہیں گے۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ

میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

برستا نہیں دیکھ کر ابر رحمت

بدوں پر بھی برسا دے برسانے والے

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے

میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

سامعین کرام:۔ میں عرض کر رہا تھا کہ جب حضرت ابراہیم واسماعیل علیہم السلام نے بیت اللہ کی تعمیر مکمل کر لی تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی مولا ہماری اس کاوش کو قبول ومنظور فرما تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے پیارے خلیل دنیا کا یہ دستور ہے کہ مزدور کو اس کی اجرت پسینہ خشک ہونے سے پہلے دی جائے تو مانگ ہم سے کیا مانگتا ہے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی مانگنے کا حق ادا کر دیا اور عرض کی

ربنا وابعث فیهم رسول منهم یتلو اعلیهم ایتك ویعلمهم الکتاب والحکمة ویزکیهم انك انت العزیز الحکیم۔

(سورۃ بقرۃ آیت 123)

ترجمہ:۔ اے ہمارے رب بھیج ان میں ایک عظمتوں والا رسول انہیں میں سے تاکہ پڑھ کر سنائے انہیں تیری آئتیں، اور سکھائے انہیں کتاب اور دانائی کی باتیں اور پاک صاف کر دے انہیں بے شک تو ہی بہت زبردست اور حکمت والا ہے۔

قربان جاؤں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مانگنے پر کہ اللہ تعالیٰ سے آپ نے سب سے پیاری چیز یعنی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اولاد میں مبعوث کرنا مانگ لیا اور اللہ

تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا۔ تاریخ گواہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے انبیاء کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوا آپ کے بیٹے حضرت اسحٰق علیہ السلام سے بنی اسرائیل میں بے شمار پیغمبر تشریف لائے اور آپ کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہمارے پیارے رسول وجہ تخلیق کائنات محبوب رب العالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لائے

محمد مصطفیٰ آئے فضاواں مسکرا پیاں
گھٹاواں نور برساون ہواواں مسکرا پیاں

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام حضور کی آمد سے ہزاروں سال پہلے حضور نبی اکرم ﷺ کی آمد کی التجائیں کرکے، اور آپ کی آمد کی دعائیں کرکے، پیارے مصطفیٰ ﷺ کا میلاد منا رہے ہیں۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے عرض کر رہے ہیں اے مولا ہم نے تیرا یہ گھر بیت اللہ شریف تعمیر تو کر دیا ہے اب اس گھر کو بسانے والا اس گھر کو سارے عالم میں ممتاز کرنے والا۔ اسے تمام عالم انوار کا مرکز بنانے والا اپنا پیارا محبوب، فخر آدم و بنی آدم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ بھیج دے۔ یعنی بیت اللہ شریف کی بنیاد ہی عشق مصطفیٰ ﷺ پر رکھی گئی ہے اور جس کے دل میں عشق مصطفیٰ ﷺ نہیں وہ چاہے جتنے مرضی حج وعمرے کرتا رہے اس کا یہ عمل اللہ کی بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ

بندۂ سرکار بن پھر کر خدا کی بندگی
ورنہ اے بندے خدا کے بندگی اچھی نہیں

نماز میں درود ابراہیمی ہی کیوں؟

یہاں پر ایک لطیف نقطہ بھی سمجھتے جایئے کہ اللہ تعالیٰ نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ورسل مبعوث فرمائے تو کیا وجہ ہے پیارے مصطفیٰ ﷺ نے نماز میں پڑھنے کے لئے جو درود شریف ہمیں عطا فرمایا اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود پیارے مصطفیٰ

ﷺ کے ساتھ ہے اور کسی نبی پر کیوں نہیں۔ تو اس کا جواب اہل علم و دانش مفسرین کرام نے یوں دیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے

هل جزاء احسان الا احسان ۔ یعنی احسان کا بدلہ احسان ہے۔
تو پیارے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ہم گناہ گاروں پر یہ احسان فرمایا کہ ہمارے لیے اللہ کا پیارا۔ سب سے زیادہ رحمت والا۔ گناہ گاروں کا سہارا، بے چاروں کا چارہ، غم زدوں کا غمخوار۔ محبوب پروردگار احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ مانگ کر ہمیں دو جہاں میں اعلیٰ و ممتاز کر دیا۔ اس لیے پیارے مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا اے میرے امتیو اپنے اس محسن کو بھی یاد رکھو اور ہر نماز میں میرے ساتھ ان پر بھی درود و سلام پڑھو۔

دعائے خلیل و بشارت عیسیٰ :۔

پیارے مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔ علامہ ابن جوزی نے الوفا میں روایت کیا ہے۔

عن العرباض بن سارية قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انى عند الله لخاتم النبين وان آدم لمنجدل فى طينة وساخبركم باول ذلك انا دعوة الى ابراهيم وبشارة عيسىٰ ورؤيا امى التى رأت وكذالك امهات النبين يرين۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں بارگاہ الٰہی میں خاتم النبین کے مرتبے پر فائز تھا در آں حالیکہ آدم علیہ السلام کا خمیر تیار ہو رہا تھا اور میں اس امر کی ابتداء سے تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ثمر ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں جس کی خبر انہوں نے دی تھی۔ اور میں اس خواب کی تعبیر ہوں جو میری والدہ ماجدہ نے دیکھا تھا۔ اسی طرح انبیائے کرام کی امہات کو بھی اس قسم کا خواب دکھایا جاتا تھا۔ (الوفا جلد اول ۳۶)

تو حبیب رب جلیل ہے   تیری عظمتوں کا جواب کیا
تو مقام فخر خلیل ہے   تیری حرمتوں کا حساب کیا
تیرے میکدے سے جو پی گیا   تیرا کیف جس نے سمو لیا
اسے فکر عرصہ دہر کیوں   اسے خوف روز حساب کیا
جو تیرے جمال میں کھو گیا   ہوا بے نیاز غم جہاں
وہ رہن سود وزیاں ہو کیوں   کہ عذاب کیا ہے ثواب کیا۔

تخلیق حضرت جبرائیل امین علیہ السلام اور نعت مصطفی ﷺ:۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جبرائیل امین نے کہا۔ یا محمد ﷺ جس دن اللہ تعالیٰ نے مجھے خلعت وجود عطا فرمایا تو مجھے اٹھارہ ہزار سال عرش مجید کے نیچے ساکن ہونے کا حکم دیا پھر مجھ سے پوچھا **مَنْ خَلَقَكَ**، جبریل تجھے کس نے پیدا کیا۔ میں نے عرض کی یا مولیٰ

انت الواحد القهار العزيز الجبار المعبود فی اللیل والنهار وانا العبد الذليل الخاضع المنقاد۔

پھر مجھے پورے اٹھارہ ہزار سال کوئی خطاب نہ ہوا۔ اس کے بعد مجھ سے پروردگار عالم نے پوچھا **من خلقك ومن انا** ۔ تجھے کس نے پیدا کیا اور میں کون ہوں ۔ میں نے عرض کی پروردگار۔

انت خالقی و رازقی و محی وممیتی وباعثی و وارثی وانا العبد الضعيف المساكين المستكين۔

پھر اٹھارہ ہزار سال تک مجھے خطاب سے نہ نوازا گیا پھر مجھ سے سوال کیا گیا میں کون ہوں اور تم کون ہو۔ تو میں نے عرض کیا **انت الله الخالق الباری وانا**

العبد العائد الخاضع الخاشع۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا **صدقت**۔ میں نے ہمت کرتے ہوئے عرض کی یا مولیٰ تو نے مجھے پیدا کرنے سے پہلے کوئی اور مخلوق بھی پیدا فرمائی ہے۔ تو مجھے حکم ہوا کہ سامنے دیکھو میں نے سامنے ایک ایسا نور دیکھا کہ جس کی نورانی کرنوں سے میری آنکھیں چندھیا گئیں اس نور کے آگے پیچھے دائیں بائیں چار ہالے نور کے تھے۔ میں نے عرض کی یا اللہ یہ نور کس کا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یہ نور اس ہستی کا ہے جس کی خاطر میں نے تجھے بنایا ہے اور تمام فرشتوں اور دوسری مخلوقات کو اسی کی برکت سے پیدا کروں گا۔ اور اس کے وجود گرامی کو سب سے مقدس و محترم بنا دیا ہے۔ عرش و کرسی، لوح و قلم، بہشت و دوزخ اسی ہستی کی وجہ سے وجود میں آئیں گے۔ یہ میرا محبوب ہے میرا نبی ہے اور تمام مخلوقات میں سب سے افضل و اعلیٰ ہے اور یہ محمد ﷺ ہیں۔ پھر میں نے عرض کیا یا اللہ یہ نور کے ہالے کون ہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا آپ کے دائیں طرف آپ کے وزیر حضرت ابو بکر صدیق ہیں بائیں طرف آپ کے مشیر عمر فاروق ہیں۔ آپ کے آگے آپ کے حبیب عثمان بن عفان ہیں ایک روایت کے مطابق آپ کے چچا زاد بھائی حضرت علی المرتضیٰ ہیں اور پیچھے حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

پھر میں نے عرض کیا یا مولیٰ یہ پانچ افراد تیرے ہاں کتنے برگزیدہ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ یہ میرے دوست ہوں گے جو ان کو دوست رکھے گا میں اسے دوست رکھوں گا۔ جو ان سے دشمنی کرے گا میں اس سے دشمنی رکھوں گا ان کے دوستوں کو بہشت میں اپنی رضا دونگا اور ان کے دشمنوں کو دوزخ کی آگ میں اپنے قہر میں مبتلا کروں گا۔

جہاں سب انبیاء پیچھے ٹھٹھک کر رہ گئے یا رب
شفاعت کے لئے آگے وہاں شاہ امم نکلا
رہا جو بن کے سرکش جیتے جی وہ مر گیا گویا

وہ مر کے جی اٹھا جس کا تیرے قدموں میں دم نکلا

حضرت دانیال علیہ السلام اور میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:۔

دلائل النبوۃ میں یہ واقعہ درج ہے کہ بادشاہت کی تاریخ میں بخت نصر ایک ایسا بادشاہ گزرا ہے جس کے مزاج میں وہ تمام باتیں سما گئیں تھیں جو مغرور اور مطلق العنان بادشاہوں میں ہوتی ہیں۔

ایک مرتبہ بخت نصر نے ایک حکم جاری کیا جس سے تمام اہل دربار کا سکون غارت ہوگیا۔ ہوا یوں کہ بخت نصر نے ایک خواب دیکھا مگر بیدار ہوتے ہی اسے بھول گیا صرف اتنا یاد رہا کہ خواب بڑا حیرت انگیز اور عجیب وغریب تھا۔ اس نے اپنے اراکین سلطنت کو بلا کر حکم دیا بتاؤ کہ میں نے کیا خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر کیا ہے۔ اس کے وزیروں، مشیروں نے عرض کی ہم آپ کے خواب کو کس طرح جان سکتے ہیں لیکن اس نے حکم دیا کہ تین دن کے اندر اندر میرے خواب اور تعبیر کو بیان کیا جائے وگرنہ تمام کو قتل کر دیا جائے گا۔ یہ سن کر سب کو جان کے لالے پڑ گئے۔ چلتے چلتے اس شاہی حکم نامے کی خبر حضرت دانیال علیہ السلام تک پہنچی تو آپ نے اپنے ایک خاص آدمی سے کہا کہ بادشاہ کو جا کر پیغام دے کہ میں اس کے خواب اور تعبیر کو بیان کروں گا۔ اس آدمی نے حضرت دانیال سے عرض کی آپ خواہ مخواہ اپنی جان کو خطرے میں نہ ڈالیں اگر بادشاہ کو آپ کا خواب یا تعبیر پسند نہ آئی تو وہ آپ کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ بادشاہ کے خواب اور تعبیر کو آپ کے سوا کوئی دوسرا نہیں بیان کر سکتا۔ اس پر حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا تو کوئی اندیشہ نہ کر میرا ایک رب ہے ضرورت پڑنے پر وہ مجھے حسب خواہش ہر چیز کا علم عطا فرما دیتا ہے۔

جب حضرت دانیال علیہ السلام کو بخت نصر کے دربار میں پیش کیا گیا تو وہ اپنے سر پر تاج شاہی رکھے پورے جاہ وجلال کے ساتھ تخت پر بیٹھا تھا۔ اس کے دربار کے آداب

میں یہ بات شامل تھی کہ جو کوئی بھی دربار میں آتا پہلے اسے سجدہ کرتا۔ مگر حضرت دانیال نے سجدہ نہ کیا۔ بخت نصر نے اس بات کو محسوس کیا مگر وقار شاہی قائم رکھتے ہوئے سب کے سامنے پوچھنا مناسب نہ سمجھا اور تخلیہ کا حکم دیا۔ جب تمام درباری چلے گئے تو بادشاہ نے آپ سے پوچھا تو نے مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا اس پر حضرت دانیال نے فرمایا۔

ان لی ربا اتانی هذا لعلم الذی سمعت به علی ان لا اسجدلی لغیره فحشیت ان اسجد لك فینسلخ عنی هذا العلم ثم اصیر فی یدك من قتلی (دلائل النبوۃ صفحہ ۴۷)

ترجمہ:۔ میرے علم کی ایک خاصیت ہے جو تو نے سن لی، یہ علم عطا کرنے والا میرا ایک رب ہے۔ اس کا حکم ہے کہ میں اس کے سوا کسی کو سجدہ نہ کروں۔ مجھے خوف ہوا کہ اگر میں نے تجھے سجدہ کر دیا تو وہ میرا علم چھین لے گا پھر میں تیرے سامنے بے علم رہ جاؤں گا اور تو مجھے قتل کر دے گا۔ اس لئے میں نے قتل کی بجائے سجدہ نہ کرنے کو آسان سمجھا۔

یہ سن کر بخت نصر خوش ہو گیا اور بولا مجھے اپنے مالک کے وفادار بندے بہت پسند ہیں۔ اپنے رب کو راضی رکھنے کے لئے جو کچھ تو نے کیا میں اس سے بہت خوش ہوں۔ اب آپ اس خواب کو بیان کریں۔

حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا تیرا خواب یہ ہے کہ تو نے ایک بہت بڑا بت دیکھا ہے جس کے پاؤں زمین پر تھے مگر اس کا سر آسمان تک پہنچا ہوا تھا۔ اس کا بالائی حصہ سونے کا پیٹ چاندی کا نچلا حصہ تانبے کا اور پاؤں مٹی کے بنے ہوئے تھے۔ اچانک آسمان سے ایک پتھر گرا جس نے بت کے تمام حصے پاش پاش کر دیئے پھر وہ پتھر بڑھنے لگا یہاں تک کہ وہ اتنا پھیل گیا کہ چیزیں نظر آنا بند ہو گئی۔

اور اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ بت سے مراد مروجہ مذاہب و رسوم اور بت پرستی کے طور طریقے ہیں۔ جو پتھر آسمان سے گرا اس سے مراد اللہ کا دین ہے جو باطل ادیان و

مٹا کر رکھ دے گا اور خود ہر طرف پھیل جائے گا۔ آپ نے یہ فرمایا۔

یبعث اللہ نبیا امیا من العرب فیدوخ اللہ بہ الامم والا دیان فیمحص اللہ بہ الحق ویزھق بہ الباطل ویھدی بہ الضلالۃ ویعلم بہ امیین ویقوی بہ الضعیفۃ و یضربہ الا ولۃ وینصر بہ المستفعفین (دلائل النبوۃ لابی نعیم صفحہ 47)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ ایک نبی امی کو مبعوث فرمائے گا اور وہ تمام جھوٹے ادیان وامم کا قلع قمع کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ اس نبی کے ذریعے سے حق کو خالص کر دے گا باطل کو مٹائے گا۔ گمراہوں کو ہدایت اور ان پڑھوں کو علم عطا کرے گا اس کی بدولت ضعیفوں کو قوت اور ذلیلوں کو عزت بخشے گا اور کمزور وناتواں لوگوں کی مدد فرمائے گا۔

کفر سے وہ لے گیا دنیا کو ایمان کی طرف
ایک انسان ایسا آیا جن وانسان کی طرف
آپ کی بخشش تسلی بن کے آتی ہے نظر
جب بھی کرتا ہوں نظر میں اپنے عصیاں کی طرف
جب متاع زندگی ہے آرزو ہی آپ کی
پھر اٹھاؤں کیوں نظر دنیا کے ساماں کی طرف

حضرت اشعیاء علیہ السلام اور میلاد مصطفیٰ ﷺ:۔

ابن ابی حاتم اور ابونعیم نے وہب بن منبہ سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیاء علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ

میں نبی امی کو مبعوث کرنے والا ہوں، جس کے ذریعے بہرے کان، محجوب دل

اور اندھی آنکھیں کھولوں گا۔ اس کی جائے ولادت مکہ اور مقام ہجرت مدینہ اور اس کا ملک شام ہے، یہ میرا بندہ متوکل، مصطفیٰ، مرفوع، حبیب، محبوب اور مختار ہے۔ جو برائی کا بدلہ برائی سے نہ دے گا۔ بلکہ عفو و درگزر اور بخشش سے کام لے گا۔ ایمان دار لوگوں کے ساتھ رحم دلی برتے گا اور قوت سے زیادہ لدے ہوئے اور بوجھل جانور کو دیکھ کر دردمند ہو جائے گا اور بے سہارا عورت کی گود میں یتیم بچوں کے لئے وہ دل گرفتہ ہوگا۔ نہ وہ بدخلق ہوگا نہ سخت مزاج اور نہ بازاروں میں شور مچاتا پھرے گا نہ فحش کے ذریعے زینت کو پسند کرے گا نہ وہ یاوہ گو ہوگا اور نہ بری بات کہنے والا۔ اگر وہ چراغ کے قریب سے گزرے گا تو سکون وقار سے تاکہ چراغ گل نہ کر دے، اور اگر وہ طویل و سخت میدان پر بھی رواں ہوگا تو اس کی رفتار پر وقار اور بے آواز ہوگی۔ وہ مبشر و نذیر ہے، میں اس کے اعمال میں توازن اور اخلاق میں حسن و عظمت دوں گا۔ طمانیت و وقار کو اس کا لباس بناؤں گا اور نیکی کو اس کا شعار، تقویٰ کو اس کا ضمیر اور حکمت کو اس کی فراست بناؤں گا اور صدق و وفا اس کی طبیعت ہوگی اور عفو و بخشش اور بھلائی اس کی عادت ہوگی، عدل و انصاف اس کی سیرت، حق اس کی شریعت، ہدایت اس کا امام اور اسلام اس کی ملت ہوگی۔ اس کا نام گرامی احمد ہے، میں اس کے ذریعہ گمراہی سے لوگوں کو نجات دونگا اور اس کے ذریعے جہالت سے لوگوں کو علم عطا کروں گا اور اس کے ذریعے گمنامی کے بعد سربلندی عطا کروں گا اور ناواقفیت کے بعد اس کے ذریعے لوگوں کو معرفت دوں گا اور قلت کے بعد اس کے ذریعے کثرت دوں گا اور مفلسی کے بعد اس کے ذریعے تونگر بناؤں گا۔ اور انتشار و تفریق کے بعد اس کے ذریعے مجتمع کروں گا اور دلوں میں اس کے ذریعے الفت پیدا کروں گا۔ اور پراگندہ خیالات مختلف گروہوں کے درمیان اتحاد فکر اور خیر سگالی پیدا کروں گا اس کی امت کو خیر امت یعنی بہترین امت بناؤں گا۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون با لمعروف و تنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔

جو لوگوں کی ہدایت کے لئے ظاہر کی گی ہے وہ امت نیکی کا حکم دے گی اور برائی سے م
کرے گی۔ وہ لوگ میری وحدانیت کا چرچا کریں گے اور مجھ پر ایمان لائیں گے، میر
ساتھ عقیدہ اور محبت میں اخلاص ہوگا اور میرے تمام انبیاء اور رسول جو الہام و ہدایت لا
ہیں وہ ان سب کی تصدیق کریں گے اور وہ لوگ نمازوں کے اوقات کے لئے سورج ک
طلوع و غروب پر نظر رکھیں گے۔ ایسے دموں، ایسے چہروں اور ایسی روحوں کو خوش خبری ہو ج
میرے ساتھ مخلص ہوں گے۔ میں ان کو مسجدوں میں، مجلسوں میں، ان کے کاروبار
اداروں میں، ان کی گزرگاہوں میں اور ان کی آرام گاہوں میں تسبیح و تکبیر اور تمجید و توحید
کرنے کی توفیق دونگا۔ وہ اپنی مساجد میں اس طرح صفیں بنائیں گے جس طرح عرش کے
گرد فرشتے صف بناتے ہیں۔ وہ میرے محبوب ہیں۔ میں ان کے ذریعے اپنے دشمنوں سے
بدلہ لونگا۔ وہ میرے لئے قیام و قعود اور رکوع و سجود کے ساتھ نمازیں پڑھیں گے۔ وہ میری
رضا و خوشنودی کی خاطر اپنے دیار و اعصار اور جائیدادوں سے دست کش ہوں گے، وہ قتل
کریں گے اور شہید بھی ہوں گے۔ ان کی جماعت مجاہدین میں بڑی تعداد ہوگی، میں ان کی
کتاب کے ذریعہ دوسری کتابوں کو اور ان کے نظام زندگی کے ذریعہ دوسرے باطل نظاموں
کو اور ان کے قانون شریعت کے ذریعہ دوسرے خلاف عدل سیاہ قوانین کو ختم کردوں گا۔
پس جو کوئی بھی ان کے زمانہ کو پائے پھر بھی ان کی کتاب کو نہ مانے اور ان کے دین یعنی نظام
حیات اور قانون شریعت کو نہ اپنائے تو وہ میرا نہیں اور مجھ سے بَری ہے۔ میں نے ان کو تمام
امتوں پر افضل بنایا نیز ان کو امت وسط اور تمام لوگوں پر گواہ بنایا۔ جب وہ غضبناک ہوتے
ہیں تو میری تکبیر کہتے ہیں اور جب وہ لاچار ہوتے ہیں تو میری کبریائی بیان کرتے ہیں، اور
جب جھگڑتے ہیں تو میری تسبیح کرتے ہیں وہ اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو وضو
کے ساتھ پاک و صاف کرتے ہیں اور نصف کمر پر تہبند باندھتے ہیں اور ہر نشیب و فراز پر
تہلیل و تکبیر کرتے ہیں۔ ان کی قربانیاں ان کا خون بہانا ہے۔ کتاب اللہ ان کے سینوں میں

محفوظ ہے وہ رات کو عبادت کرتے اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ ان کا منادی یعنی مؤذن اپنی آواز سے فضاء آسمانی میں گونج پیدا کر دیتا ہے۔ جس طرح شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔ خوش خبری ہو اسے جو ان کے ساتھ ہے اور ان کے دین، ان کے طریقہ اور ان کی شریعت پر ہے۔ یہ میرا فضل ہے میں جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں اور میں ہی صاحب فضل عظیم ہوں۔ (خصائص الکبریٰ اردو جلد اول صفحہ 35,36,37)

حضرت سلیمان علیہ السلام اور میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم :۔

حضرات گرامی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ایسے جلیل القدر نبی ہوئے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو پوری روئے زمین کی حکومت عطا فرمائی۔ آپ کی حکومت صرف انسانوں پر ہی نہیں تھی بلکہ وحوش وطیور۔ جن وانس اور ہوا بھی آپ کے تابع تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی۔

قال رب اغفرلی وھب لی ملکالا ینبغی لا حد من بعدی انك انت الوھاب (پارہ ۲۳ سورۃ ص آیت ۳۶)

اے میرے رب مجھے معاف فرمادے اور مجھے ایسی حکومت عطا فرما جو کسی کو میرے بعد میسر نہ آئے بے شک تو ہی بے حساب عطا فرمانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپکی دعا کو قبول فرمایا اور ایسی حکومت عطا فرمائی کہ پوری روئے زمین کا ہر باسی آپ کے زیر فرمان کر دیا۔ یہاں تک کہ سمندر کے جانور بھی آپ کے ماتحت فرمادیے۔ اور آپ کو ہر قسم کی بولیاں سکھا دیں آپ جن وانس، وحوش وطیور، چرند پرند، حیوانات ونباتات غرضیکہ ہر کسی کی بولی سمجھتے بھی تھے اور اس کا جواب بھی عطا فرماتے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت :۔

جنوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تین میل لمبا تین میل چوڑا ...

چاندی جواہرات اور ریشم کا تخت تیار کیا اس تخت کے درمیان میں سونے کا ایک منبر بچھایا جاتا تھا جس پر حضرت سلیمان علیہ السلام جلوہ فرما ہوتے اس سونے کے منبر کے ارد گرد سات لاکھ سونے اور چاندی کی کرسیاں لگائی جاتیں تھیں۔ سونے کی کرسیوں پر آپ کے وزراء، سفراء اور امراء بیٹھتے تھے اور چاندی کی کرسیوں پر علماء بیٹھا کرتے تھے اور جو باقی جگہ بچتی اس پر عام انسان اور جن بیٹھا کرتے تھے۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کہیں جانا چاہتے تو ہوا آپ کے تخت کو آپ کے حکم سے اڑاتی پھرتی اور جہاں آپ جانا چاہتے وہیں لے جاتی یعنی وہ تخت آج کل کے ہوائی جہاز کی طرح ہوا میں اڑتا پھرتا۔ اور اس کی رفتار ایسی کہ جہاں بھی آپ جانا چاہتے چاہے وہ زمین کے آخری کونے پر ہی کیوں نہ ہوتا آدھے دن بلکہ اس سے بھی کم وقت میں طے کر لیتا اور شام کو واپس آپ کے دار الحکومت میں آ جاتا۔ جب یہ تخت ہوا میں پرواز کرتا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے پرندے اس پر سایہ کر دیتے تاکہ اہل تخت سورج کی کرنوں اور گرمی سے محفوظ رہیں۔

پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت:۔

حضرات گرامی یہاں پر اپنے پیارے محبوب ﷺ کی حکومت کی وسعت بھی سنتے چلیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت تو صرف روئے زمین پر تھی مگر ہمارے پیارے رسول محبوب خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی حکومت نہ صرف زمین و اہل زمین پر ہے بلکہ آپ کی حکومت عرش پر بھی فرش پر بھی۔ جن وانس پر بھی ملائکہ مقربین پر بھی۔ حور وغلمان پر بھی تحت الثریٰ سے لے کر عرش تک بلکہ یہ کہنا مختصر ہوگا کہ جہاں تک خدا کی خدائی ہے وہاں تک مصطفیٰ کی مصطفائی ہے۔

زمین وزماں تمہارے لئے ☆ مکین ومکاں تمہارے لئے
چنین وچناں تمہارے لیے ☆ بنے دو جہاں تمہارے لیے

اصالت کل امامت کل ☆ سیادت کل امارت کل

حکومت کل ولایت کل ☆ خدا کے یہاں تمہارے لئے

پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ نے خود ارشاد فرمایا۔

فاما وزیر ای من اهل السماء جبرائیل و میکائیل واما

وزیرائی من اهل الارض فابو بکر و عمر (مشکوٰۃ شریف صفحہ 560)

ہمارے دو آسمانی وزیر ہیں جبرائیل اور میکائیل علیہم السلام اور دو زمینی وزیر ابوبکر وعمر رضوان اللہ علیہم ہیں۔

تو عزیزان گرامی وزیر اسی کے ہوتے ہیں جس کی بادشاہت۔ حکومت ہو۔ تصرف رکھتا ہو۔ اور جو ان میں سے کوئی اختیار نہ رکھتا ہو اس کے لئے وزیروں کا ہونا محال ہے تو پیارے مصطفیٰ ﷺ کے آسمانی وزیروں میں فرشتوں میں سب سے افضل اعلیٰ اور سب کے سردار فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں اور زمینی وزیروں میں سب صحابہ سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی:۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک انگوٹھی عطا فرمائی تھی۔ اس انگوٹھی کی یہ تاثیر تھی کہ جب اسے آپ پہن لیتے تو سارے جنات۔ انسان، حیوانات، نباتات، چرند پرند بلکہ تمام مخلوق آپ کے دربار میں حاضر ہو جاتی تھی اور آپ کا دربار لگ جاتا تھا۔ اور جب آپ انگوٹھی کو اتار دیتے تو دربار برخاست ہو جاتا تھا۔ امام جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب خصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ نمبر ۲۱ پر لکھتے ہیں کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پیارے مصطفیٰ ﷺ نے

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان بن داؤد علیہم السلام کو ایک نگ عطا فرمایا۔ اس نگ کو آپ نے اپنی انگوٹھی میں جڑوالیا اس نگ پر لکھا ہوا تھا۔

کان نقش کاتم سلیمان بن داؤد لا اله الا اللّه محمد الرسول اللّه۔

یعنی اس نگوٹھی کے نگ پر لکھا ہوا تھا لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ﷺ اب یہ بات ماننی پڑے گی کہ جس کے نام کی برکت سے سلیمان علیہ السلام کا اتنا عظیم دربار لگ جاتا اور ہر چیز آپ پر عیاں اور تمام حجابات ہٹا دیے جاتے وہ خود کتنی عظمتوں اور شانوں کا حامل ہوگا

کلیم و نجی مسیح وصفی خلیل و رضی رسول و نبی
عتیق و وصی غنی و علی ثنا کی زبان تمہارے لیے
یہ شمس و قمر یہ شام وسحر یہ برگ وشجر یہ باغ وثمر
یہ تیغ وسپر یہ تاج و قمر یہ حکم رواں تمہارے لئے

معزز حاضرین کرام:۔ میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے اس عظیم الشان تخت پر جلوہ فرما ہو کر ہوا کو حکم فرماتے تو ہوا اس تخت کو اٹھا کر جہاں آپ چاہتے وہاں لے جاتی۔ اس طرح آپ پوری روئے زمین کا دورہ فرماتے۔ ایک مرتبہ آپ معمول کے مطابق اپنی سلطنت کا دورہ فرما رہے تھے آپ کے ساتھ اس وقت کے انبیاء۔ علماء ،صالحین اور مقربین بھی تھے جب آپ ایک جنگل کے قریب پہنچے تو آپ نے تخت کو نیچے اترنے کا حکم دیا جب تخت نیچے اتر آیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے تمام ساتھیوں کو حکم دیا کہ اس جنگل کو پیدل چل کر عبور کیا جائے اور یہ فاصلہ تقریبا آٹھ کلومیٹر کا تھا آپ نے اور آپ کے تمام رفقاء نے پیدل طے کیا۔ جب یہ ٹکڑا ختم ہوا تو آپ دوبارہ تخت پر سوار ہو ۔ جب تمام ساتھی تخت پر سوار ہوگئے تو ایک بزرگ نے عرض کی اے نبی اللہ کیا بات

ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی جاتے ہیں اسی تخت پر سوار رہتے ہیں اور کبھی بھی کوئی جگہ ایسی نہیں آئی جہاں پر آپ نے پیدل سفر فرمایا ہو۔ مگر یہاں نہ صرف آپ بلکہ تمام جن وانس نے پیدل قطعہ زمین عبور کیا۔ اس میں راز کیا ہے۔ اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ قطعہ زمین بڑی عظمت وشان والا ہے۔ اب تو بظاہر یہ جنگل معلوم ہو رہا ہے مگر ایک وقت ایسا بھی آنے والا ہے کہ اس جنگل میں منگل ہوگا۔ یہ تمام جہاں والوں کا مرکز نگاہ بن جائے گا۔ اس پاک جگہ کا نام یثرب ہے۔ جو بعد میں مدینہ طیبہ بن جائے گا۔ اس بستی میں محبوب رب کائنات سارے رسولوں کا سردار، ساری مخلوق کا شفیع، ساری مخلوقات سے افضل اور خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ اپنی ظاہر زندگی کی دس سال قیام فرمائیں گے پھر یہیں ان کا وصال ہوگا۔ اور اس آبادی میں آپ کا روضہ انور بنے گا پھر یہ قطعہ زمین ساری کائنات کے لئے خزینہ نور بنے گا اور ہر کوئی اس کی زیارت کو آئے گا۔ یہاں تک کہ ستر ہزار فرشتے صبح اور ستر ہزار فرشتے شام کو آپ کے روضہ انور پر حاضری دیں گے اور جو ایک مرتبہ حاضری کا شرف حاصل کرلے گا قیامت تک اس کی باری پھر نہیں آئے گی۔

میں تو سرکار تورا دیوانہ☆ مجھ کو طیبہ بلالو جانانہ

نوری تیرا طواف کرتے ہیں ☆ آکے ستر ہزار روزانہ

تیرے دربار کی یہ عظمت ہے ☆ کہ آئے جبریل بھی غلامانہ

آپ کے ساتھیوں نے آپ سے پوچھا اے نبی اللہ اس ہستی کی صفات کیا ہوں گی حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اس کی صفات یہ ہوں گی کہ وہ سارے عالمین کا رسول ہوگا۔ کوئی نبی ایک وقت کے لئے۔ ایک قوم کے لئے۔ ایک مخصوص علاقے کے لیے ہوتا ہے۔ مگر وہ پیارا سارے جہانوں کے لئے، ہر وقت کے لئے، ہر رنگ ونسل کے لئے، تمام مخلوقات کے لئے۔ عرش والوں کے لئے فرش والوں کے لیئے، ہر نبی کے لئے میرے لئے اور تیرے لئے بھی اللہ کا رسول گا۔ اس کے مخالف اسے پتھر ماریں گے مگر پھر بھی وہ

انہیں دعا دے گا۔ منکر لوگ اسے مجنون کہیں گے مگر وہ انہیں بھی سینے سے لگائیں گے۔ لوگ اسے ستائیں گے مگر پھر بھی وہ ان کے لئے اپنی کملی بچھا دیں گے۔ اگر دشمن بھی اس کے دربار میں حاضر ہو جائے تو اس کی تمام خطائیں معاف فرما کر اسے بھی سینے سے لگا لے گا۔

جو دشمن جاں تھے ان کو بھی دی تم نے امان اپنوں کی طرح

یہ عفو و کرم اللہ اللہ یہ خلق کسی نے پایا نہیں

قربان میں ان کی بخشش کے مقصد بھی زبان پر آیا نہیں

بن مانگے دیا اور اتنا دیا دامن میں ہمارے سمایا نہیں

ایک اور بزرگ نے پوچھا اے نبی اللہ وہ مبارک ہستی اس دنیا میں جلوہ گر کب ہو گی تو آپ نے فرمایا تقریباً ایک ہزار سات سو سال میرے بعد وہ اس دنیا میں جلوہ گر ہوں گے اور یہ جگہ ان کا دارالحکومت ہو گی اور فرمایا

هذه دار هجرة نبی آخر الزماں طوبیٰ لمن امن واتبعه

اے میرے ساتھیو یہ جگہ نبی آخر الزماں ﷺ کی ہجرت گاہ ہو گی اور وہ لوگ بڑے ہی خوش قسمت ہونگے جو ان پر ایمان لائیں گے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی زبانی پیارے مصطفیٰ ﷺ کا یہ میلاد سنکر آپ کی ساری امت آپ ﷺ پر فدا اور عاشق ہو گئی اور ایک بزرگ جن کا نام تاریخ میں ''تبع'' لکھا ہے ان نے عرض کی اے نبی اللہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس جگہ پر اپنا ڈیرہ لگا لوں اور اس نبی آخر الزماں کا انتظار کروں ہو سکتا ہے میں ان کے زمانہ مبارکہ کو پالوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے اجازت عطا فرمائی اور کافی سامان اور انعام و اکرام دے کر اسے یہاں قیام کرنے کی اجازت دی اور فرمایا اگر تمہاری عمر نے وفا کی اور تو اس محبوب خدا کا زمانہ پانے میں کامیاب ہو جائے تو میرا بھی سلام ان کی بارگاہ میں عرض

کرنا۔ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام چلے گئے اور اس ہستی "تبع" نے عشق مصطفیٰ ﷺ پر اس پاک بستی مدینہ کی بنیاد رکھی۔ اس سے یہ حقیقت عیاں ہوئی کہ ہر نبی اور ہر قوم پیارے مصطفیٰ ﷺ کا میلاد مناتی رہی ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک بلکہ قیامت کے بعد بھی جاری وساری رہے گا۔

میلاد مصطفیٰ بزبان مصطفیٰ ﷺ:۔

اوپر یہ عرض کیا گیا کہ میلاد النبی ﷺ منانا سنت خدا بھی ہے اور سنت انبیاء بھی۔ یہاں پر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ میلاد منانا سنت مصطفیٰ ﷺ بھی ہے اور پیارے مصطفیٰ ﷺ نے اپنا میلاد خود بھی منایا پیارے مصطفیٰ ﷺ کے پیارے چچا حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کہ ایک مرتبہ بعض بد بخت منافقوں نے جب حبیب خدا ﷺ کے حسب ونسب کو عام عربوں کی طرح کہا۔ جب یہ خبر آپ تک پہنچی تو آپ نے صحابہ کرام کو مسجد نبوی میں جمع ہونے کا حکم دیا اور فرمایا

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الممنبرفقال من انا۔ فقالوا انت رسول اللہ فقال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیر ھم۔ فرقۃ ثم جعلھم فرقتین۔ فجعلنی فی خیرھم قبیلۃ ثم جعلھم بیوتا فجعلنی فی خیر ھم بیتا فانا خبر ھم نفسا وخیرھم بیتا (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۳ نشر الطیب صفحہ ۱۸)

تو نبی کریم ﷺ مسجد نبوی شریف پر جلوہ فرما ہوئے اور صحابہ کرام سے پوچھا میں کون ہوں تو صحابہ کرام نے عرض کی آپ اللہ کے رسول ہیں تو نبی کریم ﷺ وسلم نے فرمایا میں محمد ہوں عبد اللہ کا بیٹا اور عبد المطلب کا پوتا۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے اچھے گروہ میں بنایا پھر ان میں گروہ پیدا کیے (یعنی عرب وعجم) تو مجھے اچھے گروہ یعنی عرب

سے بنایا پھر عرب سے قبیلے بنائے تو مجھے سب سے اچھے قبیلے یعنی قریش میں بنایا پھر قریش میں کئی خاندان بنائے تو مجھے سب سے اچھے خاندان میں پیدا کیا (یعنی بنو ہاشم) پس میں ذاتی طور پر بھی سب سے اچھا ہوں اور خاندانی طور پر بھی سب سے اچھا ہوں۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و اعلیٰ ہمارا نبی
خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل
سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

دوسری روایت:۔ پیارے مصطفیٰ ﷺ ہر پیر کے دن روزہ رکھا کرتے تھے ایک مرتبہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اس روزے کی کیا وجہ ہے تو پیارے مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا

"فيه ولدت وفيه انزل" (مسلم شریف صفحہ ۱۷۹)

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ پیارے مصطفیٰ ﷺ اپنی ولادت کی خوشی میں اللہ تعالیٰ کے شکر نے کے طور پر ہمیشہ روزہ رکھتے رہے۔ تو پیارے مصطفیٰ ﷺ کا ہر روز میلاد منانا بھی پیارے مصطفیٰ ﷺ سے ثابت ہوا۔

وہ لوگ خدا شاہد قسمت کے سکندر ہیں
جو سرور عالم کا میلاد مناتے ہیں

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الحاوی للفتاویٰ میں میلاد مصطفیٰ ﷺ خود پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے منایا کے عنوان پر ایک مکمل باب "حسن المقصد فی عمل المولد" کے نام سے باندھا ہے آپ فرماتے ہیں مدنی دور میں پیارے مصطفیٰ ﷺ نے اپنے میلاد کے دن بکرے ذبح کر کے غرباء اور مساکین میں تقسیم فرمائے۔ اس سے میلاد النبی

ﷺ کے دن لنگر تقسیم کرنے کا جواز بھی ملا کہ پیارے مصطفیٰ ﷺ نے اپنی ولادت کی خوشی میں خود غرباء اور مساکین میں لنگر تقسیم فرمایا۔

جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل
ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی
کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

------﴿☆☆☆☆☆﴾------

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم
صلی اللہ علیہ وسلم
باب پنجم
میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
اور
علماءِ سابقہ

سابقہ امتیں پیارے مصطفیٰ ﷺ کو ایسے جانتی اور پہچانتی تھیں کہ اتنا وہ اپنی اولاد کو بھی نہیں پہچانتے ہوں گے۔ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ **"یعرفو کمایعرفون ابناء ھم"** یعنی وہ ہمارے پیارے محبوب ﷺ کو ایسے جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو، چاہے وہ یہود ہوں یا نصاریٰ وہ پیارے مصطفیٰ ﷺ کو آپ کے خصائص، نشانیوں، علامات بلکہ آپ کے جسم اطہر کے ہر عضو کے متعلق بھی جانتے تھے کہ وہ کیسا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ پیارے مصطفیٰ ﷺ کا انتظار بھی کرتے تھے اور آپؐ کی آمد کی دعائیں بھی مانگتے تھے اور اگر کبھی دشمن سے لڑائی ہو جاتی تو آپ ہی کے وسیلہ سے ان پر فتح کی دعا مانگتے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے وسیلہ سے انہیں فتح عطا فرما دیتا تھا۔ یہاں پر ہم چند مشہور علماء یہود و نصاریٰ اور بادشاہان وقت کے واقعات بیان کرتے ہیں جن سے ان کے ہاں پیارے مصطفیٰ ﷺ کی عظمت و میلاد ظاہر ہو جائے گا۔

ہم سے خاکی وصف کیا جانیں سراپا نور کا ☆ جانتا ہے مرتبہ بس نور والا نور کا
ہے فرشتوں کی زباں پر بھی ترانہ نور کا ☆ ذکر شیطان کو نہیں لیکن گوارا نور کا
ڈالتا ہے سر میں اپنے خاک ابلیس لعین ☆ جل رہا ہے کیوں ہوا ہے بول بالا نور کا
چاند تاروں کا تبسم لالہ وگل کی بہار ☆ نور کا صدقہ ہے سب ہے فیض سارا نور کا

عالم یہود کعب الاخبار کی زبانی میلاد مصطفیٰ ﷺ:۔

کعب الاخبار یہود کے بہت بڑے عالم تھے جو حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں اسلام کی دولت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت ابن عباسؓ نے آپ کے اسلام لانے کے بعد آپ سے پوچھا کہ تم حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں تو اسلام نہیں لائے اب

کیوں اسلام لائے ہو۔اس کی کیا وجہ ہے تو جو جواب حضرت کعب الاخبار نے دیا اسے علامہ سیوطیؒ نے حافظ ابی نعیم کے حوالے سے یوں نقل کیا ہے۔

کعب اخبار نے کہا کہ میرے والد تورات کے بہت بڑے عالم تھے۔انہوں نے کوئی بات مجھ سے پوشیدہ نہیں رکھی، جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھے بلایا اور کہا :میں نے اپنے علم کی کوئی بات تم سے پوشیدہ نہیں رکھی ہاں البتہ تورات کے دو صفحات میں نے تم سے چھپا لیے تھے کیونکہ ان میں آنے والے نبی کا تذکرہ تھا، جس کی آمد کا وقت قریب آچکا ہے۔میں نے دو صفحات اس لیے تم سے چھپائے کہ کہیں تم کسی جھوٹے نبی کے پیچھے نہ لگ جاؤ۔میں نے ان صفحات کو اس طاقچہ میں رکھ کر اوپر سے مٹی کی لپائی کردی ہے۔تم ان کو ابھی نہ نکالنا، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارا بھلا مقصود ہے اور آخری نبی ظاہر ہو گئے تو تم ان کے پیرو بن جاؤ گے"۔پھر میرے والد فوت ہو گئے ہم نے انہیں دفنا دیا۔اب مجھے ان صفحات کے دیکھنے کا شدید اشتیاق ہوا، چنانچہ میں نے انہیں نکال لیا۔میں نے ان میں یہ مضمون پایا لکھا ہوا تھا کہ محمد رسول اللہ خاتم النبین ﷺ ہیں۔آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔آپ کی جائے پیدائش مکہ اور جائے ہجرت یثرب (مدینہ طیبہ) ہے۔آپ ﷺ نہ سخت مزاج ہیں نہ تُند خُو۔اور نہ ہی بازاروں میں (بلا ضرورت) گھومتے پھرتے ہیں۔برائی کا بدلہ اچھائی سے دیتے ہیں (مجرم ذاتی کو) معاف اور درگزر فرماتے ہیں۔آپ ﷺ کی امت اللہ تعالیٰ کی بہت حمد کرنے والی ہے۔یہ لوگ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی ثناء کرتے ہیں۔ان کے نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہر حال میں مدد ہوگی۔یہ لوگ پانی سے استنجا کرتے ہیں اور اپنی کمر کے درمیان تہبند باندھتے ہیں۔ان کی انجیلین (یعنی قرآن پاک) ان کے سینوں میں محفوظ ہیں۔وہ آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہیں، گویا ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔یہ امت سب سے اول جنت میں داخل ہوگی"۔

اس مضمون پر مطلع ہونے کے کچھ عرصہ بعد مجھے خبر ملی کہ حضور نبی اکرم ﷺ مبعوث ہو گئے ہیں، میں نے ایمان لانے میں تاخیر کی تاکہ اچھی طرح ثبوت مل جائے، پھر آپ ﷺ کی رحلت ہو گئی اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہو گئے اور ان کے لشکر ہمارے شہروں تک پہنچے۔ میں نے دل میں کہا کہ میں اس وقت تک ان کے دین میں شامل نہ ہوں گا جب تک (مذکورہ تحریر کے مطابق) ان کی سیرت نہ دیکھ لوں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ عامل آ گئے۔ جب میں نے ان میں ایفائے عہد دیکھا اور دشمنوں کے مقابلہ میں خدا کی مدد دیکھی تو میں نے سمجھ لیا کہ یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کا میں منتظر تھا۔ پھر ایک رات میں اپنے مکان کی چھت پر تھا کہ کسی کو یہ آیۂ کریمہ تلاوت کرتے ہوئے سنا۔

یاایھاالذین اوتوا الکتاب امنو بما نزلنا مصدقا لما معکم من قبل ان نطمس وجوھا۔

یعنی اے لوگو! جنہیں کتاب دی گئی مان لو اس کتاب کو جو ہم نے اب نازل کی جو اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو تمہارے پاس پہلے سے موجود تھی، اس پر ایمان لاؤ اس سے پہلے کہ ہم تمہارے چہرے بگاڑ کر پیچھے کی طرف کر دیں"۔ میں یہ آیات سن کر اتنا ڈرا اور مجھے محسوس ہوا کہ کہیں صبح تک اللہ تعالیٰ میرا چہرہ ہی نہ بگاڑ دے اور پچھلی طرف گھما دے، چنانچہ صبح ہوتے ہی میں اسلام لانے کیلئے مسلمانوں کی طرف لپکا۔ (خصائص جز اول)

آزادئ دوزخ کی نوید اس کو ملی ہے
قسمت سے ہوا ہے جو گرفتارِ محمد
سرمایۂ کونین ہے ٹھوکر میں اسی کے
بڑھ کر ہے شہنشاہ سے نادارِ محمد

سورج میں ستاروں میں گلستاں میں گلوں میں
آنکھیں ہوں تو دیکھے کوئی انوارِ محمد

حضرت سلمان فارسی کا قبولِ اسلام:۔

ابن سعد، بیہقی اور ابونعیم ابن اسحٰق سے وہ عاصم بن عمر بن قتادہ سے وہ محمود بن لبید سے اور وہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی نے بیان کیا کہ میرا باپ کسان تھا اور مجھ سے شدید محبت کرتا تھا۔ مجھے گھر سے باہر نہ جانے دیتا۔ ہم آگ کی پوجا کرتے تھے اور آگ میرا باپ جلایا کرتا تھا۔ مجھے مجوسیت کے سوا کسی مذہب کی خبر نہ تھی۔ ایک دن میرے باپ نے مجھے بلایا اور کہا کہ بیٹے! زمین کا کچھ پتہ نہیں، اس کی خبر لینا ضروری ہے۔ تم زمین پر جاؤ اور لوگوں کو کام بتا کر جلدی واپس آجانا، کیونکہ میں تمہارے بغیر پریشان ہو جاتا ہوں، چنانچہ میں زمین کی طرف روانہ ہو گیا راستے میں مجھے ایک کلیسا ملا، جس سے آوازیں آرہی تھیں۔ میں نے لوگوں سے اس سے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ عیسائی نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اندر جا کر دیکھا تو نماز کا منظر مجھے بڑا خوشگوار محسوس ہوا۔ میں غروب آفتاب تک وہیں بیٹھا رہا۔ میرے باپ نے میری تلاش میں کئی افراد کو بھیج رکھا تھا، جبکہ میں زمین پر گیا ہی نہ تھا۔ جب میں شام کو گھر گیا، تو میرے باپ نے دریافت کیا کہ اتنی دیر کیوں لگائی جلدی واپس کیوں نہ آئے؟ میں نے کہا کہ میں نے عیسائیوں کو دیکھا ہے۔ ان کی نماز اور دعا مجھے بہت پسند آئی، چنانچہ میں اسی جگہ بیٹھا انہیں دیکھتا رہا۔ میرا باپ بولا۔ ''تیرا اور تیرے باپ دادا کا دین ان سے بہتر ہے۔ میں نے کہا نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا، انہی کا دین بہتر ہے کیونکہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اسی کو پکارتے ہیں اور اسی کی نماز پڑھتے ہیں جبکہ ہم اس آگ کی پوجا کرتے ہیں جسے ہم

خود جلاتے ہیں اور جب چھوڑ دیتے ہیں تو بجھ جاتی ہے۔ میرا باپ میری باتیں سن کر میری طرف سے خائف ہو گیا اور مجھے پابہ زنجیر کر کے گھر میں ڈال دیا۔ میں نے کسی کے ذریعے عیسائیوں سے دریافت کیا کہ تمہارا مذہب کہاں سے حاصل کروں۔ انہوں نے بتایا کہ شام جاؤ۔ اس پر میں نے پیغام بھیجا کہ جب شام سے کوئی قافلہ آئے تو مجھے مطلع کر دیں۔ چنانچہ جب شام سے تجارتی قافلہ آیا تو انہوں نے مجھے خبر دی اور جب قافلہ واپس ہوا میں بھی فرار ہو کر ان سے جا ملا اور شام پہنچ گیا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ اس مذہب کا سب سے بڑا عالم کلیسا کا پادری ہے۔ چنانچہ میں کلیسا میں پہنچا اور پادری سے وہاں رہنے، عبادت کرنے اور تعلیم حاصل کرنے کی اجازت مانگی۔ پادری نے اجازت دے دی اور میں نے اس کے ساتھ رہنا شروع کر دیا مگر وہ زیادہ اچھا آدمی نہیں تھا۔ لوگوں کو صدقات و خیرات کی تعلیم دیتا اور جب لوگ مال و دولت اس کے پاس لاتے تو پادری غریبوں میں تقسیم کرنے کی بجائے خود رکھ لیتا مجھے اس کا یہ فعل سخت ناپسند تھا جب پادری مر گیا اور لوگ اس کی تدفین کو جمع ہوئے تو میں نے حقیقتِ حال واضح کر دی۔ لوگوں نے مجھ سے دلیل مانگی تو جواباً میں نے اس کا خزانہ ان کو دکھا دیا اور یہ سات مٹکے تھے جن میں سونا اور چاندی بھرا ہوا تھا۔ اس کی یہ حرکت دیکھ کر لوگوں نے اسے دفن کرنے کی بجائے اسے ایک لکڑی سے لٹکا کر پتھر مارے۔ اس کے بعد ایک اور شخص کو پادری بنا دیا گیا۔ خدا کی قسم! میں نے اس جیسا نمازی نہیں دیکھا تھا، وہ بڑا عابد و زاہد اور شب و روز عبادت میں مشغول رہتا، وہ مجھے بہت پسند آیا اور میں اس کی خدمت میں لگا رہا، یہاں تک کہ وہ قریب المرگ ہو گیا۔ تو میں بہت پریشان ہوا اور اس سے کہا کہ اب میں کیا کروں اور کہاں جاؤں۔ اس نے کہا ''موصل میں فلاں شخص ہے اس کے پاس چلے جاؤ اسے میرے جیسا ہی پاؤ گے''۔ غرض اس پادری کی وفات کے بعد میں موصل چلا گیا اور اس پادری سے ملا تو یہ بھی پہلے پادری کی طرح عابد و زاہد

اور نیک آدمی تھا۔ میں نے اسے اپنا واقعہ سنایا اور اس کے پاس رہنے لگا۔ جب وہ قریب المرگ ہوا تو اس نے مجھے نصیحت کی اور کہا ''میرے بیٹے نصیبین میں ایک شخص ہے اور وہ بھی ہماری ہی طرح کا ہے اس کے پاس چلے جاؤ، چنانچہ اس کی وفات کے بعد میں نصیبین آ گیا اور اس پادری کو بتایا کہ مجھے فلاں پادری نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے، چنانچہ اس نے مجھے اپنے پاس رکھ لیا، یہاں تک کہ اس کا آخری وقت آ گیا تو میں نے اس سے دریافت کیا کہ اب آپ مجھے کس کے پاس بھیجیں گے؟ اس نے کہا کہ ''سرزمین روم میں عموریہ کے مقام پر ایک شخص ہم جیسا ہے اس کے پاس چلے جانا''۔ بہرحال اس پادری کی وفات کے بعد میں عموریہ پہنچ گیا اور یہ شخص بھی بہت عابد و زاہد اور خدا ترس انسان تھا۔ یہاں میں نے کچھ محنت و مزدوری بھی شروع کردی۔ اس طرح میرے پاس کچھ بکریاں اور گائیں جمع ہوگئیں، مگر جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں نے اس سے دریافت کیا کہ میری رہنمائی فرمایئے اور بتایئے کہ میں کہاں جاؤں؟ وہ کہنے لگا۔ ''اے بیٹے! اب کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس کے پاس تجھے بھیج دوں، مگر ایک نبی کی آمد کا زمانہ قریب ہے وہ حرمِ مکہ میں پیدا ہوگا اور کھجوروں والی زمین کی طرف ہجرت فرمائے گا۔ ان کی نبوت کی کھلی کھلی نشانیاں ہوں گی۔ ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی، وہ ہدیہ تو کھائیں گے مگر صدقہ تناول نہ فرمائیں گے۔ اگر تم سے ہو سکے تو وہاں پہنچ جاؤ، کیونکہ ان کی بعثت کا زمانہ نہایت قریب ہے''۔ اس برگزیدہ شخص کی وفات کو چند ہی روز ہوئے تھے کہ بنو کلب کے تاجروں کے ایک قافلہ کا ادھر سے گزر ہوا میں نے ان سے درخواست کی کہ مجھے اپنے ساتھ سرزمینِ عرب لے چلو اور اجرت میں میرے جانور لے لو۔ میرے قافلے والوں نے میرے ساتھ زیادتی کی کہ میرے جانور ضبط کر لیے اور مجھے بھی وادئ قریٰ کے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ جب میں نے وادئ قریٰ میں کھجوروں کے درخت دیکھے تو یہی خیال کرتا رہا

کہ یہی وہ سرزمین ہے جس کے متعلق اس پادری نے مجھے بتایا تھا۔ پھر بنی قریظہ کا ایک شخص وادئ قریٰ میں آیا۔ اس نے مجھے خرید لیا اور مدینہ لے آیا۔ خدا تعالیٰ کی قسم جوں ہی میں نے مدینہ دیکھا تو میں نے اس سرزمین کو پہچان لیا۔ بہر حال میں ایامِ غلامی گزارتا رہا۔ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں مبعوث ہو چکے تھے مگر مجھے خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ ایک دن میں اپنے مالک کے باغ میں کام کر رہا تھا کہ اس کا بھتیجا آیا اور کہنے لگا بنی قیلہ کا ناس ہو مکہ سے ایک شخص ہجرت کر کے قبا میں آیا ہے اور یہ سب قبا میں اس کے گرداگرد جمع ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یہ (آنے والا) خدا تعالیٰ کا نبی ہے۔ یہ خبر سنتے ہی مجھ پر لرزہ سا طاری ہو گیا اور میں خود پر قابو نہ رکھ سکا (گرنے سے بچنے کے لیے) اپنے مالک کا سہارا لیے ہوئے میں نے کہا۔ ''یہ کیسی خبر ہے''؟ میرے مالک نے مجھے ایک گھونسا مارا اور کہا۔ تجھے کیا؟ تو اپنا کام کر۔ میں نے کہا کچھ بھی نہیں۔ باقی میں نے ایک خبر سنی تو مجھے اس کے جاننے کا شوق ہوا۔ بہر کیف میں وہاں سے نکلا تو مجھے میری ہم وطن ایک عورت مل گئی۔ اس کا سارا گھرانا اسلام لے آیا تھا۔ اس نے مجھے رسول اللہ ﷺ کا پتہ دیا۔ میرے پاس تھوڑا سا کھانا تھا وہ لے کر میں قبا کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا۔ ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نیک بندے ہیں اور پردیسی ہیں۔ اس لیے یہ کھانا بطور صدقہ حاضرِ خدمت ہے، قبول فرمائیے۔ حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ روکے رکھا اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم کھالو''۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ ایک علامت تو دیکھ لی۔ میں تو واپس آ گیا اور حضور اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ میں نے کچھ عرصہ پھر کچھ جمع کیا اور حاضرِ خدمت ہو گیا اور عرض کیا کہ ''یہ لیجئے یہ ہدیہ ہے قبول فرمائیے''۔ آپ ﷺ نے قبول فرما کر خود بھی تناول فرمایا اور آپ ﷺ کے صحابیوں نے بھی۔ میں نے دل میں کہا یہ دوسری نشانی بھی پوری ہوئی۔۔۔ چند روز بعد خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ

نے دو اونی چادریں زیب تن فرما رکھی تھیں اور ایک جنازے کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے، میں گھوم کر پیچھے آیا تا کہ مہرِ نبوت دیکھ سکوں۔ آپ ﷺ میرے دلی ارادہ کو جان گئے اور آپ ﷺ نے اپنی چادر کھسکا دی۔ مہرِ نبوت کی زیارت کرتے ہی (فرطِ جذبات سے) میں رونے لگا اور مہرِ نبوت کو چومنے لگا۔ حضور اکرم ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا۔ سلمان! میرے سامنے آؤ۔ میں سامنے حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھے گزشتہ واقعات سنانے کا حکم دیا۔ میں تمام واقعات سنا چکا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''سلمان تم مکاتبت کرلو''۔ مکاتبت یہ ہوتی ہے کہ غلام اپنے آقا سے کوئی معاملہ طے کرتا ہے کہ میں تمہیں کیا کما کر دے دوں یا تمہارا کیا کام کر دوں تو تم مجھے آزاد کر دو گے، چنانچہ مالک جتنی رقم یا کام پر چاہے اپنے غلام سے تحریری معاہدہ کر لیتا اور معاہدہ کے مطابق غلام کو آزادی مل جاتی ہے۔ میں نے اپنے مالک سے مکاتبت کرنا چاہی تو اس نے تین سو کھجوروں کے درخت لگانے یہاں تک کہ ان کو پھل لگے اور چالیس اوقیہ سونے کے عوض مکاتبت کرنے کو کہا۔ دراصل یہودی مالک نے اپنے خیال میں حضرت سلمان کو ایسی الجھن میں پھنسا دیا تھا کہ پوری زندگی بھی بیت جائے اور یہ آزاد ہونے کے لالچ میں کام بھی زیادہ سے زیادہ کریں کیونکہ اول تو کھجور کا درخت بوئے جانے کے کئی سال بعد تک پھل نہیں دیتا اور جب تک تین سو کھجور کے درخت پھل نہ لائیں گے ان کی جان نہیں چھوٹے گی پھر چالیس اوقیہ سونا بھی کچھ کم مقدار نہیں کہ ایک اوقیہ تقریباً ایک اونس یعنی 1/2 2 تولہ کا ہوتا ہے اتنا سونا جمع کرنا بھی کچھ آسان بات نہیں۔ گویا پوری زندگی غلام بھی رہیں گے اور محنت بھی خوب کریں گے۔ میں نے خدمت انور میں یہ واقعہ عرض کر دیا چنانچہ حضور سید عالم ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اپنے بھائی سے تعاون کرو۔ اس پر کسی نے دس کسی نے بیس، کسی نے تیس پودے مجھے دے دیئے۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ ان پودوں کے لیے گڑھے کھودلو

اور جب کھود چکو تو مجھے اطلاع کر دینا۔ چنانچہ میں گھڑے کھودنے لگا اور اس کام میں صحابہ کرام نے بھی میری مدد کی۔ جب ہم فارغ ہو گئے تو حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لائے۔ ہم آپ ﷺ کو پودے اٹھا اٹھا کر دیتے رہے اور حضور رحمتِ عالم ﷺ انہیں گھڑوں میں رکھتے اور مٹی برابر کرتے رہے۔ قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ ان میں سے ایک پودا بھی ضائع نہیں ہوا۔ بلکہ تمام کے تمام اسی سال پھل لے آئے سوائے ایک پودے کے جو کسی صحابی نے لگایا تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے اس پودے کو اکھاڑا اور دوبارہ اپنے دستِ مبارک سے اسی جگہ لگا دیا تو وہ پودا بھی اسی سال پھل لے آیا۔

یہ دربارِ محمد ہے یہاں اپنوں کا کیا کہنا
یہاں سے ہاتھ خالی غیر بھی جایا نہیں کرتے
یہ در ہے میرے داتا کا یہاں ملتا ہے بن مانگے
ارے ناداں یہاں دامن کو پھیلایا نہیں کرتے
زباں پر شکوۂ رنج و الم لایا نہیں کرتے
نبی کے نام لیوا غم سے گھبرایا نہیں کرتے
حقیقت میں وہ لطف زندگی پایا نہیں کرتے
جو یادِ مصطفیٰ سے دل کو بہلایا نہیں کرتے

اب میرے ذمہ صرف سونا باقی رہ گیا تھا۔ ایک دن آپ ﷺ کے پاس کسی کان سے کبوتر کے انڈے کے برابر سونا آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ سلمان یہ لے لو اور جو کچھ تمہارے ذمہ ہے ادا کر دو۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ اس سے [illegible]

ہوگی۔ یعنی یہ تو بمشکلِ تمام آدھا اوقیہ ہوگا۔ جبکہ اسے چالیس اوقیہ دینا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اسی سے ادا کردے گا۔ (چنانچہ میں اس میں سے تول تول کر اپنے مالک کو دینے لگا تو) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں نے اپنے مالک کو چالیس اوقیہ سونا ادا کر بھی دیا مگر ابھی تک میرے پاس اتنا ہی سونا موجود تھا۔

(سبحان اللہ تعالیٰ وبحمدہ وصلی اللہ تعالی علیٰ حبیبہ دائماً ابدا)

حضرت سلمان فارسیؓ کا ۳۵ھ میں شہر مدائن میں انتقال ہوا۔ آپ کی عمر اڑھائی سو سال اور عند البعض ساڑھے تین سو سال ہوئی۔ (اول قول زیادہ معتبر ہے (مشکوٰۃ ۲ ﷺ)

سلمہ بن سلامہ اور میلاد مصطفیٰ ﷺ:۔

ابن اسحٰق ، احمد ، بخاری ، حاکم ، بیہقی ، طبرانی اور ابی نعیم محمود بن لبید سے بیان کرتے ہیں اور وہ سلمہ بن سلامہ بن وقش سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے ہاں ایک یہودی تھا۔ ایک مرتبہ وہ (قبیلہ) بنو عبد اشہل میں آیا اور مرنے کے بعد زندہ ہونے ، قیامت ، جنت ، دوزخ ، حساب اور میزان کا ذکر کرنے لگا۔ وہ ان باتوں کا تذکرہ نبی کریم ﷺ کی بعثتِ کریمہ سے قبل بت پرستوں سے کر رہا تھا اور وہ بت پرست مرنے کے بعد زندہ ہونے کے قائل نہ تھے ، چنانچہ اس کی باتیں سن کر لوگ کہنے لگے کہ کیا ایسا بھی ممکن ہے کہ لوگ مرنے کے بعد زندہ ہوں اور اپنے اعمال کے مطابق جنت یا جہنم میں داخل کیے جائیں گے؟ یہودی نے کہا۔ ''ہاں'' اور قسم کھا کر کہنے لگا ''اگر تم اپنے گھروں میں بہت بڑی آگ جلا کر مجھے اس میں دھکیل دو اور پھر میری راکھ مٹی میں ملا دو ، پھر بھی میں کل کو زندہ ہو جاؤں گا۔ لوگوں نے پوچھا اچھا اس کی کوئی نشانی بیان کرو۔ یہودی بولا۔ ''ملک کی اس جانب سے ایک نبی مبعوث ہوگا''۔ یہ کہہ کر اس نے

مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کیا۔ حاضرینِ مجلس نے دریافت کیا۔ یہ نبی کب تشریف لائیں گے؟ یہودی نے میری طرف دیکھ کر کہا اور میں (تقریباً) سب سے چھوٹا تھا۔۔ کہ اگر اس نوجوان کی عمر پوری ہوئی تو یہ ضرور اس کو پا لے گا۔ چنانچہ اس واقعہ کے چند ہی روز بعد حضور نبی کریم ﷺ مبعوث ہو گئے (پھر مدینہ طیبہ تشریف لائے) ہم (یہودی کی بتائی ہوئی نشانیاں دیکھ کر) ایمان لے آئے اور وہ یہودی جو کہ ابھی زندہ تھا محض سرکشی اور عناد کی وجہ سے کفر پر ڈٹا رہا۔ (خصائص کبریٰ جز اول)

دو جگ دے وچ ہوئے اجالے آئے محمد رحمتاں والے
رحمتاں والے برکتاں والے آئے محمد رحمتاں والے
ویکھونی اوہ ہادی آیا حق دی کرن منادی آیا
لکن پہاڑی باطل والے آئے محمد رحمتاں والے
حوراں رل مل ویکھن آئیاں آمنہ تائیں دین ودھائیاں
کھلے بہشتاں دے اج تالے آئے محمد رحمتاں والے
ویکھ کے خلقت ہوئی دیوانی پیاری پیاری شکل نورانی
کل نبیاں توں ہین نرالے آئے محمد رحمتاں والے

حضرت عبداللہ بن سلام اور میلادِ مصطفیٰ ﷺ:۔

ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں محمد بن حمزہ سے روایت کیا اور وہ اپنے دادا عبداللہ بن سلام سے بیان کرتے ہیں کہ جب انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے بارے میں سنا تو آپ ﷺ سے ملاقات کے لیے روانہ ہوئے آپ ﷺ نے ان

(عبداللہ بن سلام) سے فرمایا تم عالم، ابن سلام ہو۔ میں تمہیں (خدائے لم یزل) کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تورات میں میرا تذکرہ موجود ہے؟ ابنِ سلام بولے پہلے آپ ﷺ اپنے رب کے بارے میں بتائیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ پر آثارِ نزولِ وحی طاری ہوگئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے یہ آیاتِ مقدسہ تلاوت فرمائیں۔

قل هوالله احد o الله الصمد o لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد o

یہ آیات سن کر ابن سلام کہنے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ کو اور آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے دین کو تمام ادیان پر غالب فرمائے گا۔ تورات میں آپ ﷺ کا وصف اس طرح مذکور ہے۔

''اے نبی! ہم نے آپ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ آپ ﷺ نہ ترش رو ہیں اور نہ سخت مزاج نہ بازاروں میں پھرنے والے اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے۔ بلکہ درگزر کرنے اور معاف کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس وقت تک نہ اٹھائے گا جب تک کہ آپ کی تعلیم سے آپ کی امت درست نہ ہوجائے اور وہ سب **لاالہ الااللہ** نہ کہہ لیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے اندھوں کو بینا اور بہروں کو سننے کے قابل بناتا ہے اور تالے پڑے ہوئے دلوں کو کھولتا ہے۔

لاکھوں حسین دہر میں آئے نہیں نظر تیرے جمال کی ہے مگر شان ہی دگر

یوسف کے رعبِ حسن نے کاٹی تھیں انگلیاں ☆ اور مصطفیٰ کی انگلی نے شق کر دیا قمر
وہ کون جلوہ گر تھا تیری ذات میں حضور ☆ سجدہ جو آ کے آپ کو کر جاتے تھے شجر
واللہ دو جہاں میں ان سا نہیں کوئی ☆ گستاخ کہہ رہے ہیں انہیں اپنا سا بشر
سجدہ تیرا خدا کو بھی کرنا فضول ہے ☆ جب تک جھکے نہ پہلے درِ مصطفیٰ پہ سر
جب تھک گیا بشیر ثنائے رسول میں ☆ بے ساختہ کہا یہ پھر اس نے پکار کر

لا یمکن الثناء کما کان حقہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

علامہ سیوطیؒ نے ابن عساکر سے ایک دوسری روایت نقل فرمائی۔ اس میں تقریباً وہی صفات ہیں جو کہ قبل ازیں حضرت کعب احبار کے اسلام لانے کے سلسلے میں درج ہو چکی ہے۔

مدراج النبوۃ میں یہ بھی ہے کہ عبداللہ بن سلام نے (ایمان لانے سے قبل) حضور سرورِ عالم ﷺ سے جو سوالات کئے ان میں یہ بھی تھے کہ ابنِ سلام نے عرض کیا بتائیے علامات قیامت کیا ہیں اور بتائیے کہ جنت میں جب حق تعالیٰ جل شانہٗ اہلِ ایمان کو کھانا کھلائے گا تو وہ کھانا کیا ہو گا اور یہ بھی فرمائیے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ نسلِ انسانی میں کوئی بچہ ماں کی اور کوئی بچہ باپ کی شکل جیسا کیوں ہوتا ہے؟ حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ یہ وہ سوالات تھے کہ جن کا علم انبیاء کرام ہی کو ہو سکتا ہے، چنانچہ حضور رحمتِ عالم ﷺ نے وحی الٰہی کے ذریعہ ان سوالات کے یہ جوابات مرحمت فرمائے۔ فرمایا۔ قیامت کی سب سے پہلی نشانی یہ ہو گی کہ مشرق کی جانب سے ایک آگ نمودار ہو گی جو لوگوں کو مغرب کی طرف ہنکا کر لے جائے گی جس طرح چرواہا بکریوں کو ہنکاتا ہے اور فرمایا جنتیوں کے لیے سب سے پہلا کھانا مچھلی کی کلیجی ہو گی اور یہ نہایت ہی لذیذ اور مرغوب ہو گی۔ تیسرے سوال کے جواب میں فرمایا مادہ رحم میں جس کا نطفہ متقدم اور غالب ہو گا اس سے مشابہ بچہ پیدا ہو گا۔ ان

جوابات کو سنتے ہی حضرت عبداللہ بن سلام مشرف باسلام ہو گئے۔

محبوبِ خدانوں دو جگ دا سلطان ناں آکھاں تے کی آکھاں
سب نبیاں توں سرکارتوں میں ذیشان ناں آکھاں تے کی آکھاں
رب آکھے جو میں کہندا ہاں محبوب میرا اوہ کہندا اے
پھر دسو اس دی ہر گل نوں قران ناں آکھاں تے کی آکھاں
جتھے جنت سجدے کردی اے جتھے کعبہ سیس جھکاندا اے
اس روضۂ پاک دی عرشاں توں ودھ شان ناں آکھاں تے کی آکھاں
جد رب آکھے محبوب لئی میں پیدا کیتا اے خلقت نوں
پھر یارنوں میں دو عالم دی جندجان ناں آکھاں تے کی آکھاں

اس کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ یہود بہت جھوٹی اور بہتان تراش قوم ہے۔ باوجودیکہ یہ مجھے اپنا سردار اور جید عالم تسلیم کرتے ہیں اور میرے والد کو بھی اپنا سردار اور جید عالم تسلیم کرتے تھے لیکن جب وہ سنیں گے کہ میں ایمان لے آیا ہوں تو بہتان تراشی کریں گے اور اپنے اعتقاد کے خلاف کہیں گے۔ چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ میرا اسلام ان پر ظاہر ہونے سے قبل آپ ان کا امتحان لیں اور ملاحظہ فرمایئے کہ میرے متعلق ان کا کیا خیال ہے؟ اس پر حضور سید عالم ﷺ نے حضرت عبداللہ کو ایک پوشیدہ مقام پر بٹھا دیا اور یہودیوں کو طلب فرما کر ان کو وعظ و نصیحت فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں۔ تم نے یہ تورات میں پڑھا بھی ہے۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ تم ایمان نہیں لائے؟ یہودی بولے۔ ''ہم نہیں جانتے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے

رسول ہیں۔'' پھر حضور ﷺ نے فرمایا۔ اچھا بتاؤ عبداللہ بن سلام کیسے شخص ہیں؟ وہ کہنے لگے ۔وہ ہمارے سردار، ہمارے سردار کے لختِ جگر، ہم میں سے بہت بڑے عالم اور سب سے زیادہ علم والے کے فرزند، ہمارے پیشوا، ہم میں سے بہترین، ہم میں سے دانا اور دانا ترین شخص کے فرزند ہیں وہ اور ان کے آباؤ اجداد ہم میں سے بہترین ہیں۔'' یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اچھا پھر یہ بتاؤ کہ اگر وہ ایمان لے آئیں؟ یہودی بولے۔''حق تعالیٰ ان کو محفوظ رکھے، وہ کیوں ایمان لائیں گے۔'' حضور نبی اکرم ﷺ نے اس بات کو بار بار دہرایا اور وہ مذکورہ بالا جواب ہی دیتے رہے۔ اس کے بعد فرمایا۔ اے ابنِ سلام باہر آؤ ۔چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلام کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے باہر نکل آئے اور فرمانے لگے ۔اے گروہِ یہود خدائے لم یزل سے ڈرو اور محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لے آؤ کیونکہ یقینی طور پر تم جانتے ہو کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ یہ سن کر یہودی بولے تم جھوٹے ہو ہم نہیں جانتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور حضرت ابنِ سلام کے متعلق کہنے لگے ۔یہ ہم میں بدترین ہیں اور بدترین کے فرزند ہیں یہ خود جاہل ترین اور جاہل ترین کے فرزند ہیں۔ حالانکہ وہ اسی نشست میں تھوڑی دیر پہلے حضرت ابنِ سلامؓ کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔

محمد بن عدی کا واقعہ:۔

بیہقی ،طبرانی ،ابونعیم اور خرائطی خلیفہ بن عبدة سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے محمد بن عدی بن ربیعہ سے سوال کیا کہ دورِ جاہلیت میں تمہارے باپ نے تمہارا نام ''محمد'' کیوں رکھا؟ وہ کہنے لگا۔ میں نے اپنے باپ سے پوچھا تھا تو انہوں نے بتایا کہ بنی تمیم کے چار اشخاص میں ،سفیان بن مجاشع ،یزید بن

عمر اور اسامہ بن مالک ،شام کے سفر پر روانہ ہوئے ۔ وہاں پہنچ کر ہم ایک تالاب کہ جس کے گرد خوب گھنے درخت تھے رک گئے ۔ ہمارے پاس ایک راہب آیا اور بولا۔ تم کون ہو؟ ہم نے کہا ہم قبیلۂ مضر سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس نے کہا۔ تم میں عنقریب ایک نبی ظاہر ہوگا جلدی جاؤ اس کی پیروی کرو، کیونکہ وہ خاتم النبیین ہیں۔ ہم نے پوچھا اس کا نام کیا ہے؟ اس نے بتایا۔ اس کا نام ''محمد ﷺ'' ہے۔ چنانچہ جب ہم گھر پہنچے تو ہم نے اپنے اپنے نومولود بچے کا نام محمد رکھ دیا (کہ شاید یہ ہی نبی ہو)۔ (خصائص کبریٰ، جز اول)

رنگے گئے جو عشق دے رنگ اندر جامی، رومی، اویس، جنید ہو گئے
اوہدی شان دی حد دے کھوج اندر پیدا ہو کے کئی ناپید ہو گئے
جنہاں حسنِ محمد دی جھلک ویکھی ساری زندگی واسطے قید ہو گئے
ناصرؔ شاہ نئیں سوہنے دی شان مکی لکھدیاں لکھدیاں وال سفید ہو گئے

ہرقلِ روم کا تذبذب:۔

ہجرت کے چھٹے (عند البعض ساتویں) سال حضور اکرم ﷺ نے مختلف بادشاہانِ زمانہ کی طرف خطوط ارسال فرمائے۔ ان بادشاہوں میں سے ہرقل روم کی طرف حضرتِ دحیہ کلبیؓ کو نامہائے اقدس دے کر روانہ فرمایا۔ مکتوب گرامی کا مضمون اس طرح تھا۔

''اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے۔ محمد بن عبداللہ بندۂ خدا اور اس کے رسول کی طرف سے ہرقل عظیم روم کی جانب سلام ہو، اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اما بعد میں تجھ کو اسلام لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ مسلمان ہو جاؤ تم سلامت رہو گے۔ مسلمان ہو جاؤ گے۔ تو دوگنا اجر ملے گا۔ اگر نافرمانی کرو گے تو تمہاری رعایا کا گناہ تم پر ہوگا۔ اے

اہلِ کتاب آؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور ایک دوسرے کو اللہ تعالیٰ کے سوا رب نہ بنائیں۔ (اب) تم اگر اعراض کرو تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہرقل روم جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوبِ گرامی کے مضمون سے باخبر ہوا تو اس قدر مبہوت ہوا کہ اس کی پیشانی پر پسینہ جاری ہوگیا۔ یہ اس لیے کہ ہرقل پہلے ہی خائف وترساں تھا مکتوبِ گرامی ملنے سے قبل ہرقل اپنی منت پوری کرنے کیلئے بیت المقدس گیا ہوا تھا۔ ہرقل ماہر ستارہ شناس تھا، چنانچہ بیت المقدس میں وہ ایک دن سخت غمگین ہوگیا تو ایک بطریق (عالم) نے اس کے غم واندوہ کے متعلق دریافت کیا۔ ہرقل نے کہا کہ آج رات میں نے ستاروں کی روش اور ان کے احکام واثرات پر غور کیا تو پتہ چلا کہ ملک الختان (یعنی اس قوم کا بادشاہ جس قوم میں ختنہ سنت ہے) کا ظہور ہوگیا ہے۔ قریب ہے کہ ان کا دست تسلط ہم تک پہنچ جائے اور وہ ہم پر غلبہ پالیں۔" مصاحبوں نے کہا کہ اس زمانہ میں تو یہودی ہی ختنہ کرتے ہیں اس پر ہرقل نے حکم دیا جہاں بھی یہودی ہوا سے قتل کردو اسی دوران قیصر کو معلوم ہوا کہ ایک شخص نے عرب میں دعویٰ نبوت کیا ہے اور اس کے عجیب عجیب نرالے واقعات کی خبریں آتی ہیں اور یہ بات یقینی ہے کہ وہ نبی ختنہ شدہ ہے۔ یہ سن کر ہرقل نے کہا ستاروں سے جس کے ظہور کا مجھے پتہ چلا ہے وہ یہی شخص ہے اسی اثناء میں حضرت دحیہ کلبیؓ مکتوب گرامی لے کر ہرقل کے پاس پہنچے۔ (مدارج) اور اس کی مجلس میں شور وغوغا برپا ہوگیا۔ ہرقل نے ارکانِ حکومت سے کہا تلاش کرو کہ میری سلطنت میں کوئی ایسا شخص موجود ہے کہ جو اس مدعیٔ نبوت کی قوم سے ہو تا کہ میں اس سے کچھ باتیں دریافت کروں۔ اتفاقاً ابوسفیان بن حرب بغرضِ تجارت شام گیا ہوا تھا۔ ابوسفیان اب تک حضور علیہ السلام سے کئی لڑائیاں لڑ چکا تھا۔ لوگ اسے ہرقل کے پاس لے گئے۔ حضرت ابن عباسؓ ابی سفیان سے

نقل کرتے ہیں (ایمان لانے کے بعد ابی سفیان نے بتایا) جب ہم اہل قافلہ کو قیصر روم کے دربار میں پیش کیا گیا تو اس نے مترجم کے ذریعے دریافت کیا کہ تم میں سے کون اس کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہے۔ میں نے کہا کہ میں ہوں کیونکہ وہ میرے چچا کے بیٹے ہیں۔ (ابی سفیان نے مزید بتایا کہ) مجھے ہرقل کے سامنے کھڑا کردیا گیا اور میرے ہمراہیوں کو میرے پیچھے کھڑا کردیا۔ ہرقل نے ترجمان (مترجم) کے ذریعے سے میرے ساتھیوں کو کہا کہ میں ابی سفیان سے اس مدعیٔ نبوت کے متعلق کچھ سوال کروں گا اگر یہ جھوٹ بولے تو تم اسے ٹوک دینا۔ ابی سفیان کہتے ہیں کہ خداتعالیٰ کی قسم اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میرے جھوٹ کو ظاہر کردیا جائے گا تو میں ضرور حضور اکرم ﷺ پر بہتان تراشی کرتا۔ ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس ابوسفیان سے سوال کر کہ اس (مقدس) ہستی کا حسب ونسب تمہارے اندر کیسا ہے؟ میں نے کہا وہ ہمارے اندر صاحب حسب (یعنی بہت ہی شریف النسب) ہیں۔ ہرقل نے کہا اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ ہوا ہے؟ میں نے کہا۔ نہیں۔ اس نے پوچھا۔ کیا اس دعویٰ نبوت سے قبل ان پر کسی نے جھوٹ کی کوئی تہمت لگائی؟ اللہ اکبر! جھوٹ تو ایک طرف رہا، کبھی جھوٹ کی تہمت بھی نہ لگی، حالانکہ تہمت جھوٹی کبھی بھی لگ سکتی ہے۔ میں نے کہا۔ نہیں۔ اس نے پوچھا ان کی اتباع بڑے اور امیر لوگ کرتے ہیں یا ضعیف و کمزور؟ میں نے کہا۔ ضعیف اور کمزور لوگ ایمان لاتے ہیں۔ اس نے پوچھا ایمان لانے والوں کی تعداد (دن بدن) زیادہ ہوتی ہے یا کم؟ میں نے کہا بلکہ زیادہ ہو رہی ہے۔ اس نے پوچھا کیا کوئی شخص ان کے دین میں داخل ہو کر پھر اسے ناپسندیدہ جان کر مرتد ہوا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ ہرقل نے پوچھا۔ تم نے ان سے لڑائی کی؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ اس نے پوچھا پھر تمہاری لڑائی کیسی رہی؟ میں نے کہا۔ ڈول کی مانند، کبھی وہ کامیاب ہوتا ہے اور کبھی ہم۔ اس نے پوچھا۔ کیا کبھی انہوں نے عہد شکنی کی؟ میں نے کہا

نہیں۔البتہ اب معاہد (صلح حدیبیہ والا) ہوا ہے، دیکھیں اس میں کیا کرتے ہیں۔ابی سفیان نے کہا۔اللہ تعالیٰ کی قسم! اس بات کے سوا میں کوئی بات بھی حضور ﷺ کے خلاف نہ کہہ سکا۔ہرقل نے پوچھا۔اس سے پہلے بھی کسی نے یہ دعویٰ کیا ہے؟ میں نے کہا۔نہیں۔

اخلاقِ بیکراں کے خلق محمدی نے ☆ اغیار کے دلوں پہ سکے بٹھادیئے ہیں

حق کی قسم ہے حق کے نعرے لگا لگا کر ☆ بت کیا صنم کدے بھی اس نے گرا دیئے ہیں

جن کے دلوں میں الفت سرکار کی نہیں ہے ☆ اللہ نے ان دلوں پر تالے لگا دیئے ہیں

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں ☆ جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

پھر ہرقل نے ترجمان سے کہا۔ابوسفیان کو کہہ کہ میں تجھ سے اس شخص (مدعی نبوت) کے حسب کے بارے میں پوچھا۔تو نے کہا وہ عالی نسب ہیں۔تو انبیاء کرام اپنی قوموں میں عالی نسب ہی ہوتے ہیں۔(تاکہ ان پر ایمان لانے میں کسی کو عار نہ ہو) میں نے تجھ سے پوچھا کہ اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ تو نہ تھا؟ تو نے جواب دیا۔نہیں۔اگر اس کے باپ دادا سے کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ اپنے باپ دادا کا ملک حاصل کرنا چاہتا ہے۔پھر میں نے اس کے تابعداروں کے متعلق سوال کیا کہ سردار ہیں یا ضعیف تو نے کہا۔بلکہ ضعیف لوگ۔میں کہتا ہوں ٹھیک ہے (ابتداء) ہمیشہ ضعیف لوگ ہی رسولوں کی پیروی کرتے ہیں۔پھر میں نے پوچھا کہ اس سے قبل اس پر کسی نے جھوٹ کی تہمت لگائی۔تو تو نے کہا نہیں۔میں نے پہچان لیا کہ جو بندوں سے جھوٹ نہیں بولتا، وہ اللہ تعالیٰ پر کیونکر جھوٹ بولے گا۔پھر میں نے پوچھا کہ اس کے دین کو ناپسندیدہ خیال کر کے کسی نے چھوڑا؟ تو نے کہا۔نہیں۔پس میں جانتا ہوں کہ ایمان کی لذت ہی ایسی ہوتی ہے جبکہ ایمان دلوں میں گھر کر جائے پھر میں نے اس کے فرمانبرداروں کے متعلق سوال کیا کہ بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں؟ تو نے جواب دیا۔زیادہ ہوتے جا رہے ہیں۔اور اسی طرح دین

وایمان بڑھتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کامل ہو جائے۔ پھر میں نے تجھ سے لڑائی کے متعلق سوال کیا، تو تو نے بتایا کہ یہ مثل ڈول کے ہے، کبھی وہ غالب رہتا ہے کبھی ہم۔ اور ایسے ہی پیغمبروں کو آزمایا جاتا ہے۔ بالآخر فتح ان ہی کی ہوتی ہے پھر میں نے کہا کہ کبھی اس نے عہد شکنی کی؟ تو نے جواب دیا نہیں۔ اور یقیناً پیغمبر ایسے ہی ہوتے ہیں، وہ کسی سے عہد شکنی نہیں کرتے۔ پھر میں نے تجھ سے پوچھا۔ یہ دعویٰ اس سے پہلے (یعنی ان کے والد چچا یا دادا جان) میں سے کسی نے دعویٰ نبوت کیا؟ تو نے جواب دیا۔ نہیں۔ اگر اس سے قبل اس کے کسی رشتہ دار نے یہ دعویٰ کیا ہوتا تو میں کہتا کہ اس نے بھی اسی کی پیروی کی ہے۔ ابوسفیان کا بیان ہے کہ ہرقل نے پوچھا۔ وہ کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟ میں نے کہا وہ ہم کو نماز اور زکوٰۃ اور صلہ رحمی اور حرام سے بچنے کے متعلق حکم دیتا ہے۔ ہرقل نے کہا۔ اگر یہ بات سچ ہے جو تو کہتا ہے تو وہ سچا نبی ہے اور میں یہ جانتا تھا کہ ایک نبی پیدا ہونے والا ہے لیکن میں یہ نہ جانتا تھا کہ وہ تم سے ہوگا۔ اگر میں جانتا کہ میں اس تک پہنچ سکوں گا تو میں اس سے ملاقات کرتا۔ اگر میں ان کے پاس ہوتا تو میں ان کے قدم دھوتا اور اس کی حکومت کو غلبہ حاصل ہوگا۔ یہاں تک کہ میرے پاؤں کی زمین یعنی میرے اس ملک اور محل پر بھی غلبہ ہوگا۔ پھر ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کا نامۂ اقدس منگوایا اور اس کو پڑھا۔

(صحیح بخاری، صحیح مسلم، مشکوٰۃ، باب علامات النبوۃ)

مدارج النبوۃ میں ہے کہ (اس کے بعد) ہرقل، حضرت دحیہ کلبیؓ کو خلوت میں لے گیا اور بولا۔ خدا کی قسم، میں جانتا ہوں کہ وہ نبی مرسل ہیں اور یہ وہی نبی ہیں کہ جن کے ہم منتظر تھے اور جن کی صفات ہم نے کتب سماوی میں پڑھی ہیں لیکن میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے پیروی کی تو رومی مجھے ہلاک کر دیں گے۔ اس کے بعد ہرقل نے حضرت دحیہ کلبیؓ کو روم میں عیسائیوں کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا اور عالم ''صنعاطر'' کی طرف بھیجا۔ جب

حضرت دحیہ کلبیؓ ان کے پاس گئے تو انہوں نے کہا۔ خدا کی قسم محمد ﷺ نبی برحق ہیں۔ یہی وہ نبی ہیں کہ جن کی صفات ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھیں۔ ہم ان کی نبوت میں کوئی بھی شبہ نہیں رکھتے۔ اس کے بعد "صنعاطر" اٹھے اور کنیسہ (گرجا) میں آئے اور کہا۔ اے اہلِ روم! احمدِ عربی ﷺ کی جانب سے ہمارے پاس ایک نامۂ اقدس آیا ہے اس خط میں ہمیں دینِ حق کی دعوت دی گئی ہے۔ ان کی رسالت کی حقیقت آفتاب کی مانند روشن ہے۔ تم اقرار کرلو کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور احمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سنتے ہی اہلِ روم نے اپنے سب سے بڑے عیسائی عالمِ دین حضرت صنعاطر پر حملہ کر دیا اور ان کی تکہ بوٹی کر کے ان کو شہید کر دیا۔ حضرت دحیہ کلبیؓ ہرقل کے پاس لوٹ آئے اور تمام واقعہ سے آگاہ کر دیا۔ ہرقل نے کہا۔ میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میں نصاریٰ سے ڈرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ کی قسم! صنعاطر قوم میں مجھ سے زیادہ باعزت بزرگ تھا۔ اہلِ روم مجھ سے کہیں زیادہ اس کے ساتھ اعتقاد رکھتے تھے (یعنی اس کا حال تم دیکھ چکے ہو) بعد ازاں ہرقل نے رؤسائے روم کو اپنے قصر میں جمع کیا اور قصر کے دروازے بند کر دیئے، پھر خود محل کے بالا خانے سے ان کو مخاطب ہوا کہ اے سردارانِ روم میرے پاس نبی احمد ﷺ کا خط آیا ہے۔ یہی وہ نبی منتظر ہے کہ جن کا ہم کو انتظار تھا اور جن کا ذکر ہماری کتابوں میں موجود ہے اور جس کے زمانۂ ظہور کی نشانیاں ہمارے سامنے آ چکی ہیں اس لیے تم اس نبی کی اتباع کرو تا کہ تمہیں دنیا و آخرت میں سلامتی ملے۔ رومیوں نے جب ہرقل کی زبانی یہ کلمات سنے تو بالاتفاق اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور شور و غل مچاتے ہوئے دروازوں کی طرف بھاگے مگر دروازوں کو بند پایا۔ ہرقل نے دوبارہ ان کو آواز دی اور کہا۔ تم خاطر جمع رکھو میں نے یہ باتیں اس لیے تم سے کیں تا کہ تمہیں دیکھوں کہ تم اپنے دین پر کس قدر پختہ ہو۔ اب میں نے جان لیا ہے کہ تم ثابت قدم ہو۔ اس پر سب راضی ہو گئے اور ہرقل کو سجدہ کر کے واپس چلے گئے۔

(خصائص کبریٰ، مدارج النبوۃ)

خسرو پرویز کا انکار اور تباہی:۔

٦ھ اور ٧ھ ہجری میں جب سلاطینِ زمانہ کی طرف خطوط لکھے گئے تو اسی دوران ایک خط خسرو پرویز شہنشاہِ ایران کے نام بھی تحریر کیا گیا، چونکہ نامہ مبارک کو بسم اللہ شریف سے شروع کرنے کے بعد لکھا تھا۔

من محمد رسول الله الی کسری عظیم فارس۔

خسرو پرویز خط کا عنوان پڑھتے ہی غصہ میں آگیا اور بولا میرا غلام ہو کر مجھ سے پہلے اپنا نام لکھتا ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ تعالیٰ) یہ کہہ کر اس نے نامہَ اقدس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا لیکن کچھ ہی روز بعد اس کے اور اس کی سلطنت کے پرزے اڑ گئے۔ خسرو پرویز نے خطِ اقدس چاک کرنے کے بعد یمن کے گورنر باذان کو حکمِ شاہی بھیجا کہ صوبہ حجاز میں جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اسے گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو۔ باذان نے دو نامی گرامی بہادر پہلوانوں ''بابویہ'' اور ''خرخرہ'' کو مدینہ طیبہ بھیجا۔ یہ دونوں عجیب ہیئتِ کذائی کے ساتھ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔ حضور انور ﷺ اس وقت مسجدِ نبوی میں تھے جب یہ دونوں پہلوان بارگاہِ اقدس میں داخل ہوئے تو ان کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ انہوں نے آ کر عرض کیا کہ شہنشاہِ عالم (کسریٰ) نے آپ کو اپنے دربار میں بلایا ہے۔ اگر تعمیلِ حکم نہ کرو گے تو وہ تم کو اور تمہارے ملک کو تباہ و برباد کر دیں گے، لیکن اگر تعمیل کرو گے تو ہم سفارش کر کے تمہارا قصور معاف کروا دیں گے۔ حضور سیّدِ عالم ﷺ نے ان سے فرمایا آج تم جاؤ کل آنا ہم اس کا جواب دیں گے۔ یہ نامی گرامی پہلوان دربار اقدس سے جب باہر آئے تو آپس میں کہہ رہے تھے۔ اس شخص کی کتنی ہیبت اور رعب ہے۔ اگر ہم تھوڑی دیر اور بیٹھے

رہتے تو ڈر تھا کہ کہیں ہمارے جوڑ ہی الگ نہ ہو جائیں۔ بہر حال جب یہ دوسرے روز حاضر ہوئے تو حضور خواجۂ کونین ﷺ نے فرمایا جاؤ گورنر یمن کو جا کر بتادو کہ آج رات میرے خدا تعالیٰ نے کسریٰ کو اس کے بیٹے کے ہاتھوں ہلاک کر دیا ہے۔ پہلوان بولے خوب سوچ لو کہ کیا کہہ رہے ہو؟ اگر یہ بات غلط ہوئی تو تمہاری خیر نہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے مزید فرمایا اپنے صاحب (باذان) کو کہہ دو کہ بہت جلد میرا دین کسریٰ کی مملکت پر غالب آجائے گا۔ اگر (اے باذان!) تو ایمان لے آئے تو جتنا علاقہ تیرے زیر تسلط ہے تجھے دے دیا جائے گا اور اہلِ فارس پر تو حکمران ہوگا۔ اس کے بعد یہ دونوں پہلوان یمن کو روانہ ہو گئے اور مجلس شریفہ میں جو دیکھا یا سنا تھا سب من وعن باذان کو بتادیا۔ باذان نے پوچھا کیا ان کے پہرے دار یا محافظ ہیں؟ پہلوانوں نے کہا۔ نہیں وہ تو گلی کوچوں میں بلاخوف وتردد چلتے پھرتے ہیں۔ باذان نے کہا جو کچھ تم نے نقل کیا ہے خدا تعالیٰ کی قسم! یہ بادشاہوں کی عادات وخصائل نہیں مجھے یقین ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں لیکن ابھی ہمیں کسریٰ کے بارے خبر کا انتظار کرنا ہوگا۔ اسی دوران کسریٰ کے بیٹے شیرویہ کا قاصد خط لے کر باذان کے پاس پہنچا۔ جس میں لکھا تھا۔ کسریٰ اعیانِ سلطنت اور امراء کو بلاوجہ قتل کرواتا تھا اور ملک میں تباہی وبربادی کا قصد کرتا تھا۔ چنانچہ میں نے اسے قتل کرکے لوگوں کو تباہی سے بچالیا ہے۔ تم پر لازم ہے کہ میری اطاعت کرو اور وہ شخص جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اسے کچھ نہ کہنا۔ باذان جب اس قصہ سے باخبر ہوا تو اسی وقت [illegible] کر مسلمان ہو گیا۔ (مدارج النبوۃ، طبری، ابن خلدون)

وحدت کے جام آقا تو نے پلا دیئے ہیں ☆ بچھڑے ہوئے تھے بندے حق سے ملا دیئے ہیں

بھٹکی ہوئی تھی دنیا تھا دور گمراہی کا ☆ تو نے ہدایتوں کے رستے دکھا دیئے ہیں

تقدیر ہی کی تو نے بدل کے رکھ دی ☆ لاکھوں غلام تو نے آقا بنا دیئے ہیں

؎ ھدیٰ کی لو نے بزم جہاں میں بڑھ کر☆ لاکھوں چراغ عرفاں ہر سو جلا دیئے ہیں
ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں☆ جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

حضرت نجاشی حاکمِ حبشہ وعلماء نصاریٰ اور میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم :۔

۵ ھ نبوی ماہِ رجب المرجب کو کفارِ مکہ کی جلادانہ بے رحمیوں اور عبرت خیر سفاکیوں سے تنگ آ کر مظلوم مسلمانوں نے رحمتِ عالم ﷺ کی اجازت سے حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی تا کہ چین اور سکون سے عبادتِ خداوندی کر سکیں۔ خیال رہے کہ حبشہ کی طرف تمام مسلمانوں نے نہیں بلکہ تھوڑے سے مسلمانوں نے ہجرت فرمائی تھی کفارِ مکہ اہلِ ایمان سے نہایت گھناؤنا سلوک کرتے اور بدترین سزائیں دیتے مگر ان کے پایۂ استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آئی اس کا اقرار اسلام کے دشمن عیسائی سیرت نگاروں نے بھی کیا۔ اس سلسلہ میں ہرقل روم کے یہ الفاظ بہت اہمیت کے حامل ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ ایمان کی لذت ہی ایسی ہوتی ہے جبکہ ایمان دل میں گھر کر جائے۔ جن مسلمانوں کو بہت زیادہ ستایا جاتا تھا ان میں چند ایک یہ ہیں۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ:۔ قریشِ مکہ ان کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے۔ ایک دن کوئلے دہکا کر حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو ان پر چت لٹا دیا اور ایک شخص ان کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا تا کہ کروٹ نہ بدلیں، یہاں تک کہ کوئلے ٹھنڈے ہو گئے اور آپ کی پیٹھ اس قدر جل گئی شفایاب ہونے کے بعد بھی تمام پیٹھ برص کی طرح سفید تھی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ:۔ ان کو امیہ بن خلف لوہے کی زرہ پہنا کر گرم ریت پر دھوپ میں ڈال دیتا اور ان کے سینے پر بھاری بھاری پتھر رکھ دیتا تا کہ جنبش نہ کر سکیں اور تمام دن اسی طرح پڑے رہتے۔ کبھی پانی میں آپ کو غوطے دیئے جاتے کبھی آگ سے داغ دیئے جاتے کبھی آپ کے

گلے میں رسی باندھ کر بازاروں میں گھسیٹا جاتا، مگر آپ کے دل سے ایمان کی محبت نہ نکل سکی۔

زبردست ہرا بلال دتے گل حق دی زیر نئیں ہون دتی
اک اک ضرب دا مل سی پا دتا کملی والے نے دیر نئیں ہون دتی
اس تکلیف دے بعد تکلیف کوئی لاگے اوس دے فیر نئیں ہون دتی
جد تک دتی ناں بانگ بلال صائم اللہ پاک سویر نئیں ہون دتی

حضرت یاسرؓ:۔ ان کے بیٹے عمار اور ان کی بیوی سمیہؓ یہ سب دولت ایمان سے مشرف ہو گئے تو کفار نے ان کو بہت مارا۔ ایک دن جبکہ ان کو شدید تکالیف دی جا رہی تھیں تو حضور سرورِ کائنات ﷺ کا ادھر سے گزر ہوا تو حضور ﷺ نے ان کو صبر کی تلقین فرمائی اور جنت کی بشارت دی۔ جب کسی بھی صورت ان حضرات کو اسلام سے برگشتہ نہ کر سکے تو بدترین شخص ابو جہل لعین نے ایک بھیانک منصوبہ بنایا۔ چنانچہ اس بدبخت نے دوسرے کفار سے مل کر حضرت یاسرؓ کو اتنا مارا کہ آپؓ شہید ہو گئے۔ آپؓ کی بیوی حضرت سمیہؓ کو دو اونٹوں کے درمیان اس طرح باندھا کہ ایک ٹانگ ایک اونٹ سے اور دوسری ٹانگ دوسری اونٹ سے باندھ دی گئی، پھر ان کو دامنِ مصطفیٰ ﷺ چھوڑنے کی ترغیب دی مگر اس پاکباز خاتون نے صاف انکار کر دیا چنانچہ سفاک و ظالم ابو جہل نے اونٹوں کو ایک دوسرے کی مخالف سمت دوڑانے کا حکم دیا اور اتنے زور سے برچھی ماری کہ حضرت سمیہؓ کا جسم چیر کر دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔ اسلام میں یہ پہلے دو شہید تھے۔ یہ تمام کاروائی ان کے بیٹے حضرت عمار کے سامنے کی گئی اور خود حضرت عمارؓ کو اتنا مارا کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔

جب تیری یاد میں دنیا سے گیا ہے کوئی ☆ جان لینے کو دلہن بن کے قضا آئی ہے

درد دل کس کو سناؤں میں تمہارے ہوتے ☆ بیکسوں کی اسی سرکار میں شنوائی ہے
آپ آئے تو منور ہوئیں اندھی آنکھیں ☆ آپ کی خاک قدم سرمۂ بینائی ہے

حضرت صہیب رومیؓ:۔ کفار مکہ ان کو اتنا مارتے کہ یہ حواس کھو بیٹھتے۔

حضرت ابو فکیہہؓ:۔ یہ صفوان بن امیہ کے غلام تھے۔ اسلام لانے کے جرم میں ان کے گلے میں رسی ڈال کر گرم ریت پر گھسیٹا جاتا۔ ان کے سینے پر اتنے بھاری پتھر رکھ دیتے کہ ان کی زبان باہر نکل آتی۔ ایک بار امیہ نے ان کا گلا اتنے زور سے دبایا کہ لوگوں کو یقین ہو گیا کہ ان کی موت واقع ہو گئی۔

حضرت لبیبہؓ، حضرت زنیرہؓ، حضرت نہدیہؓ، حضرت ام عبیسؓ:۔ یہ سب کنیزیں تھیں ان کو اتنا مارا جاتا کہ دیکھنے والے کو رحم آ جاتا۔ ایک بار حضرت زنیرہ کو ابوجہل لعین ۔ نے اتنا مارا کہ ان کی آنکھوں کی بینائی ضائع ہوگئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان سب اور حضرت بلال اور عامر بن فہیرہؓ کو ان کے مالکوں سے خرید کر آزاد کر دیا تاکہ یہ آزادی کی زندگی گزار سکیں۔ لیکن جب قریش مکہ کو اس ہجرت کی خبر ہوئی تو انہوں نے فوراً عیسائی بادشاہ نجاشی کے پاس مختلف ہدایا اور تحفوں کے ساتھ ایک وفد بھیجا تاکہ اہلِ ایمان کے سکون کو برباد کیا جا سکے۔ وفد کے ارکان حبشہ پہنچ کر سب سے پہلے درباری پادریوں اور عالموں سے ملے ،ان کو تحائف اور نذرانے دیئے اور گزارش کی کہ کل نجاشی شاہ کے دربار میں ہماری طرفداری کریں۔ دوسرے روز قریش مکہ کا وفد نجاشی کے دربار میں پیش ہوا اور بیش قیمت تحائف نذر کیے۔ جب نجاشی خوش ہو گیا تو وفد نے گزارش کی کہ حضور آپ کے ملک میں ہمارے ملک کے کچھ بھگوڑے ایک نئے مذہب کے پیروکار آ گئے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ وہ آپ کے ملک میں فتنہ پھیلا دیں گے۔ ہم اس لیے آئے ہیں کہ ہمارے

بھگوڑے ہمارے سپرد کیے جائیں۔درباری علماء اور پادریوں نے بھی اس بات کی خوب خوب تائید کی نجاشی کے حکم سے مسلمانوں کو دربار میں پیش کیا گیا۔نجاشی نے سوال کیا۔تم نے یہ کون سا دین ایجاد کیا ہے جو بت پرستی اور عیسائیت دونوں کے خلاف ہے۔یہ سن کر حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے فرمایا۔اے بادشاہ !ہم جاہل ،بت پرست ،مردار خور اور بدکار تھے ۔ہم ہمسایوں کو ستاتے ،بھائی بھائی پر ظلم کرتا اور قوی کمزوروں کو کھا جاتا۔اسی اثناء میں ہم میں سے ایک شخص پیدا ہوا۔جو انتہائی شریف ،صادق اور امین ہے۔اس نے ہم کو دعوتِ اسلام دی اور کہا کہ ہم بت پرستی نہ کریں ،سچ بولیں ،خوں ریزی سے باز آئیں ،یتیموں کا مال نہ کھائیں ،ہمسایوں کو آرام دیں ،عفیف و پاک دامن پر بدنامی کا دھبہ نہ لگائیں ۔نماز پڑھیں ،روزے رکھیں اور زکوٰۃ (صدقات) دیں ،ہم اس پر ایمان لے آئے ،شرک اور قبیح باتوں کو ترک کردیا۔اب ہماری قوم ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم اسی گمراہی میں لوٹ آئیں۔نجاشی نے کہا جو کلام تمہارے پیغمبر پر اترا ہے اس میں سے کچھ سناؤ۔جواباً حضرت جعفر طیارؓ نے سورۂ مریم کی چند آیات پڑھیں ،جنہیں سن کر نجاشی پر رقت طاری ہوگئی اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے ۔یہی حال دربار میں موجود اکثر علماء اور پادریوں کا تھا۔حضرت جعفر طیارؓ خاموش ہوئے تو شاہِ نجاشی نے کہا ،خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل مقدس ایک ہی مشکوٰۃ سے نکلے معلوم ہوتے ہیں۔یہ کہہ کر وفدِ قریش کے تحائف ان کو واپس کردیئے اور کہا۔میں ان مظلوموں کو ہرگز واپس نہیں کروں گا۔دوسرے روز اہلِ وفد نے بعض پادریوں کو لالچ دے کر دوبارہ دربار میں رسائی حاصل کی اور نجاشی سے کہا حضور! یہ لوگ (مسلمان) آپ کے عیسیٰؑ کے متعلق صحیح عقیدہ نہیں رکھتے ۔یہ سن کر نجاشی نے مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا اور پوچھا۔حضرت عیسیٰؑ کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہو ؟حضرت جعفر طیارؓ نے کہا۔ہمارے پیغمبر نے بتایا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم اللہ تعالیٰ کے

بندے، پیغمبر اور کلمۃ اللہ ہیں۔ نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا۔ خدا تعالیٰ کی قسم جو تم نے کہا ہے حضرت عیسیٰؑ اس تنکے کے برابر نہ زیادہ ہیں اور نہ کم ۶ ھ میں نجاشی ایمان لے آئے۔ (طبری، ابن ہشام، مستدرک حاکم کتاب التفسیر)

عیسائی علماء کا مباہلہ سے فرار:۔

حضور سیدِ عالم ﷺ کے وصال شریفہ سے ایک سال پیشتر علاقہ نجران کے ساٹھ عیسائیوں پر مشتمل ایک وفد مدینہ طیبہ میں آیا۔ اس میں چوبیس اشراف اور تین چوٹی کے پادری شامل تھے۔ ان پادریوں کے نام یہ تھے۔ (۱)۔ عبدالمسیح، جن کا لقب عاقب تھا۔ (۲)۔ سید، جن کا نام ایہم یا شرجیل۔ (۳) ابو حارثہ بن علقمہ جوان کا اسقف (بڑا پادری) تھا۔ یہ سب بعد از نمازِ عصر مسجد نبوی شریف میں داخل ہوئے۔ حضور سرورِ عالم ﷺ نے ان کو دعوتِ اسلام دی تو یہ بحث کرنے لگے اور بولے تم کہتے ہو عیسیٰؑ اللہ کا بیٹا نہیں تو پھر بتاؤ کہ ان کا باپ کون تھا۔ ان کے جواب میں سورۃ آل عمران کی ان آیات کا نزول ہوا۔

ان مثل عیسی عنداللہ کمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون ٥ الحق من ربك فلاتکن من الممترین ٥ فمن حاجك فیه من بعد ماجاءك من العلم فقل تعالو ندع ابناءنا و ابنائکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنت اللہ علی الکذبین ٥ (آل عمران ع۶)

بے شک عیسیٰؑ کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک (حضرت) آدم کی مثل ہے کہ انہیں (یعنی آدم کو) مٹی سے بنایا پھر کہا ہو جا، پس وہ ہو گیا۔ یہ بات تیرے رب کی طرف برحق ہے

تو (اے سننے والے) تو شک میں نہ پڑنا۔ اگر تمہارے پاس علم آجانے کے بعد بھی یہ (عیسائی) تم سے جھگڑا کریں تو فرمادیجئے کہ آؤ! ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو، ہم اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو، ہم اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو، پھر دعا کریں اور لعنت ڈالیں جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی۔

ان آیات کا خلاصۂ مطلب یہ کہ حضرت آدمؑ کا نہ باپ تھا، نہ ماں، اگر حضرت عیسیٰؑ کا باپ نہ ہو تو کیا عجب ہے۔ اگر عیسائی اس قدر سمجھانے پر بھی قائل نہ ہوں، تو ان سے فرماؤ کہ ایک صورت فیصلہ کی یہ بھی ہے اور یہ فیصلہ خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے، اس میں کسی کی رعایت نہیں ہوتی، خدائے لم یزل جھوٹے کو سزا دے دیتا ہے۔ ایسے کرو کہ تم اپنی آل واولاد کے ساتھ آجاؤ اور میں اپنی آل واولاد کے ساتھ آجاتا ہوں، پھر دعا کرتے ہیں اور جھوٹوں پر خدا تعالیٰ کی لعنت بھیجتے ہیں۔ جو جھوٹا ہوگا خدا تعالیٰ اسے ہلاک فرمادے گا (اہلِ اسلام اسے مباہلہ کہتے ہیں) چنانچہ عیسائی بولے ہمیں کل تک مہلت دیں۔ دوسرے روز حضور انور سرورِ عالم ﷺ نے حضرت امام حسین کو گودی میں اٹھایا، امام حسن کی انگلی پکڑی، حضرت فاطمہؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ حضور نبی کریم ﷺ کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ اس طرح یہ حضرات میدانِ مباہلہ میں پہنچے۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا۔ میں دعا کروں گا تم آمین کہنا۔ جب نصاریٰ کے اسقف نے ان حضرات کو دیکھا تو بولا اے گروہِ نصاریٰ میں وہ صورتیں دیکھتا ہوں کہ اگر وہ یہ دعا کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو یقیناً ان کی دعا سے ہٹ جائے گا اس لیے بہتر ہے کہ تم مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر قیامت تک کوئی عیسائی موجود نہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم تمہیں ان کی نبوت معلوم ہو چکی ہے اور وہ تمہارے صاحب (حضرت عیسیٰؑ) کے بارہ میں قولِ فیصل لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! جس قوم نے نبی پیغمبر سے مقابلہ کیا وہ ہلاک ہوگئی۔ عیسائی یہ سن کر ڈر گئے

اور مباہلہ سے انکار کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر مباہلہ نہیں کرتے تو ایمان لے آؤ۔ انہوں نے کہا آپ ہمیں ہمارے دین پر رہنے دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا پھر جنگ کر لو۔ انہوں نے عرض کیا کہ جنگ کی ہم میں طاقت نہیں البتہ ہم اس شرط پر صلح کرتے ہیں کہ ہر سال دو ہزار کپڑوں کے جوڑے، ہر جوڑا کم از کم چالیس درہم کا ہوگا۔ بطورِ جزیہ پیش کریں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے کہ کسی کو دولتِ ایمان عطا فرمائے جب یہ عیسائی نجران سے چلے تو ان کے اسقف (بڑے پادری) ابو حارثہ بن حلقمہ کا بھائی کرز بن حلقمہ بھی ساتھ تھا۔ اثنائے راہ میں ابو حارثہ کا اونٹ سر کے بل گرا تو کرز نے کہا۔ وہ سر کے بل گرے جو دور ہے، یعنی محمد ﷺ۔ ابو حارثہ نے کہا بلکہ تو گرے۔ کرز نے کہا۔ بھائی ایسا کیوں کہتے ہو؟ ابو حارثہ نے کہا۔ خدا تعالیٰ کی قسم محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور وہی ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے تھے۔ کرز نے کہا۔ پھر کس لیے تم ان کی پیروی نہیں کرتے؟ ابو حارثہ نے کہا۔ میں اپنی قوم کی مخالفت کرنا پسند نہیں کرتا، کیونکہ جو قدر و منزلت اب ہماری قوم میں ہے وہ جاتی رہے گی اور وہ مال و منال اور تحائف جو ہمیں ہماری قوم سے ملے ہیں چھین لیے جائیں گے اس بات سے کرز کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہوگئی۔ انہوں نے اپنے اونٹ کو تیز ہانکنا شروع کر دیا اور اپنے وفد پہنچنے سے پہلے ہی بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ ایک روایت میں تیس گھوڑے، تیس اونٹ، تیس زرہیں اور تیس نیزے بھی مذکور ہیں۔ (مدارج النبوۃ)۔ ان شرائط پر صلح ہوگئی، پھر ان کی خواہش پر حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح ؓ کو بطورِ قاضی (جج) ان کے ساتھ روانہ فرمایا۔ (زرقانی علی المواہب) کچھ مدت بعد سید اور عاقب واپس آئے اور مسلمان ہو گئے۔ (ابن سعد) حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو بندر اور خنزیر بنا دیئے جاتے اور یہ وادی ان پر آگ برساتی۔ تمام اہلِ

بخر ان کو تباہ و برباد کر دیا جاتا۔ حتیٰ کہ وہ جانور بھی ہلاک ہو جاتے جو درختوں پر ہوتے اور ایک سال نہ گزرتا کہ روئے زمین سے نصاریٰ ختم ہو جاتے۔ (مدارج النبوۃ ،مواہب ،ابن سعد) مذکورہ بالا واقعہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اہلِ کتاب جانتے تھے کہ یہ وہی رسولِ برحق ہیں کہ جن کا ذکر توراۃ وانجیل میں موجود ہے۔ اسی لیے انہوں نے یہ روش اختیار کی کیونکہ انسانوں کو تو دھوکا دیا جا سکتا ہے لیکن معاذ اللہ تعالیٰ خدا کریم کو تو دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ کیا معاندینِ اسلام عیسائی یہ بتا سکتے ہیں کہ اگر نصاریٰ کو یقین نہیں تھا تو انہوں نے مباہلہ سے فرار کیوں اختیار کیا۔

بدل رحمتاں دے ہر سو برس اٹھے بوہے فسق فجور دے بند ہو گئے

جہاں دلاں تے چھلتراں اٹھیاں سن نقشہ دیکھ حضور دا رِند ہو گئے

عجمی بول اٹھے کالے بنے گورے پتھر پڑھن کلمہ حبشی چند ہو گئے

چن وار یا گیا سردار اس توں ازلی کافراں دے کھٹے دند ہو گئے

☆☆☆☆☆☆☆☆

الصلوٰۃ والسلام علیک
باب ششم
میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر
مشہور محدثین کے
ارشادات

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:۔

ما ورد فی عقیقة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم عن نفسه بعد البعثت: قلت: وظهر لی تخریجه علی اصل اخر، وهو ما اخرجه البیهقی ،عن انس رضی اللّٰه عنه ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم عق عن نفسه بعد النبوة مع انه قدورد ان جده عبد المطلب عق عنه فی سابع ولا دته والعقیقة لا تعاد مرة ثانیة فیحمل ذالك علی ان الذی فعله النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اظهار للشکر علی ایجاد اللّٰه تعالیٰ اباء، رحمة للعالمین، و تشریفا لامته، کما کان یصلی علی نفسه لذلك فیستحب لنا ایضا الشکر بمولده باجتماع الاخوان، واطعام الطعام و نحو ذالك من وجوه القربات واظهار المسرات

(حسن المقصد فی عمل المولد:۶۴،۶۵)

ترجمہ:۔ بعثت کے بعد حضور ﷺ نے اپنا عقیقہ خود کیا، میں کہتا ہوں میرے لئے اس حدیث کی ایک اور اصل بھی ظاہر ہوئی ہے جسے امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ بعثت کے بعد حضور ﷺ نے اپنی طرف سے ایک عقیقہ خود کیا، اس کے ساتھ یہ روایت بھی ہے کہ حضور ﷺ کے جدامجد حضرت عبد المطلب نے آپ ﷺ کی ولادت کے ساتویں دن عقیقہ کیا، حالانکہ عقیقہ دوبارہ نہیں کیا جاتا، لہذا اس قول میں تطبیق یوں ہوگی کہ وہ فعل (عقیقہ) جسے حضور ﷺ نے خود کیا ہے یہ اللہ کی طرف سے آپ کی پیدائش اور آپ ﷺ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت للعالمین بنا کر مبعوث کرنے پر اظہار تشکر ہے اور آپ کی امت کے لئے باعث شرف ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے حضور ﷺ خود اپنی ذات پر درود وسلام بھیجا کرتے تے، لہذا ہمارے لئے یہ بھی مستحب ہے کہ ہم اظہار تشکر کے طور پر

حضور ﷺ کی ولادت پر مسلمانوں کا اجتماع عام منعقد کیا کریں۔ کھانا کھلائیں اور اس طرح کی دیگر تقریبات کا انعقاد کریں اور آپ کی ولادت پر خوشیوں کا اظہار کیا کریں۔

تو احمدی و مقام محمود تر است
تو آئینہ و جمال و معبود تر است
در بحر وجود عوض کردیم بسے
تو آن صدفی کہ در مقسود تر است

امام ابن حجر عسقلانی کی تحقیق:۔

وقد سئل شیخ الاسلام حافظ العصر ابو الفضل ابن حجر عن عمل المولد فاجاب بما نصه: قال: وقد ظهر لی تخریجها علی اصل ثابت، وهو ما ثبت فی الصحیحین من ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قدم المدینة فوجد الیهود یصومون یوم عاشوراء، فسالهم فقالوا هو یوم اغرق اللّٰه فیه فرعون، ونجی موسیٰ، فنحن نصومه شکرا لله تعالیٰ فیستفاده منه فعل الشکر اللّٰه تعالی علی مامن به فی یوم معین من اسداء نعمة، اودفع نقمة ویعاد ذالك فی نظیر ذلك الیوم من کل سنة والشکر لله تعالیٰ یحصل بانواع العبادات کالسجود والصیام والصدقة و التلاوة وای نعمة اعظم من النعمة بیروز هذا النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الذی هو نبی الرحمة فی ذالك الیوم

(حسن المقصد فی عمل المولد از امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

ترجمہ:۔ شیخ الاسلام حافظ العصر ابو الفضل ابن حجرؒ سے میلاد شریف کے عمل کے حوالے سے پوچھا گیا آپؒ نے اس کا جواب کچھ یوں دیا: مجھے میلاد شریف کے بارے میں اصل تخریج کا پتہ چلا جو صحیحین سے ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہود کو عاشورا کے دن روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ آپ نے ان سے پوچھا ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس پر وہ عرض کناں ہوئے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی۔ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر بجالانے کے لئے اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ کسی معین دن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی احسان وانعام کا عطا ہونے یا کسی مصیبت کے ٹل جانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا چاہئے اور ہر سال اس دن کی یاد تازہ کرنا بھی مناسب تر ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر نماز و سجدہ، روزہ، صدقہ، اور تلاوت قرآن اور دیگر عبادات کے ذریعہ بجالایا جاسکتا ہے اور حضور ﷺ کی ولادت سے بڑھ کر اللہ کی نعمتوں میں سے کون سی نعمت ہے؟ اس لئے اس دن ضرور سجدہ بجالانا چاہئے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ اشعار میں سے چند یہ ہیں۔

نبی خص بالتقدیم قدما
وآدم بعد فی طین وماء
کریم بالحیا من راحتیہ
یجود وفی المحیا بالحیاء
نبی اللہ یا خیر البرایا
بجاھك اتقی فصل القضاء

فـان احـزن فيـمـدحك لي سروری
وان قـنـط فـحـمدك لي رجائی
عـليك سـلام رب الـنـاس يتـلـو
صلاة في الـصـبـاح وفی السـمـاء

وہ پیغمبر جو مقدم ہونے کی حیثیت سے سب سے ممتاز ہیں اور آپ کو اس وقت نبی بنایا گیا جب آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔

وہ ایسے سخی ہیں کہ آپ کے دونوں ہاتھوں سے بخشش اور عطا کا مینہ برس رہا ہے اور چہرہ انور پر حیاء اور شرم نمایاں رہتی ہے۔

اے رسول خدا ﷺ اے سب سے برگزیدہ انسان آپ کے طفیل میں اللہ سے حشر کے دن کی رسوائی سے پناہ مانگتا ہوں۔

اگر میں غمگین ہوتا ہوں تو آپ کی مدح سامان مسرت باہم پہنچاتی ہے اور اگر کبھی مایوسی چھاتی ہے تو آپ کی مدح سے آسرا ملتا ہے۔

تمام انسانوں کے مالک اور رب کا آپ پر سلام ہو اور سلام کے بعد درود ہو اور یہ سلسلہ صبح و شام جاری رہے۔ (نقوش رسول نمبر صفحہ 216)

امام شمس الدین الجزری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:۔

اما القرّاء الحافظ شمس الدين الجزری قال فی كتابه المسمى "عرف التعريف با لمولد الشريف" ما نصه وقد روى ابو لهب بعد موته فی النوم فقيل له :ماحالك؟ فقال : فی النار انه يخفف عنی كل ليلة اثنين وامص من بين اصبعی ماء بقدر هذا! واشار براس اصبعه۔ وان ذالك

بعثا فی لثویبة عند ما بشرتنی بولادة النبی صلی اللہ علیه وسلم وبارضاعها له فاذا کان ابو لهب الکافر الذی نزل القرآن بذمه جوزی فی النار بفرحة لیلة مولد النبی صلی اللہ علیه وسلم به فما حال المسلم الموحد من امة النبی صلی اللہ علیه وسلم یسر بمولده و یبذل ماتصل الیه قدرته فی محبته صلی اللہ علیه وسلم لعمری انما یکون جزاوه من اللہ الکریم ،ان یدخله بفضله جنات النعیم

(حسن المقصد فی عمل المولد. ۶۵:۶۶)

ترجمہ:۔ امام القراء امام شمس الدین الجزری کی کتاب ''عرف التعریف بالمولد الشریف'' میں یہ عبارت ہے ابولہب کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا گیا اس سے پوچھا گیا اب تیرا کیا حال ہے؟ کہنے لگا آگ میں جل رہا ہوں۔ تاہم ہر پیر کے دن میرے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔ انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا کہ (ہر پیر کو) میری ان دو انگلیوں کے درمیان سے پانی کا (چشمہ) نکلتا ہے جسے میں پی لیتا ہوں۔ اور یہ تخفیف عذاب میرے لئے اس وجہ سے ہے کہ میں نے ثویبہ کو آزاد کیا تھا جب اس نے مجھے محمد ﷺ کی ولادت کی خوش خبری دی اور اس نے آپ کو دودھ بھی پلایا تھا۔ جب ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے جس کے بارے میں قرآن مجید میں مذمت نازل ہوئی کہ باوجود اس کے حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی میں پیر کی رات اس کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے تو پھر اس موحد (توحید پرست) امتی کا کیا حال ہوگا جو آپ ﷺ کے میلاد پر خوشی و مسرت کا اظہار کرے اور حسب استعداد آپ ﷺ کی محبت کی وجہ سے خرچ کرے۔ مجھے اپنی عمر کی قسم بے شک اس کی جزا رب کریم ضرور دے گا اور اپنے فضل و کرم سے اسے جنت کی نعمتوں میں داخل کرے گا۔

المنتہ للہ کہ محمد نور است
وز نور محمد یدلم مسرور است
فردا بھزار سالہ راہ امت
از شعلہء آتش جھنم دور است

امام جزری تو ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک کافر و منکر جس کی مذمت میں قرآن مجید میں پوری سورۃ نازل ہوئی ہے اسے میلاد کی خوشی منانے پر اس کے مرنے سے لیکر اب تک اور اب سے لیکر قیامت تک تخفیف عذاب کی شرینی مل رہی ہے مگر آج کا ملاں یہ کہتا ہے کہ میلاد نبی ﷺ منانا اس پر خوشی کرنا اور شرینی تقسیم کرنا شرک و بدعت ہے تو ایسے لوگوں کی عقل و علم پر ماتم ہی کیا جا سکتا ہے کیونکہ

جن کی آنکھوں میں نہیں نور رسالت کی چمک
ڈوب جائے گی اندھیروں میں بصارت ان کی
جن کے سینے میں نہیں حب رسول عربی
ان کے کام آئے گی کس طرح عبادت ان کی
اپنے اعمال تو ایسے ہیں کہ اللہ اللہ
ہم جو زندہ ہیں تو ہے یہ بھی عنایت ان کی

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:۔

استمر (اھل الاسلام) بعد القرون اثلاثة التی شھد المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم بخیر تھا فھو بدعته وفی انھا حسنة قال السیوطی وھو مقتضی کلام ابن الحاج فی

مدخله فانه انما ذم ما احتوى عليه من المحرمات مع تصريحه قبل بانه ينبغي تخصيص هذا الشهر بزيادة فعل البر وكثرة الصدقات والخيرات و غير ذالك من وجوه القربات وهذا هو عمل المولد مستحسن والحافظ ابی الخطاب بن دحية والف فی ذالك التنوير فی مولد البشير النذير فاجازه الملك المظفر صاحب اربل بالف دينار واختاره ابو الطيب السبتی نزيل قوص وهولاء بن رجلة الملكية او مذمومة و عليه التاج الفاكهانی وتكفل السيوطی لرد ما استندعليه حرفا حرفا والا ول اظهر لما اشتمل عليه من الخير الكثير(يحتفلون) يهتمون(بشهر مولده عليه الصلوٰة والسلام و يعملون الولائم و يتصدقون فی لياليه بانواع الصدقات وو يظهر ون السرور) به (يزيدون فی المبرات و يعتنون بقراة) قصة (مولده الكريم و يظهر عليهم من بركاته كل فضل ءميم) (شرح المواہب للزرقانی ۱:۱۳۹)

ترجمہ:۔ اہل اسلام ان ابتدائی تین ادوار (جن کو نبی کریم ﷺ نے خیر القر ن فرمایا ہے) کے بعد سے ہمیشہ ماہ میلاد النبی ﷺ میں محافل میلاد منعقد کرتے چلے آ ہے ہیں ،یہ عمل (اگر چہ) بدعت ہے مگر "بدعت حسنہ" ہے (جیسا کہ) امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اور مدخل میں ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے بھی یہی مراد ہے اگر چہ انہوں نے ان محافل میں درآنے والی ممنوعات (محرمات) کی مذمت کی ہے لیکن اس سے پہلے تصریح فرمادی ہے کہ اس ماہ مبارک کو اعمال صالحہ اور صدقہ وخیرات کی کثرت اور دیگر اچھے کاموں کے لئے خاص کر دینا چاہے۔میلاد منانے کا یہی طریقہ پسندیدہ ہے۔

خطاب بن دحیہ کا بھی یہی موقف ہے۔ جنہوں نے اس پر موضوع پر ایک مستقل کتاب (التنویر فی المولد البشیر والنذیر) تالیف فرمائی جس پر بادشاہ مظفر شاہ ''اربل'' نے انہیں ایک ہزار دینار (بطور انعام) پیش کیا اور یہی رائے ''ابوطیب سبتی'' کی ہے جو قوص کے رہنے والے تھے۔ یہ تمام علماء جلیل القدر مالکی ائمہ میں سے ہیں۔ یا پھر یہ عمل (مذکور) بدعت مذمومہ جیسا کہ ''التاج الفاکہانی'' کی رائے ہے۔ امام سیوطی نے ان کی طرف منسوب عبارات کا حرف بحرف رد فرمایا ہے (بہر حال) پہلا قول ہی زیادہ راجح اور واضح تر ہے بایں وجہ یہ اپنے دامن میں خیر کثیر رکھتا ہے لوگ (آج بھی) ماہ میلاد النبی ﷺ میں اجتماعات کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں اور اس کی راتوں میں طرح طرح کے صدقات وخیرات دیتے ہیں اور خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ نیکیاں کثرت سے کرتے ہیں اور مولود شریف کے واقعات پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں جس کے نتیجے میں اس کی خصوصی برکات اور بے پناہ فضل وکرم ان پر ظاہر ہوتا ہے۔

کوئی بدبخت ہی محروم رہ جائے تو رہ جائے
دو عالم کر رہے ہیں مدحت سرکار دو عالم
اسے پھر جنت الفردوس کی چاہت نہیں رہتی
عطا ہو جائے جس کو قربت سرکار دو عالم
کلام حق صدائے کن فکاں تقدیس انسانی
غرض سب ہیں نشان عظمت سرکار دو عالم

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق:۔

وانما حدث بعدھا بالمقاصد الحسنة والنیة التی

للاخلاص شامله ثم لازال اهل الاسلام فی سائر الاقطار والمدن العظام یحتفلون فی شهر مولده صلی اللہ علیه وسلم و شرف وکرم بعمل الولائم البدیعة والمطاعم المشتملة علی الامور البهیة و البدیعة و ایتصدقون فی لیالیه بانواع الصدقات ، ویظهرون المسرات و یزیدون فی لمبرات، بل یعتنون بقرابة مولده الکریم ، ویظهر علیهم من برکاته کل فضل عظیم عمیم ،بحیث کان مما جرب کما قال الامام شمس الدین بن الجزری المقری انه امان تام فی ذالك العام و بشری تعجل بنیل ما ینبغی و یرام

(المورد الروی فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ :۱۳ از ملا علی قاری)

ترجمہ:۔ (محفل میلاد النبی ﷺ قرون ثلاثہ فاضلہ کے بعد صرف نیک مقاصد کے لئے شروع ہوئی اور جہاں تک اس کے انعقاد میں نیت کا تعلق ہے تو وہ اخلاص پر مبنی تھی۔ پھر ہمیشہ سے جملہ اہل اسلام تمام ممالک اور بڑے بڑے شہروں میں آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے مہینے میں محافل میلاد منعقد کرتے چلے آرہے ہیں اور اس کے معیار اور عزت وشرف کو عمدہ ضیافتوں اور خوبصورت طعام گاہوں (دستر خوانوں) کے ذریعے برقرار رکھا اور اب بھی ماہ میلاد کی راتوں میں طرح طرح کے صدقات وخیرات دیتے ہیں اور خوشیوں کا اظہار کرتے ہیں بلکہ جونہی ماہ میلاد النبی ﷺ قریب آتا ہے خصوصی اہتمام شروع کر دیتے ہیں اور نتیجۃً اس ماہ مقدس کی برکات اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے فضل عظیم کی صورت میں ان پر ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ بات تجرباتی عمل سے ثابت ہے جیسا کہ امام شمس الدین بن الجزری المقری نے بیان کیا ہے کہ ماہ میلاد کے اس سال مکمل طور پر حفظ وامان اور سلامتی رہتی ہے اور تمنائیں پوری ہونے کی بشارت بہت جلد ملتی ہے۔

کرم کے بادل برس رہے ہیں دلوں کی کھیتی ہری بھری ہے
یہ کون آیا کہ ذکر جس کا نگر نگر ہے گلی گلی ہے
دیئے دلوں کے جلائے رکھنا نبی کی محفل سجائے رکھنا
جو راحت دل سکون جاں ہے وہ ذکرِ ذکرِ محمدی ہے
میں اپنی قسمت پہ کیوں نہ جھوموں میں کیوں نہ ولیوں کے در کو چوموں
میں نام لیوا ہوں مصطفیٰ کا خدا کے بندوں سے دوستی ہے

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی حتمی رائے:۔

فی قولہ تعالیٰ "لقد جاء کم رسول" اشعار بذالك ایماء الی تعظیم وقت مجئیه الی هنالك' قال وعلی هذا فینبغی ان یقتصر فیه علی مایفهم الشکر للّٰه تعالیٰ من نحو ماذکر واماما یتبعه من السماع واللهو غیرهما فینبغی ان یقال ماکان من ذالك مباحا بحیث یعین علی السرور بذالك الیوم فلاباس بالحاقه، وما کان حراما اومکروها فیمنع، وکذاما کان قیه خلاف ،بل نحسن فی ایام الشهر کلها ولیالیه یعنی کما جاء عن ابن جماعه تمتیه فقد اتصل بنا ان الزاهد القدرة المعمر ابا اسحاق ابراهیم بن عبد الرحیم بن ابراهیم بن جماعه لما کان بالمدینة النبویه علی ساکنها افضل الصلوٰة واکمل التحیة کان یعمل طعاما فی المولد النبوی' ویطعم الناس و یقول لو تمکنت عملت بطول اشهر کل یوم مولدا قلت وانا لما عجزت عن الضیافة

الصورية كتبت هذه الاوراق لتصير ضيافة معنوية نورية مستمرة على صفحات الدهر غير مختصة بالسنة والشهر وسميته بالمورد الروى فى مولد النبى (المورد الروی فی مولد النبی :۱۷)

قرآن مجید کی آیت مبارکہ "لقد جاء کم رسول" میں اس امر (یعنی میلاد مصطفیٰ ﷺ) کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور حضور ﷺ کے وقت ولادت کی تعظیم و تکریم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے فرمایا بنا بریں اس روز وہی اعمال بجالانے چاہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے شکر کی ادائیگی کا مفہوم پایا جائے (جیسا کہ اوپر مذکور ہے) جہاں تک سماع اور لہو وغیرہ کا تعلق ہے تو یہ کہنا مناسب ہے کہ جو قوالی (سماع) اصل میں جائز ہے اور اس دن کی خوشی کے اظہار میں مددگار ہے تو اس کو اس سے ملانے میں حرج نہیں اور جو مکروہ و حرام ہے وہ منع ہے۔ یونہی جس کے جائز و ناجائز ہونے میں اختلاف ہو، بلکہ ہم تو اس مہینے کی تمام راتوں اور دنوں میں محفل میلاد کے انعقاد کو اچھا سمجھتے ہیں، اس بارے میں مصر و شام کے بہت بڑے قاضی "ابن جماعہ" کی تائید اس عمل کے بارے میں یوں ملتی ہے کہ جب وہ مدینہ منورہ میں تھے تو حضور ﷺ کے میلاد کا کھانا تیار کراتے، لوگوں کو کھلاتے اور فرماتے اگر مجھے اس سے زیادہ استطاعت ہو تو میں پورا مہینہ ہر روز یونہی مولود شریف کی محفل منعقد کرتا رہوں۔ میں (ملا علی قاری) کہتا ہوں جب میں خود ایسی ضیافت کا اہتمام نہ کر سکا تو یہ اوراق لکھنے بیٹھ گیا تا کہ یہ ایسی معنوی، نوری ضیافت ہو جائے جو صحیفہ کائنات پر رہتی دنیا تک باقی رہے، کسی سال مہینے سے مختص نہ ہو اور اس لئے میں نے اس کتاب کا نام "المورد الروی فی مولد النبی ﷺ" رکھا ہے۔

امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں

عن وصفيك الشعراء يا مدثر

عجزوا وكلوا من صفات علاك

بك لى قليب مغرم يا سيدى
وحشاشة محشوة بهواك

اے کملی والے آپ کے اوصاف جمیلہ بیان کرنے سے بڑے بڑے شعراء قاصر رہ گئے آپ کے اوصاف عالیہ کے سامنے زبانیں بند ہو جاتی ہیں

میری سرکار میرا حقیر دل آپ ہی کا شیدا ہے اور میرے اندر تو صرف آپ ہی کی محبت بھری ہوئی ہے

ایک اور شاعر نے اسے اسطرح بیان کیا ہے

کب میرے نطق میں طاقت کہ کرے تیری ثناء
کیسے ممکن ہے کہ ہو حق تیری مدحت کا ادا
تیرے عرفان میں حائل ہے میری بے بصری
مرتبہ تیرا میرے فکر ونظر سے بالا
کہکشاں مانند تیری خاک کف پا کے حضور
نیرو ماہ تیری ضو سے کریں کسب ضیا

امام کمال الدین الافودی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

قال الکمال الافودی فی الطالع السعید حکی لنا صاحبا العد ناصر الدین محمود بن العماد ان ابا الطیب محمد بن ابراهیم السبتی المالکی نزیل قوص' احمد العلماء العاملین ، کان یجوز بالمکتب فی الیوم الذی ولد فیه النبی صلی الله علیه وسلم فیقول : بافقیه هذا یوم

سرور، اصرف الصبیان، فیصرفنا وھذا منه دلیل علی تقریره وعدم انکاره، وھذا الرجل کان فقیھا مالکیا متفننا فی علوم، متورعا، اخذ عنه ابو حیان و غیره مات سنة خمس و تسعین و ستمائة
(حسن المقصد فی عمل المولد: ۶۶، ۶۷)

امام کمال الدین الافودی اپنی کتاب ''الطالع السعید'' میں لکھتے ہیں کہ ہمارے ایک مہربان دوست ناصر الدین محمو بن العماد حکایت کرتے ہیں کہ بے شک ابوطیب محمد بن ابراہیم السبتی المالکی قوص کے رہنے والے تھے۔ اور صاحب عمل علماء میں سے تھے۔ اپنے دارالعلوم میں حضور ﷺ کی ولادت کے دن محفل منعقد کرتے اور مدرسے میں چھٹی کرتے، استاذ سے کہتے: اے فقیہ آج خوشی ومسرت کا دن ہے، بچوں کو چھوڑ دو، پس ہمیں چھوڑ دیا جاتا۔ ان کا یہ عمل ان کے نزدیک میلاد کے اثبات اور اس کے جائز ہونے پر دلیل وتائید ہے

قلیل لمدح المصطفیٰ الخطباء لذھب
علی ورق من قط احسن من کتب
وان تنھض الاشراف عند سماعه
قیاما صفوفا او جثیا علیٰ رکب

ترجمہ:۔ اگر ایک نہایت اعلیٰ درجہ کے خوش نویس نہایت عمدہ خط میں آب زر کے ساتھ چاندی کی تختی پر آپ ﷺ کی مدح لکھے تو یہ بھی تھوڑی ہے اور آپ ﷺ کی شان پاک کی نسبت یہ امر بھی بہت قلیل ہے کہ شریف لوگ اور ارباب حسب ونسب جب آپ کی ذات کا ذکر کریں تو فوراً صف بستہ ہو کر یا زانوؤں کے بل آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جائیں۔

یہ شخصیت (محمد بن ابراہیم) مالکیوں کے بہت بڑے فقیہ اور ماہر فن ہو گزرے ہیں جو بڑے زہد وروع کے مالک تھے۔ علامہ ابوحیان اور دیگر علماء نے ان سے ہی اکتساب فیض کیا۔ آپ نے ۶۹۵ھ میں وفات پائی۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مشاہدہ:

وکنت قبل ذالك بمكة المعظمة فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم ولادته والناس یصلون علی النبی صلی اللہ علیه وسلم ویذکرون ارهاصاته التی ظهرت فی ولادته ومشاهده قبل بعثته فرایت انوار ا سطعت دفعته واحدة لا اقول انی ادرکتها ببصر الجسد ولااقول ادرکتها ببصر الروح فقط واللہ اعلم کیف کان الامر بین هذا وذالك فتاملت تلك الانوار فوجدتها من قبل الملائکة الموکلین بامثال هذالمشاهد و باسئال هذه المجالس ورایت یخالطه انور الملائکة انوار الرحمة (فیوض الحرمین: ۸۰،۸۱)

اس سے پہلے مکہ مکرمہ میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے دن میں ایک ایسی میلاد کی محفل میں شریک ہوا جس میں لوگ آپ کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ درود وسلام عرض کرر ہے تھے اور وہ واقعات بیان کر رہے تھے جو آپ کی ولادت کے موقعہ پر ظاہر ہوئے اور جن کا مشاہدہ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہوا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ اس محفل پر انوار وتجلیات کی برسات شروع ہوگئی میں نہیں کہتا کہ میں نے یہ منظر صرف جسم کی آنکھ سے دیکھا تھا نہ یہ کہتا ہوں کہ فقط روحانی نظر سے دیکھا تھا، بہر حال جو بھی ہو میں نے غور وخوض کیا تو مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ انوار ان ملائکہ کی وجہ سے ہیں جو ایسی مجالس میں شرکت پر مامور کئے ہوتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ کے ساتھ ساتھ رحمت باری تعالیٰ کا نزول بھی ہو رہا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نعت مصطفیٰ ﷺ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

واحسن خلق اللہ خلقا وخلقة

وانفعهم للناس عند النوائب

واجود خلق الله صدرا و نائلا

وابسطهم كفا على كل طالب

وقد فاح طيبا كف من مس كفه

وما حل راسا جس شيب الذوائب

وسماه رب الخلق اسماء مدحة

تبين ما اعطى له من مناقب

بندگان خدا میں حسن صورت اور حسن سیرت دونوں اعتبار سے کامل تیرن فرد اور مصائب کے وقت لوگوں کے لئے سب سے زیادہ کار آمد اور نفع بخش

خلق خدا میں سب سے زیادہ سخی دل کے بڑے اور ہر مانگنے والے کے لئے آپ کا ہاتھ کھلا ہوا اور بخشش پر تلا ہوا ہے

جس نے بھی آپ کے دست مبارک کو چھوا وہ خوشبو سے مہک اٹھا جس سر پر بھی آپ نے دست شفقت پھیرا وہ کبھی سفید نہیں ہوا

خدا تعالیٰ نے آپ کو مدح اور ثناء کے محبت بھرے ناموں سے پکارا جس سے آپ کے اوصاف حمیدہ اور مناقب جلیلہ کا اظہار ہوا (نقوش رسول نمبر صفحہ 274)

حضرت امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

لا زال اهل الحرمين الشريفين والمصر واليمن والشام وسائر بلاد العرب من المشرق والمغرب يحتفلون بمجلس مولد النبي صلى الله عليه وسلم ويفرحون بقدوم

هلال شهر ربيع الاول ويهتمون اهتماما بليغا على السماع والقراءة لمولد النبى صلى الله عليه وسلم وينالون بذالك اجرا جزيلا وفوزا عظيما (المولد النبوی: ۵۸)

ہمیشہ مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، مصر، شام، یمن غرض شرق سے غرب تک تمام بلاد عرب کے باشندے میلاد النبی ﷺ کی محفلیں منعقد کرتے آئے ہیں۔ جب ربیع الاول کا چاند دیکھتے ہیں تو ان کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی۔ چنانچہ ذکر میلاد پڑھنے اور سننے کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں اور بے پناہ اجر و کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

امام ابن تیمیہ کی رائے

وكذالك مايحدثه بعض الناس اما مضاهاة للنصارى فى ميلاد عيسىٰ عليه السلام واما محبة للنبى صلى الله عليه وسلم وتعظيما له والله قد يثيبهم على هذه المحبة ولا جتهاد (اقتضاء الصراط المستقیم: ۲۹۴)

عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا دن مناتے ہیں۔ اس طرح ان کی دیکھا دیکھی یا حضور ﷺ کی محبت و تعظیم کے باعث بعض لوگ ولادت باسعادت کا دن مناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس پیار و محبت اور اہتمام و کوشش پر جزا دینے والا ہے۔

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

فتعظيم المولد والتخاذه موسما قد يفعله بعض الناس ويكون له فيه اجر عظيم لحسن قصده و تعظيمه لرسول الله صلى الله عليه وسلم (اقتضاء الصراط المستقیم: ۲۹۷)

چنانچہ اس دن کو اہتمام سے منانا اور اس کی تعظیم کرنا، حسن نیت اور حضور ﷺ کی

محبت کی وجہ سے اجر عظیم کا باعث ہو سکتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے والد گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔

کنت اصنع فی ایام المولد طعاما صله بالنبی صلی اللّٰه علیه وسلم فلم یفتح لی سنة من السنین شی اصنع به طعاما فلم اجد الا حمصا مقلیا فقسمةه بین الناس فرائیته صلی اللّٰه علیه وسلم وبین یدیه هذه الحمص متبهجا بشاشا

(الدر الثمین: ۴۰)

میں ہر سال حضور علیہ السلام کے میلاد کے موقع پر کھانے کا اہتمام کرتا تھا، لیکن ایک سال (بوجہ عسرت) کھانے کا اہتمام نہ کر سکا، مگر میں نے کچھ بھنے ہوئے چنے لے کر میلاد کی خوشی میں لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور علیہ السلام کے سامنے وہی چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ خوش وخرم تشریف فرما ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں

فلست اریٰ الا الحبیب محمدا
رسول اله الخلق جسم المناقب
ومعتصم المکروب فی کل غمرة
ومنتجع الغفران من کل تائب
ملاذ عباد اللّٰه ملجا خوفهم
اذا جآء یوم فیه شیب الذوائب

ترجمہ:۔ میں بجز محمد ﷺ کے کسی اور کو محبوب نہیں پاتا وہ خداوند مخلوقات کے رسول ہیں اور تمام مناقب کے جامع

ہر مصیب میں مصیبت زدوں کا سہارا ہیں اور ہر توبہ کرنے والے کی مغفرت چاہنے والے ہیں۔

خدا کے بندوں کے ماویٰ ہیں اور خوف وہراس میں ان کے ملجا ہیں اس دن جب ہر جوانی پر بڑھاپا آجائے گا۔

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

لا زال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده عليه السلام و يعملون الولائم ويتصدقون فى لياليه انواع الصدقات ويظهرون السرور ويزودن فى المبرات ويعتنون بقراة مولده الكريم ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عظيم ومما جرب من خواصه انه امان فى ذالك العام وبشرى عاجله سيل البغية والمرام فصح الله امراتخذ ليالى شهر مولده المبارك اعياد ا ليكون اشد علة على من فى قلبه مرض (المواہب الدنیہ ا:۲۷)

ہمیشہ سے اہل اسلام حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے مہینے میں محافل میلاد کا اہتمام کرتے آئے ہیں۔ کھانا کھلاتے ہیں اور ربیع الاول کی راتوں میں صدقات و خیرات کی تمام ممکنہ صورتیں بروئے کار لاتے ہیں۔ اظہار مسرت اور نیکیوں میں کثرت کرتے ہیں۔ میلاد شریف کے چرچے کئے جاتے ہیں۔ ہر مسلمان میلاد شریف کی برکات سے بہر طور فیض یاب ہوتا ہے۔ میلاد النبی ﷺ کی مجرب چیزوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس سال میلاد منایا جائے وہ سال امن سے گزرتا ہے، نیز (یہ عمل) نیک مقاصد اور دلی خواہشات کی فوری تکمیل میں بشارت ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے ماہ

میلادالنبی کی راتوں کو (بھی) بطور عید منا کر اس کی شدت مرض میں اضافہ کیا جس کے دل میں (بغض رسالتمآب کے سبب پہلے ہی خطرناک) بیماری ہے۔

برصغیر پاک و ہند کے مشہور شاعر ولی گجراتی المتوفی ۱۷۰۷ نے اسے یوں بیان کیا ہے۔

عشق میں لازم ہے اول ذات کوں فانی کرے
ہو فنا فی اللہ دائم یاد یزدانی کرے

یا محمد دوجہاں کی عید ہے تجھ ذات سوں
خلق کوں لازم ہے جی کوں تجھ پہ قربانی کرے

کیا ملک کیا انس و جن یہ جگ میں ہے کس کو سکت
خط بنا تجھ مکھ کے جو تفسیر قرآنی کرے

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں۔ تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں۔ جب صورت جواز کی موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے۔ البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیئے۔ اگر احتمام تشریف آوری کا کیا جائے تو مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان و مکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے۔ پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں۔ (شمائم امدادیہ:۹۴)

آپ آگے چل کر لکھتے ہیں۔

مولد شریف تمام اہل حرمین کرتے ہیں اس قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہو سکتا ہے۔ البتہ جو زیادتیاں لوگوں نے اختراع کی ہیں نہ چاہیں۔ (شمائم امدادیہ:۸۷، ۸۸)

مشہور کتابچہ ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' میں فرماتے ہیں

فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہے، بلکہ برکات کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف اور لذت پاتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ۹)

علماء دیوبند کا عقیدہ

حاشا ہم تو کیا کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت شریفہ کا بلکہ آپ کے جوتوں کے غبار اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح اور بدعت سیئہ یا حرام کہے۔ وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ ﷺ کی ذات سے ذرا بھی علاقہ ہے ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے، خواہ ذکر ولادت شریف ہو یا آپ کے بول و براز، نشست و برخاست اور بیداری و خواب کا تذکرہ ہو جیسا کہ ہمارے رسالہ براہین قاطعہ میں متعدد جگہ باصراحت مذکور ہے۔

(عقائد علماء دیوبند صفحہ ۱۵ بحوالہ سرور العبادفی بیان المیلاد صفحہ نمبر ۱۲۴)

ہر زباں پر انہیں کے ترانے ☆ مدح خواں ان کے سارے زمانے

سب دلوں میں ہے مسکن انہیں کا ☆ ہر نظر میں سمائے ہوئے ہیں

حسن محبوب پہ جان و دل سے ☆ نوری ناری وخاکی فدا ہیں

آپ کے صدقے ہی ماہ وکنعاں ☆ حسن کی داد پائے ہوئے ہیں

جن کی محفل دلوں میں سجی ہے ☆ خود وہ تشریف لائے ہوئے ہیں

دے رہا ہے موسم گواہی ☆ مصطفیٰ آج آئے ہوئے ہیں

مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

''جو لوگ میلاد کی محفل کو بدعت مذمومہ کہتے ہیں خلاف شرع کہتے ہیں'' آپ

دن اور تاریخ کے تعین کے بارے میں لکھتے ہیں"

جس زمانے میں بطرز مندوب محفل میلاد کی جائے باعث ثواب ہے اور حرمین، بصرہ، شام، یمن اور دوسرے ممالک کے لوگ بھی ربیع الاول کا چاند دیکھ کر خوشی اور محفل میلاد اور کار خیر کرتے ہیں اور قرات اور سماعت میلاد میں اہتمام کرتے ہیں اور ربیع الاول کے علاوہ دوسرے مہینوں میں بھی ان ممالک میں میلاد کی محفلیں ہوتی ہیں اور یہ اعتقاد نہیں کرنا چاہئے کہ ربیع الاول میں میلاد شریف کیا جائے گا تو ثواب ملے گا ورنہ نہیں۔

(فتاویٰ عبدالحی: ۲:۲۸۳)

مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

میلاد خوانی بشرطیکہ صحیح روایات کے ساتھ ہو اور بارہویں شریف میں جلوس نکالنا بشرطیکہ اس میں کسی فعل ممنوع کا ارتکاب نہ ہو یہ دونوں جائز ہیں۔ ان کو ناجائز کہنے کے لئے دلیل شرعی ہونی چاہیے۔ مانعین کے پاس اس کی ممانعت کی کیا دلیل ہے؟ یہ کہنا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نہ کبھی اس طور سے میلاد خوانی کی نہ جلوس نکالا ممانعت کی دلیل نہیں بن سکتی کہ کسی جائز امر کو کسی کا نہ کرنا اس کو ناجائز نہیں کر سکتا۔ (فتاویٰ مظہری: ۴۳۵،۴۳۶)

میلاد مصطفیٰ ﷺ اور علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی اپیل

1929ء اور 1930ء میں حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے سجادہ نشین صاحبان، علماء کرام، مشاہیر قوم اور سیاسی اکابرین کے ساتھ مل کر میلاد شریف کو منانے کے لیے اخبارات میں مندرجہ ذیل اپیل شائع کی۔

"اتحاد اسلام کی تقویت، حضور سرور کائنات ﷺ کے احترام و اجلال، حضور کی سیرت پاک کی اشاعت اور ملک میں بانیان مذاہب، کا صحیح احترام قائم کرنے کے لئے ۱۲ ربیع الاول کو ہندوستان کے طول و عرض میں ایسے عظیم ترین تبلیغی جلسوں اور مظاہروں کا انتظام کیا جائے، جو حضور سید المرسلین ﷺ کی عظمت قدر کے شایان شان ہوں اور جنہیں

دنیا محسوس کر سکے۔ اس دن ہر ایک آبادی میں علم اسلام بلند کیا جائے اور تمام فرزندان اسلام بلا داستثناء اس علم کے نیچے جمع ہو کر خداوند پاک سے عہد کریں کہ وہ ہر قدم پر رسول اللہ ﷺ کا نقش قدم تلاش کریں گے۔ ان ہی کی محبت میں زندہ رہیں گے اور ان ہی کی اطاعت میں جان دیں گے۔ انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل نے قوم کی اس متحدہ آواز پر لبیک کہتے ہوئے فیصلہ کیا ہے کہ یوم ولادت سرور کائنات ﷺ کو اسلامیہ کالج کے وسیع میدان میں ایک عظیم الشان جلسہ کر کے لاہور میں اسوۂ رسول روحی فداہ کی اشاعت کرے اور اس شان سے حضور ﷺ کے احترام واجلال کا علم بلند کرے کہ ۱۲ ربیع الاول کے دن لاہور کا ایک ایک گوشہ **"ورفعنالك ذكرك"** کی تصویر بن جائے۔ مسلمانان لاہور میں ہزار ہا اختلافات موجود ہوں۔ لیکن حضور سید دو عالم ﷺ کے عشق واحترام کے بارے میں کوئی اختلاف موجود نہیں ہے۔ اس واسطے انجمن حمایت اسلام بلا لحاظ اختلاف تمام برادران اسلام سے اپیل کرتی ہے کہ وہ انجمن کے ساتھ مل کر حضور ﷺ کے پاک نام اور مبارک کام کو دنیا میں بلند رکھنے کے لئے ایسی گرم جوشی اور عزم وہمت کے ساتھ کام کریں کہ ۱۲ ربیع الاول کے دن ایک خدا کے ماننے والے اور ایک نبی کے نام لیوا **"المسلمونك رجل واحد"** کی تصویر بن جائیں"۔

اس اپیل پر حضرت علامہ کے علاوہ جن اکابرین ملت نے دستخط کئے ان میں سے چند اہم نام یہ ہیں۔

(۱) اعلیٰ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑہ شریف (۲) سید غلام بھیک نیرنگ انبالہ (۳) مولانا غلام مرشد لاہور (۴) مولانا شوکت علی بمبئی (۵) مولانا حسرت موہانی (۶) مولانا قطب الدین عبد الوالی لکھنؤ (۷) دیوان سید محمد پاک پتن شریف (۸) مولانا قمر الدین سیالوی سیال شریف (۹) مولانا فاخر الہٰ آباد (۱۰) مولانا سید حبیب مدیر "سیاست" (۱۱) پیر سید فضل شاہ، جلالپور شریف (۱۲) مولانا علی الحاطری لاہور (۱۳) اور مولانا محمد شفیع

داؤدی بہار وغیرہ ہم۔

(اقبال ریویو جولائی ۱۹۷۸ء۔ میلاد پاک اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۱۶۔۱۷)

شیخ محمد بن علوی المالکی کی رائے

ان الاحتفال بالمولد النبوی الشریف تعبیر عن الرح والسرور بالمصطفی صلی اللہ علیہ وسلم وقد انتفع بہ فقد جاء فی البخاری انہ یخفف عن ابی لہب کل یوم الاثنین بسبب عتقہ لثویبہ جاریتہ لما بشرتہ بولادہ المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

(حول الاحتفال بذکر المولد النبوی الشریف از السید محمد بن علوی بن عباس المالکی الحسینی)

بے شک میلاد النبی کی محفل حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی ومسرت سے عبارت ہے اور اس اظہار خوشی پر تو کافر نے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ سوموار کے روز اس لئے ابولہب کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے کہ اس نے اپنی لونڈی ثویبہ کو حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت کی خوشخبری دینے کی بناء پر (اظہار مسرت کی وجہ سے) آزاد کر دیا تھا۔

شب ولادت میں سب مسلمان نہ کیوں کریں جان و مال قربان
ابو لہب جیسے سخت کافر خوشی میں جب فیض پا رہے ہیں
نثار تیری چہل پہل پر ہزاروں عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں
زمانے بھر کا یہ قاعدہ ہے کہ جس کا کھانا اسی کا گانا
تو نعمتیں جن کے کھا رہے ہیں انہیں کے ہم گیت گا رہے ہیں

امام جلال الدین کتانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

مولده رسول الله صلى الله عليه وسلم مبجل مكرم قدس يوم ولادته وشرف وعظم وكان وجوده صلى الله عليه وسلم مبداء سبب النجاة لمن اتبعه وتقليل حظ جهنم لمن اعد لها لفرجه بولادته صلى الله عليه وسلم فمن المناسب اظهار السرور وانفاق الميسور (سبل الہدیٰ والرشاد ۱:۴۴)

حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت کا دن، بڑا ہی مقدس، بابرکت اور قابل تکریم ہے، آپ علیہ السلام کی ذات اقدس کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر ایک مسلمان اور آپ کو ماننے والا آپ کی ولادت کی خوشی منائے تو وہ نجات وسعادت حاصل کر لیتا ہے اور اگر ایسا شخص خوشی منائے جو مسلمان نہیں اور دوزخ میں رہنے کے لئے پیدا کیا گیا ہو تو اس کا عذاب کم ہو جاتا ہے۔ اس لئے خوشی اور مسرت کا اظہار اور اپنی حیثیت کے مطابق خصوصی اہتمام بہت ہی مناسب ہے۔

امام نصیر الدین ابن الطباخ رحمۃ اللہ علیہ کا قول

اذا انفق المنفق تلك الليلة وجمع جمعا الطعمهم ما يجوز اطعامه واسمعهم للاخرة ملبوسا كل ذالك سرورا بمولده صلى الله عليه وسلم بجميع ذالك جائز ويثاب فاعله اذا حسن القصد (سبل الہدیٰ والرشاد ۱:۴۴)

کسی شخص نے میلاد مصطفیٰ علیہ السلام کی شب لوگوں کو جمع کیا، انہیں حلال وطیب کھانے کھلائے اور صحیح روایات سے ثابت واقعات سنانے کا اہتمام کیا۔ اگر یہ سب کچھ میلاد پاک کی خوشی میں ہے اور اس کی نیت صحیح ہے تو یہ سب کچھ جائز ہے اور ایسا کرنے

والے کو ثواب ملے گا۔

امام ظہیر الدین جعفر المصری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

هذا لافعل لم يعق فى الصدر الاول من السلف الصالح مع تعظيمهم وحبهم له اعظاما ومحبة لا يبلغ جمعنا الواحد منهم ولا ذرة منه وهى بدعته حسنة اذا قصد فاعلها جمع الصالحين والصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم واطعام الطعام للفقراء والمساكين وهذا القدر يثاب عليه بهذا الشرط فى كل وقت (سبل الہدیٰ والرشاد: ۱: ۴۴۲)

محافل میلاد کے انعقاد کا سلسلہ پہلی صدی ہجری میں شروع نہیں ہوا اگر چہ ہمارے اسلاف صالحین عشق رسول ﷺ سے اس قدر سرشار تھے کہ ہم سب کا عشق ومحبت ان بزرگان دین میں سے کسی ایک شخص کے عشق نبی ﷺ کو نہیں پہنچ سکتا۔ میلاد کا انعقاد بدعت حسنہ ہے اگر اس کا اہتمام کرنے والا صالحین کو جمع کرے محفل درود وسلام اور فقراء ومساکین کے طعام کا بندوبست کرے۔ اس شرط کے ساتھ جب بھی یہ عمل کیا جائے موجب ثواب ہوگا۔

شیخ ابوشامہ کا ارشاد

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ابوشامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں

"ومن احسن ما ابتدع فى زماننا ما يفعل كل عام فى اليوم الموافق ليوم مولده ﷺ وتعظيمه فى قلب فاعل ذالك وشكر الله تعالىٰ على ما من به من ايجاد رسول الله ﷺ الذى ارسله رحمة للعالمين.

ہمارے زمانے میں جو باتیں مروج ہیں ان میں سے سب سے بہتر اور احسن امر یہ ہے کہ ہر سال رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ کا دن منایا جاتا ہے۔ جس میں صدقات دیئے جاتے ہیں۔ نیکیاں کی جاتیں ہیں۔ زیب و زینت اور مسرت و شادمانی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ محتاجوں کی ضروریات کو پورا کیا جاتا ہے۔ ایسا کرنے والے کے دل میں حضور اکرم ﷺ کی محبت اور تعظیم کارفرما ہوتی ہے۔ اور مقصد اس سے اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا شکر ادا کرنا ہوتا ہے جو اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کو ہم میں مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنایا۔ (صلوعلیہ والہ صفحہ نمبر ۴۸ از علامہ غلام رسول ایم اے)

امام ابوذرعہ العراقی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

سئل عن فعل المولد أستحب او مكروه وهل ورد فيه شي اوفعله من يقتدى به قال اطعام الطعام مستحب في كل وقت فكيف اذا انضم لذالك السرور بظهور نور النبوة في هذا الشهر الشريف ولا نعلم ذالك من السلف ولا يلزم من كونه بدعته كونه مكروها فكم من بدعته مستحبة بل واجبة (تشحیذ الاذہان:۱۳۶)

آپ سے پوچھا گیا کہ محفل میلاد منعقد کرنا مستحب ہے یا مکروہ؟ یا اس کے بارے میں کوئی باقاعدہ حکم موجود ہے؟ جو قابل ذکر ہو اور اس کی پیروی کی جاسکتی ہو؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کھانا کھلانا ہر وقت مستحب ہے۔ اگر کسی موقعہ پر، ربیع الاول شریف کے مہینے میں ظہور نبوت کی یادگار کے حوالے سے خوشی اور مسرت کے اظہار کا اضافہ کر دیا جائے تو اس سے یہ چیز کیسی بابرکت ہو جائے گی؟ ہم جانتے ہیں کہ اسلاف نے ایسا نہیں کیا اور یہ عمل بدعت ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ مکروہ ہو کیونکہ بہت سی بدعات مستحب ہی نہیں بلکہ واجب ہوتی ہیں۔

الا یـهـا الـسـاقـی اذ رکـا سـاونـا ولـهـا
کـه بـر یـاد شـه کـوثـر بـنـا سـا زیـم محـفـلـهـا
غـریـق بـحـر عـشـق احـد یـم از فـرحـت مـولـد
کـجـا دانـد حـال مـاسـبـکـسـاراں مـنـزل هـا

(اعلحضرت رحمۃ اللہ علیہ)

اہل مکہ کا جشن میلاد:۔

صدیوں سے اہل مکہ جشن میلاد النبی ﷺ مناتے رہے ہیں، اس کی تفصیل امام قطب الدین حنفی یوں بیان کرتے ہیں

یزار مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم المکانی فی اللیلۃ الثانیۃ عشر من ربیع الاول فی کل عام فیجتمع الفقھاء والا عیان علی نظام المسجد الحرام والقضاۃ الا ربعۃ بمکۃ المشرفۃ بعد صلاۃ المغرب بالشموع الکثیرۃ المفروعات والفوانیس و المشاغل وجمیع المشائخ مع طوانفھم بالا علام الکثیر ۃ ویخرجون من المسجد الی سوق اللیل ویمشون فیہ الی محل مولد الشریف بازدحام ویخطب فیہ شخص ویدعو للسلطنۃ الشریفۃ ثم یعود دون الی المسجد الحرام و یجلسون صفوفا فی وسط المسجد من جھۃ الباب الشریف والقضاۃ یدعو للسلطان ویلبسہ الناظر خلعۃ ویلبس شیخ الفراشین خلعۃ ثم یؤذن للعشاء و یصل الناس علی عادتھم ثم یمشی الفقھاء مع ناظر الحرم

الی الباب الذی یخرج منه من المسجد ثم یتفرقون، وهذا من اعظم مراکب ناظر الحرم الشریف بمکة المشرفة ویاتی الناس من البدو والحضر واهل جدة وسکان الاودیة فی تلك اللیلة ویفرحون بها (الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام:۱۹۳)

۱۲ ربیع الاول کی رات ہر سال باقاعدہ مسجد حرام میں اجتماع کا اعلان ہوجاتا ہے تمام علاقوں کے علماء، فقہاء، گورنر اور چاروں مذاہب کے قاضی مغرب کی نماز کے بعد مسجد حرام میں اکٹھے ہوجاتے ہیں ادائیگی نماز کے بعد سوق اللیل سے گزرتے ہوئے مولد النبی ﷺ (وہ مکان جس میں آپ ﷺ کی ولادت ہوئی) کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں کثیر تعداد میں شمعین، فانوس اور مشعلیں ہوتی ہیں (یہ مشعل بردار جلوس ہوتا ہے) وہاں لوگوں کا کثیر اجتماع ہوتا ہے کہ جگہ نہیں ملتی، پھر ایک عالم دین وہاں خطاب کرتے ہیں۔ تمام مسلمانوں کے لئے دعا ہوتی ہے اور تمام لوگ پھر دوبارہ مسجد حرام میں آجاتے ہیں واپسی پر مسجد میں بادشاہ وقت مسجد حرام اور ایسی محفل کے انتظام کرنے والوں کی دستار بندی کرتا ہے، پھر عشاء کی اذان اور جماعت ہوتی ہے، اس کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ یہ اتنا بڑا اجتماع ہوتا کہ دور دراز دیہاتوں، شہروں حتیٰ کہ جدہ کے لوگ بھی اس محفل میں شریک ہوتے اور آپ ﷺ کی ولادت پر خوشی کا اظہار کرتے تھے۔

وہ لوگ خدا شاہد قسمت کے سکندر ہیں
جو سرور عالم کا میلاد مناتے ہیں

دوسری روایت

جرت العادة بمکة لیلة الثانی عشر من ربیع

الاول کل عام ان قاضی مکہ الشافعی یتھیاء لزیارۃ ھذا المحل الشریف بعد صلاۃ المغرب فی جمع عظیم منھم الثلاثۃ القضاۃ واکثر الاعیان من الفقھاء والفضلاء و ذوی البیوت بفوانیس کثیرۃ و شموع عظیمۃ وازدحام عظیم ویدعی فہ للسلطان ولا میر مکۃ واللقاضی الشافعی بعد تقدم خطبۃ مناسبۃ للمقام ثم یعود منہ الی المسجد الحرام قبل العشاء ویجلس خلف مقام الخلیل علیہ السلام بازاء قبۃ الفراشین و یدعو الداعی لمن ذکر انفا بحضور القضاۃ واکثر الفقھاء ثم یصلون العشاء و ینصرفون ولم اقف علی اول من سن ذلک سالت مورخی العصر فلم اجد عند ھم علـــمـــا بـــذالک (الجامع اللطیف فی فضل مکہ واھلہا وبناء البیت الشریف:۲۰۱)

ہر سال مکہ شریف میں ۲۱ ربیع الاول کی رات کو اہل مکہ کا یہ معمول ہے کہ قاضی مکہ جو کہ شافعی ہیں مغرب کی نماز کے بعد لوگوں کے ایک جم غفیر کے ساتھ مولد شریف کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ ان لوگوں میں تینوں مذاہب فقہ کے آئمہ، اکثر فقہاء، فضلاء اور اہل شہر ہوتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں فانوس اور بڑی بڑی شمعیں ہوتی ہیں وہاں جا کر مولد شریف کے موضوع پر خطبہ ہوتا ہے اور پھر بادشاہ وقت، امیر مکہ اور قاضی شافعی (منتظم ہونے کی وجہ سے) کے لئے دعا کی جاتی ہے اور یہ اجتماع عشاء تک جاری رہتا ہے اور عشاء سے تھوڑا پہلے مسجد حرام میں آجاتے ہیں مقام ابراہیم علیہ السلام پر اکٹھے ہو کر دوبارہ دعا کرتے ہیں۔ اس میں بھی تمام قاضی اور فقہاء شریک ہوتے ہیں۔ پھر عشاء کی نماز ادا کی جاتی ہے اور پھر لوگ الوداع ہو جاتے ہیں۔ (مصنف فرماتے ہیں کہ) مجھے علم نہیں یہ سلسلہ کس نے شروع کیا تھا۔

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم
باب ہفتم
ہستی کا نقش اول
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الحمدلله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوٰة والسلام علی من کان نبیا وآدم بین الماء والطین والصلوٰة والسلام علی من اول خلق اللّٰه نورہ من نورہٖ کما شاءَ وھو سیدناومولنا محمد نِ المصطفیٰ صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وعلیٰ الهٖ الطاھرین واصحابه الصالحین اجمعین امابعد قال رسول اللّٰه ﷺ یا جابران اللّٰه تعالیٰ خلق قبل الا شیاء نور نبیك من نورہ۔ (الی الاخر)

حضرات گرامی! یہ موضوع ''ھستی کا نقشِ اوّل'' یعنی اولیت مصطفیٰ ﷺ تخلیق نور مصطفیٰ ﷺ وجہ تخلیق کائنات اور خلقت محمدی ﷺ کی ابتدائی کیفیات وواقعات پر مشتمل ہے۔ آسان الفاظ میں یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جس مخلوق کو پیدا کیا اور پھر جس کی وجہ سے تمام عالمین تخلیق کیے وہ ھستی رحمت العالمین آقا جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے۔اس موضوع میں پیارے مصطفیٰ ﷺ کے نور کی تخلیق احادیث مبارکہ ،قرآن مجیداوراقوال مفسرین کرام کی روشنی میں پیش کیے جائیں گے۔

جس حدیثِ مبارکہ کو میں نے ابتداء میں پیش کیا ہے اس کو امام بخاریؒ کے دادا استاد امام عبدالرزاقؒ ،ابوبکر بن ہمام نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے نقل کیا ہے۔

قال قلت یارسول اللّٰه ﷺ فداك بابی انت وامی اخبرنی عن اول شئی خلقه اللّٰه تعالیٰ قبل الاشیاء ۔قال یاجابر ان اللّٰه تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ فجعل ذالك النور یدور بالقدرة حیث شاء اللّٰه تعالیٰ ولم یکن فی

ذلك الوقت لوح ولا قلم ولا جنة ولا نار ولا ملك ولا سماء ولاارض ولا شمس ولا قمر ولا جن ولا انس۔ فلما اراد الله تعالیٰ ان يخلق الخلق قسم ذالك النور اربعة اجزاء فخلق من الجزالاول القلم ومن الثانی اللوح ومن الثالث العرش ثم قسم الجزء الرابع اربعة اجزاء فخلق من اول حملة العرش ومن الثانی الكرسی ومن الثالث باقی الملائكة ثم قسم الجزء الرابع اربعة اجزاء فخلق من الاول السموات ومن الثانی الارضين ومن الثالث الجنة والنار (الخ)

(مواھب اللد نیا، جلد اول صفحہ 9 زرقانی علی المواھب جلد اول صفحہ 46)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ مجھے بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کیا چیز پیدا فرمائی؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اے جابر، بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے پہلے تیرے نبی ﷺ کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ پھر وہ نور مشیت ایزدی کے مطابق جہاں چاہتا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ جنت تھی نہ دوزخ، نہ فرشتے تھے نہ آسمان نہ زمین تھی نہ سورج نہ چاند تھا نہ جن اور نہ ہی انسان۔ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ مخلوقات کو پیدا کرے تو اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔ پہلے حصے سے قلم بنایا، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش اور چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔ پہلے حصے سے عرش اٹھانے والے فرشتے بنائے، دوسرے سے کرسی، تیسرے سے باقی فرشتے بنائے، پھر چوتھے حصے کو مزید چار حصوں میں تقسیم کیا۔ تو پہلے حصے سے آسمان بنائے، دوسرے سے زمین، تیسرے حصے سے جنت اور دوزخ بنائی۔

نبی پاک سوہنا نور رب دا اے ایہہ خبر قرآن نے فرمائی اے
نور احمد تھیں ساجیا کل عالم سورج چند نے روشنی پائی اے
ہیسن نور تے گئے عرشِ اعظم اتے دھم شبِ معراج مچائی ہوئی اے
چمکے نبی دا نور ہر طرف خادم انیاں ویکھ انیں کھپ پائی ہوئی اے

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات وہ ذات ہے جو ازلی اور ابدی ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اس کی صفات میں، اس کی ذات میں، اس کے کمالات میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں۔ وہ ''وحدہٗ لاشریک'' ہے۔ وہ ماں باپ واولاد ہر چیز سے پاک ہے۔ وہ خود فرماتا ہے۔

قل هو الله احد۔ الله الصمد۔ لم يلد ولم يولد۔ ولم يكن له كفوأ احد۔ یعنی وہ یکتا ہے، بے نیاز ہے، نہ اسے کسی نے جنا اور نہ اس نے کسی کو جنا اس کے تمام کمالات میں کوئی اس کا ہمسر وشریک نہیں۔

ایک وقت ایسا آیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ پسند فرمایا کہ کوئی ذات ایسی بھی ہونی چاہئے جو مجھے جانے اور میری معرفت حاصل کر کے میری عظمت وشان کو تسلیم کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح چاہا اپنے نور سے نور مصطفیٰ ﷺ کو تخلیق فرمایا۔ حدیث قدسی ہے۔ **كنت كنزأ مخفيا فاجبت ان اعرف فخلقت الخلق** اور دوسری روایت میں ہے۔ **فخلقت نور محمد** ﷺ (مدارج النبوت جلد دوم صفحہ 617)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ مجھے جانا جائے تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں نے نور محمد ﷺ کو تخلیق فرمایا۔ امام ابوالفرج جمال الدین المعروف امام ابن الجوزیؒ پیارے مصطفیٰ ﷺ کی حدیث نقل فرماتے

ہوئے رقم طراز ہیں۔

قال رسول الله ﷺ اول ماخلق الله نوری ومن نوری خلق جمیع الکائنات ۔ (المیلاد النبوی صفحہ 22 ابن الجوزی)

پیارے مصطفی ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا اور اس کے بعد میرے نور سے تمام مخلوقات کو پیدا کیا۔

جیدے نورتوں کل کائنات بنی چن تارے تے دن رات بنی
جیدے خالق ناز اٹھاوے جیدے ناں دیاں قسماں چاوے
اس نوں حبیب آکھدے نئیں

حضرت امام بخاریؒ تاریخ میں اور امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں یہ حدیث شریف بیان فرماتے ہیں کہ پیارے مصطفی ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ **کنت اول النبین فی الخلق واخر ھم فی البعث** ۔ (دلائل النبوۃ صفحہ 12)

میں خلقت کے اعتبار سے تمام انبیاء سے پہلا نبی ہوں اور بعثت کے اعتبار سے سب سے آخری نبی ہوں۔

حضرت شیخ سعید سید گازرونی اپنی کتاب وسیلۃ الصدیقین میں فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسالت مآب ﷺ سے دریافت کیا کہ موجودات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"**ھو نور نبیك**" اے جابر وہ تیرے نبی کا نور تھا۔ یعنی سب سے پہلے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا پھر اس سے تمام اشیاء کو تخلیق فرمایا۔ جب یہ نور برسرور اپنے مرکز سے منصۂ شہود پر آیا تو باری تعالیٰ نے دس ہزار سال تک اسے اپنے **قرب خاص** میں رکھا پھر اس

کو چار حصوں میں تقسیم فرمایا ایک حصے سے عرش، دوسرے سے کرسی، تیسرے سے حاملان عرش اور چوتھے حصے کو بارہ ہزار سال **مقام محبت** میں رکھا پھر اس حصے کو چار حصوں میں تقسیم فرمایا۔ ایک حصے سے قلم، دوسرے حصے سے لوح اور تیسرے حصے سے جنت کو تخلیق فرمایا اور چوتھے حصے کو بارہ ہزار سال **مقام خوف** میں رکھا، پھر اسے چار حصوں میں تقسیم فرمایا اس کے پہلے حصے سے ملائکہ، دوسرے سے آفتاب، تیسرے سے ماہتاب کو پیدا فرمایا اور چوتھے حصے کو بارہ ہزار سال **مقام رجا** میں رکھا اس کے بعد پھر اس حصے کو چار حصوں میں تقسیم فرمایا۔ پہلے حصے سے عقل کو، دوسرے سے علم و حلم کو، تیسرے حصے سے **عصمت و توفیق** کو پیدا فرمایا اور چوتھے حصے کو بارہ ہزار سال **مقام حیاء** میں رکھا۔ پھر اس پر خصوصی توجہ فرمائی جو غایت حیاء سے پانی پانی ہو گیا جس سے چار ہزار ایک سو بیس (4120) نور کے قطرے ٹپکے اور ہر ہر قطرے سے ارواح انبیاء پیدا ہوئیں اور جب ارواح انبیاء نے سانس لیا تو اس سے اولیاء، شہداء، صلحاء، سعداء اور اطاعت کرنے والوں کی ارواح کو پیدا کیا گیا۔ اس تشریح کے بعد پیارے مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا عرش و کرسی، انبیاء و رسل کی ارواح، صلحاء اور صدیقین کی روحیں یہ سب میرے ہی نور کا حصہ ہیں آفتاب و ماہتاب و ستارے سب میرے ہی نور سے مستفید ہیں۔ پیارے مصطفیٰ ﷺ نے مزید فرمایا کہ خالق عالم نے بارہ ہزار حجابات پیدا فرمائے اور وہ چوتھا حصہ میرے نور کا موجود تھا لہٰذا اس نے ہر حجاب کے درمیان فاصلہ ایک ہزار سال کا رکھا۔ جب وہ نور حجابات سے باہر آیا تو حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اس کو اجزاء ارضیہ سے مرکب فرمایا اور نور پاک خاکی ذرات سے چمکتا تھا جس طرح چراغ تاریکی میں روشن ہو کر مشرق و مغرب کو روشن کر دیتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کا قالب خاکی مرتب فرمایا اور میرے نور کو ان کی پیشانی میں امانتاً رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ نور ان سے

حضرت شیثؑ کو منتقل ہوا۔اس طرح یہ نور اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرات میں منتقل ہوتا ہوا میرے والد حضرت عبداللہؓ تک آیا اور ان سے میری والدہ حضرت سیدہ آمنہؓ میں منتقل ہوا۔ (حوالہ معارج النبوہ اردو صفحہ 349-350)

جبین مہر و ماہ میں ہے انہیں کے نور کا پرتو
محمد کہکشاں میں ہیں ستاروں میں محمد ہیں
محمد ہر مکاں میں ہیں محمد لامکاں میں ہیں
کتابِ زندگی کے استعاروں میں محمد ہیں
جمال سرور عالم عیاں ہے ذرے ذرے میں
سکوت بحر و بر میں آبشاروں میں محمد ہیں
محمد نورِ وحدت ہیں محمد سرِ قدرت ہیں
کلام اللہ کے ان تیس پاروں میں محمد ہیں

حضرات گرامی! پہلے پوائنٹ کے تحت ہم نے جو احادیث بیان کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ پسند کیا کہ اسے جانا جائے تو اس نے اپنی قدرت سے سب سے پہلے نور مصطفیٰ ﷺ کو اپنے نور سے تخلیق کیا۔اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ عرش تھا نہ فرش، نہ زمیں تھی نہ زماں، نہ مکیں تھے نہ مکاں، نہ آفتاب و ماہتاب تھے نہ جنت و دوزخ، نہ جن تھے نہ انساں، نہ فرشتے تھے نہ حور و غلماں، الختصر اس وقت کچھ بھی نہ تھا جب اللہ تعالیٰ نے نور مصطفیٰ ﷺ کو تخلیق فرمایا۔

"من نورہ" پر امام زرقانیؒ کی تحقیق:

امام زرقانیؒ شرح المواہب میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں نورِ محمدی ﷺ کے نورِ رب العالمین سے خلق ہونے کا معنی یہ نہیں کہ خود نورِ الٰہی اس نور کا مادہ تخلیق تھا۔ بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نورِ محمدی ﷺ کو بلاواسطہ اپنے تعلق ارادہ سے اپنے نورِ ذات سے براہ راست فیض کے ساتھ تخلیق فرمایا۔ "**من نورہ**" میں اضافت تشریفیہ ہے جیسے حضرت آدمؑ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔ "**اذا نفخت فیه من روحی فقعوال له ساجدین**" یعنی جب آدمؑ میں اپنی روح پھونک لوں تو تم سب اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جانا تو سوائے ابلیس کے تمام نے آپ کو سجدہ کیا۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث پاک ہے۔ "**خلقت الملائکة من نور**" یعنی فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں دوسری روایت میں ہے۔ "**خلقت الملائکةمن نور العزة**" یعنی فرشتے نورِ عزت سے پیدا کیے گئے ہیں۔ ان درج بالا تمام احادیث میں جو اضافت ہے وہ تشریفی ہے۔ اسی طرح من نورہ کے الفاظ نورِ محمدی ﷺ کیلئے استعمال کرنا بھی تشریفاً ہے۔ اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ یہ ساری تخلیقات اسی ایک نور کا پرتو اور فیضان ہے جسے نورِ مصطفیٰ ﷺ کہتے ہیں۔ یہی نور کائنات میں اولین تخلیق ہے اور اسی نور سے تمام تخلیقات ہیں۔

اے کہ تیرے وجود پر خالق دوجہاں کو ناز
اے کہ تیرا وجود ہے وجہِ وجودِ کائنات
مدحتِ شاہِ دوسرا مجھ سے بیاں ہو کس طرح

تنگ میرے تصورات پست میرے تخیلات

امام نجم الدین سفیؒ کی روایت:۔

یہاں پر وہ روایت جو بہت معتبر اور مشہور ہے وہ بیان کرنا بھی بہت مفید ہوگی۔ اس روایت کو بحر العلوم میں امام نجم الدین عمر غنیؒ نے درج کیا ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کا نور تمام موجودات سے بہت پہلے پیدا ہوا تو اس نور کیلئے بارہ حجاب مرتب ہوئے اور ہر حجاب میں جس قدر کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو منظور تھا وہ نور پر سرور رہا چنانچہ اول حجاب قدرت میں بارہ ہزار برس اس تسبیح میں مشغول رہا۔ **سبحان ربی الاعلی۔** دوسرا حجابِ عظمت اور اس میں گیارہ ہزار برس یہ تسبیح کہتا رہا۔ **سبحان عالم السر واخفیٰ۔** تیسرا منت اور اس میں دس ہزار برس یہ تسبیح پڑھی۔ **سبحان الرفیع الاعلیٰ۔** چوتھا حجاب رحمت اور اس میں نو ہزار برس یہ تسبیح کہی۔ **سبحان الحی القیوم۔** پانچواں حجاب سعادت اور اس میں آٹھ ہزار برس یہ تسبیح پڑھی۔ **سبحان من ھو غنی" لا یفتقر۔** اور ساتواں حجاب منزلت اور اس میں چھ ہزار برس یہ تسبیح پڑھی۔ **سبحان العلیم الحلیم ۔** اور آٹھواں حجاب ہدایت اور اس میں پانچ ہزار برس اس ورد میں مشغول رہے۔ **سبحان الغرش المجید ۔** نواں حجاب نبوت اور اس میں چار ہزار سال یہ ذکر کیا۔ **سبحان رب العزۃ عما یصفون۔** اور دسواں حجاب رفعت اور اس میں تین ہزار برس یہ تسبیح خوانی کی۔ **سبحان ذی الملك والملكوة۔** اور گیارھواں حجاب ہیبت اور اس میں دو ہزار برس یہ ورد کیا۔ **سبحان اللہ وبحمدہٖ ۔** اور بارھواں حجابِ شجاعت اور اس میں ایک ہزار برس یہ ذکر کیا۔

سبحان ربی العظیم۔ جب ان حجابوں کو طے فرمایا تو دس نورانی دریاؤں میں حضور ﷺ کو غوطہ دیا گیا۔ پہلے دریائے شفاعت میں ہزار برس تیرتے رہے اور **ربی ربی** کہا۔ دوسرے دریائے نصیحت میں دو ہزار برس تیرتے رہے اور **الٰہی الٰہی** کہا۔ تیسرے دریائے شکر میں تین ہزار سال پھرتے رہے اور **یاسیدی یاسیدی** پکارا۔ چوتھے دریائے صبر میں چار ہزار برس **یااحد یااحد** کہا اور پانچواں دریائے سخاوت میں پانچ ہزار برس **یاواحد۔ یاواحد** پڑھا اور چھٹے دریائے انابت میں چھ ہزار برس **یا فرد یا فرد** اور ساتواں دریائے یقین میں سات ہزار برس **یاعلی یاعلی** پڑھا اور آٹھویں دریائے حلم میں آٹھ ہزار برس غوطہ لگایا اور **یاعظیم یاعظیم** کہا۔ اور نویں دریائے قناعت میں نو ہزار برس گم رہ کر **یارؤف یارؤف** پڑھا اور دسویں دریائے محبت میں دس ہزار برس تیرتے ہوئے **سبوح قدوس یااللہ یاکریم** پڑھا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دریائے محبت کے کنارے پر نور کے دس بساط پیدا فرمائے کہ ان میں سے ہر ایک بساط کی وسعت اور فراخی ساتوں آسمانوں اور زمینوں سے ستر گنا زیادہ تھی۔ پھر ایک بساط پر سات سو مقامات مقرر کیے گئے۔ توحید اور معرفت اور ایمان اور اسلام اور خوف اور رجاء اور شکر اور صبر اور خضوع اور خشوع اور انابت اور خشیت اور ہیبت اور حیرت اور قناعت اور تفویض اور ارادت اور ایسے دیگر مقامات جن کا آخری مقام محبت ہے اور ان مقامات میں سے ہر ایک مقام میں حضرت سید عالم ﷺ کا نور ایک ایک ہزار برس ٹھہرا رہا۔ جب ان سات سو مقامات کو عبور فرمایا تو خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ اے میرے حبیب کے نور! میں کون ہوں؟ تو الہام پاکر عرض کی تو میرا خدا ہے اور پیدا کرنے والا ہے اور روزی دینے والا ہے اور زندہ کرنے والا اور فنا کرنے

والا ہے۔تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے حبیب کے نور! تو نے مجھے پہچانا،جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے تاکہ سب خلائق کو علم ہو۔خوب پہچاننے کی علامت خوب عبادت کرنا ہے۔پھر وہ نور عبادت الٰہی میں مشغول ہوا،اور پورے سترہ ہزار برس قیام میں رب تعالیٰ کی عبادت کی پھر حق تعالیٰ نے اپنی ذات سے نور کا عطیہ آپ کو بخشا تو نور محمدی ﷺ بہ سبب اس عنایت الٰہی کے سجدہ تہنیت بجالایا۔اور بہ سبب سجدہ کے حق وتعالیٰ کی نظر خاص متوجہ ہوئی اور اس سعادت کی وجہ سے خصوصیت زیادہ نصیب ہوئی اور پھر اس نور مقدس نے سترہ ہزار برس قیام کیا اور عطیہ الٰہی کی خلعت سے مشرف ہوکر سجدہ کیا۔تو آپ اور آپ کی امت پر ظہر کی نماز فرض ہوئی پھر قیام کر کے سجدہ سے سرفراز ہوئے تو عصر کی نماز فرض ہوئی ۔پھر قیام اور سجدہ کیا تو مغرب کی نماز فرض ہوئی پھر چوتھی بار عشاء کی اور پانچویں بار فجر کی نماز فرض ہوئی۔منطق الطیر میں حضرت فریدالدین عطارؒ نے فرمایا۔

قرن ہا اندر رکوع استادہ بود

عمرہا اندر سجود افتادہ بود

ہر نظر کزحق بسوئے اور سید

کوکبے آمد فلک گشتہ پدید

از نماز نورِ آں دریائے راز

فرض شد بر جملہ امتہا نماز

پھر اس نور مبارک نے دوگانہ نفل کی ادائیگی کی توفیق پائی مگر اس دوگانہ کو کئی ہزار برس میں ادا کیا۔جیسا کہ منقول ہے کہ تکبیر تحریمہ ہزار برس اور رکوع ہزار برس اور قومہ ہزار برس اور ہر

سجدہ ہزار ہزار برس اور ہر جلسہ ہزار ہزار برس میں ادا فرمایا۔ اور دوسری رکعت اسی طرح ادا فرمائی اور تشہد میں ہزار برس اور ہر ہر سلام میں ہزار ہزار برس صرف ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے حبیب کے نور! تیری عبادت قبول ہے۔ اب میرے دربار سے جو چاہو طلب کریں۔ تو آپ نے یہ دعا کی الٰہی! مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تو مجھے ایک قوم کا پیشوا کرے گا۔ اور ان کو میری امت اور میرے تابع بنائے گا۔ اور عبادت فرض کرائے گا اور بہ تقضائے بشریت ان سے ادائیگی عبادات میں قصور ہوگا۔ آج کے دن میں اپنی عبادت اپنی امت کے کام میں صرف کر کے ان کیلئے مغفرت کی خلعت چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے حبیب کے نور! جو انعام اس دعا میں طلب کیا مجھے بے حد پسند آیا۔ تب خواجہ کائنات ﷺ کے نور مبارک عنایات اور نوازشاتِ خداوندی کا مشاہدہ کر کے خوش و خرم ہوئے اور آپ کو پسینہ آیا اور نور کے چند قطرے مترشح ہوئے۔ حق تعالیٰ نے ایک قطرہ کو منظورِ نظر خاص بنایا اور ایک لاکھ چوبیس ہزار قسم بنا کر ہر ایک قسم سے ایک ایک پیغمبرؑ کی روح پیدا فرمائی اور دوسرے قطرے کے دس حصے بنائے۔ ایک سے حضرت جبرائیلؑ اور دوسرے سے حضرت میکائیلؑ اور تیسرے سے حضرت اسرافیلؑ اور چوتھے سے حضرت عزرائیلؑ اور پانچویں سے حاملین عرش اور چھٹے سے رضوان اور ساتویں سے ساکنان عرش اور آٹھویں سے حضرت دردائیلؑ اور نویں سے حضرت راس الہدیٰؑ پیدا کیے۔ اور دسویں سے دس حصے بنا کر عرش اور کرسی اور لوح اور قلم اور آفتاب اور ماہتاب اور ستارے اور بہشت اور رضوان کے آٹھوں خلفاء۔ اور ہر ہر خلیفہ کے آٹھ آٹھ ہزار خادم فرشتے پیدا کیے اور دسویں حصے سے ایک جوہر جس کا طول و عرض چار چار ہزار کی برس کی راہ تھا پیدا فرمایا اور اس جوہر کو نظر ہیبت سے دیکھا۔ تو وہ جوہر ہیبت الٰہی سے بے قرار ہو کر نصف پانی اور نصف آگ ہو گیا۔ پھر اس پانی سے دریا بہہ پڑے اور ان دریاؤں کی امواج سے ہوا پیدا ہوئی اور اس آگ کو پانی پر

غالب کیا تو وہ پانی جوش میں آیا اور اس سے جھاگ پیدا ہوئی تو پہاڑوں کو میخیں بنادیا اور جب برق ان پر گری تو اس سے معادن اور کانیں پیدا ہوئیں اور لوہا جب پتھر سے ٹکرایا تو دوزخ پیدا ہوئی۔ اس کے بعد زمین کو پھیلایا تاکہ وحوش اور پرندے اور درندے اور گزندے اور چار پائے اور آدمی بہ سہولت زندگی گزار سکیں پھر زمین کو سات طبقے بنایا اور ہر طبقے سے ایک مخلوق کو آباد کیا اور جنات کو زمین پر تصرف عطا فرمایا اور بہشت کو ہفت افلاک سے اوپر اور دوزخ کو تحت الثریٰ سے نیچے متمکن کیا اور جہان میں روشنی اور حساب کیلئے سورج اور چاند اور ستاروں کو چمکایا اور روشنی اور تاریکی کے مواد سے دن اور رات کو پیدا فرمایا۔ (معارج النبوت جلد 9 ۔ریاض الازیار باب نمبر 3 صفحہ نمبر 98)

کتاب فطرت کے سرورق پر جو نامِ احمد رقم نہ ہوتا
تو نقش ہستی ابھر نہ سکتا وجودِ لوح و قلم نہ ہوتا
یہ محفل کن فکاں نہ ہوتی جو وہ امامِ امم نہ ہوتا
زمین نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا

نور کی جلوہ گری:۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور عرش کی داہنی طرف اٹھا اور ہزار برس جلوہ گر رہا اور تسبیح و تقدیس الٰہی میں محو رہا۔ حتیٰ کہ ایک دن حضرت جبرائیلؑ کو حکم ہوا کہ زمین پر جا اور مزار مبارک کی جگہ سے کچھ خاک اس نور صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا گہوارہ بنانے کیلئے لا۔ حسب الحکم حضرت جبرائیلؑ زمین پر نازل ہوئے اور خدائی پیغام سنایا زمین نہایت شوق و ذوق کے باعث وجد میں آئی اور اس سے خاک پاک مثل کافور کے ظاہر ہوئی۔ حضرت جبرائیل اس خاک پاک نے

ایک مثقال لے کر اپنے مقام پر آئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرائیل بہشت میں سے قدرے کافور اور مشک اور زعفران اور سنبل اور ماءِ معین اور آب سلسبیل اور شرابِ تسنیم لاکر اس خاک پاک سے ملا۔ حضرت جبرائیلؑ نے حکمت دریافت کی تو ارشاد ہوا کہ کافور سے ہڈیاں اور زعفران سے رگ اور مشک سے خون اور سنبل سے بال اور ماء معین سے لب و دہن اور سلسبیل سے نطق اور شراب تسنیم سے جسد ظاہری اس بادشاہ دو جہان کا بناؤں گا اور اس سے فخر بنی آدمؑ کو نخن گوئے عالم اور شفیع تمام خلائق کا بناؤں گا۔ تب کارپردازان قضا وقدر نے ایک گوہر مانند نورانی قندیل کے خاک مطہر اور اشیائے معطر سے مرتب کر کے اس نور مقدس کا مہد بنایا تو حضرت جبرائیلؑ کو حکم ہوا اے جبرائیل! اس لعل شب افروز کو طبقات السمٰوات کے گرد پھرا اور ارکان ملکوت پر جلوہ دے اور جوئے بار بہشت میں رونق دلا اور پکار کر کہہ۔

هذا طينة حبيب رب العلمين وشفيع المذنبين٥

حبیب رب العالمین اور گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے کا یہ قالب مبارک ہے۔ اس کے بعد جبرائیل حکم بجالایا اور اس قندیل مقدس کو ساق عرش سے معلق کیا حتیٰ کہ وہ نور مقدس اس نورانی قندیل میں جلوہ گر ہو گیا۔ (معارج النبوت جلد ا صفحہ ۱۳ ریاض الازہار باب ۳ صفحہ ۷۳)

جی میں آتا ہے لکھوں مطلع برجستہ اگر
وجد میں آئے قلم ہاتھ سے بھی جائے اچھل
سرخیِ نسخۂ وحدت تھی یہ روزِ ازل
کہ نہ احمر کا تھا آخر نہ احد کا اول
افضلیت پہ تری مشتمل آثار کتب

اولیت پہ تری متفق ادیان و ملل
کیسی تصویر جسے کھینچ کے نقاش ازل
خود لگا کہنے کہ ہر وصف میں تو ہے افضل

چشم کشا نور محمد ببین قاعدہء دولت سرمد ببین
ہر دو جہاں پرتو نور وے ست کون و مکاں بہر ظہور ویست
نور نبی لمعئہ نور خداست لمعئہ نور ازو کہ جداست
نور خدا ظاہر ازیں نور شد ماتم ہر طالب ازیں سور شد

نور مصطفیٰ کب تخلیق کیا گیا؟

جس طرح پہلے یہ بیان کیا گیا کہ **اول ماخلق اللہ نوری** اب یہ اندازہ لگانا کہ یہ نور کب اللہ تبارک وتعالیٰ نے تخلیق فرمایا ناممکن ہے۔ البتہ اس بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ابوالبشر حضرت آدمؑ سے اربوں سال پہلے بھی نور مصطفیٰ ﷺ موجود تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو بھی پیارے مصطفیٰ ﷺ ہی کی وجہ سے بنایا۔

پہلی روایت:۔

علامہ حلبیؒ نے انسان العیون میں حضرت ابوھریرہؓ سے پیارے مصطفیٰ ﷺ کا ارشاد مبارک نقل کیا ہے۔ **عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ سأل جبریل فقال یا جبرائیل کم عمرت من السنین؟ فقال یا**

رسول الله ﷺ لست اعلم غیر ان فی الحجاب الرابع نجما یطلع فی کل سبعین الف سنة مرة رایته الثنین وسبعین الف مرة فقال یاجبرائیل وعزة ربی جل جلاله انا ذلك الکوکبہ (انسان العیون جلد اول صفحہ ۲۹ روح المیعان)

ترجمہ:۔ حضرت ابوھریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور رحمت عالم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت جبرائیلؑ سے دریافت کیا۔ اے جبرائیل یہ تو بتا تمہاری عمر کتنی ہے؟ حضرت جبرائیل نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے اپنی عمر کا توصحیح اندازہ نہیں لیکن اتنا یاد ہے کہ ساری کائنات کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حجابات میں سے چوتھے حجاب میں ایک نورانی ستارہ چمکا کرتا تھا اور وہ ستارہ ستر ہزار سال بعد ایک مرتبہ چمکتا تھا یارسول اللہ ﷺ میں نے اپنی زندگی میں وہ ستارہ بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اے جبرائیل مجھے اپنے رب ذوالجلال کی قسم وہ چمکنے والا ستارہ میں ہی ہوں۔

پیارے مصطفیٰ ﷺ کے نور کی عمر کا اندازہ کرنے سے پہلے حضرت جبرائیلؑ کی عمر کا ہی حساب کرتے ہیں۔ ستر ہزار ضرب بہتر ہزار مساوی پانچ ارب چار کروڑ سال اور یہ سال ہماری اس دنیا کا نہیں جس میں تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں بلکہ آسمانوں کے سال جس کا ایک دن اس دنیا کے ہزار سال کے برابر ہوتا ہے اور اس نور مصطفیٰ ﷺ کی عمر کا اندازہ کرنا انسانی عقل وفہم سے وراء ہے کیونکہ وہ اس وقت بھی تھا جب ماہ وسال کی پیمائش کرنے والے پیمانے بھی نہ تھے۔

کچھ بھی نہیں تھا ہرگز خیر الوریٰ سے پہلے
حق بھی نہیں تھا ظاہر شمس الضحیٰ سے پہلے

کون ومکاں سے پہلے حق نے انہیں بنایا
اس نے خدا کو مانا قالو بلیٰ سے پہلے

روایت ہے کہ جبرائیلؑ نے عرض کی آقا! اب اس وقت اس ستارہ کے ظہور کا زمانہ ہے مگر اس کے عدم ظہور کا باعث آپ کا عالم عناصر میں جلوہ افروز ہونا ہے مگر یہ تو ارشاد فرمایئے کہ وہ ستارہ اتنی مدت تک غائب ہو کر کہاں جاتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے جواب دیا جب میرا نور قیام کرتا تو نظر آتا اور سجدہ سے شرف پاتا تو نظر سے غائب ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

والنجم اذا ھویٰ (پ ۲۷ ع ۵) **قسم ھے ستارے کی جب جھکے۔**

قال جعفر بن محمد الصادق النجم ھو محمد ﷺ (اعراس البیان جلد ۲ صفحہ ۲۸۵)

امام جعفر صادقؓ نے فرمایا کہ النجم سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں آیت کا مفہوم یوں ہوگا۔ قسم ہے ستارے وجودِ محمد کی جب کہ خدا کے سامنے سجدہ کیلئے جھکتے تھے۔

تا نا نرا افسر فہرست کر وند
شیرازۂ مجموعۂ نہ بستند کرم را
تا مجمع امکان وجوبت نہ نوشتند
مورد متعین نشد امکان اثم را
تقدیر نشا نید بہ یک ناقہ دو محمل
سلمائے حدوث دلیلائے قدم را

تخلیق کائنات:۔

حافظ الحدیث علامہ عبدالرزاق ابوبکر بن ہمام بن نافع حمیری یمنی المتوفی ۲۱۱ھ بہ بغداد نے

جو کہ حضرت امام مالکؒ کے شاگرد اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے استاذ ہیں۔ حضرت امام بخاری اور امام مسلم کے استاذ الاستاذ ہیں۔ (بستان المحدثین صفحہ ۵۷) اپنی تصنیف میں حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے عرض کی ، یارسول اللہ ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ، ارشاد فرمایئے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا فرمایا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اے جابر! بے شک تمام مخلوقات سے قبل اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی ﷺ کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں مشیت الٰہی تھی دورہ کرتا رہا جبکہ لوح و قلم ، جنت دوزخ ، فرشتے و آسمان و زمین ، سورج اور چاند ، جن اور آدمی کچھ نہ تھے ۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے۔ پہلے سے قلم دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش بنایا۔ پھر چوتھے حصے کے چار حصے فرمائے۔ پہلے سے آسمان ، دوسرے سے زمین اور تیسرے سے بہشت اور دوزخ کو بنایا اور پھر چوتھے کے چار حصے کیے۔ (شرح بہجۃ المحافل جلد اصفحہ ۱۰ مواہب اللدنیہ جلد اصفحہ ۹)

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا ، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہاں کی ، جان ہے تو جہاں ہے

گویا اول مخلوقات اور کائنات کے موجود ہونے کا واسطہ اور تمام جہان اور آدمؑ کے پیدا ہونے کا واسطہ حضرت محمد ﷺ کا نورِ پاک ہے۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے۔

اول ماخلق الله نوری سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا

الغرض تمام موجودات اور علوی اور سفلی اس نور اور جوہر پاک سے پیدا ہوئے اور ارواح اور اجسام اور عرش اور کرسی اور لوح اور قلم اور بہشت اور دوزخ اور فرشتے اور آسمان اور انسان اور جن اور زمین ، سمندر ، پہاڑ ، درخت اور سب مخلوقات اسی نورِ پاک اور جوہر پاک سے

جلوہ گر ہیں اور اس وحدت سے ،اس کثرت کے موجود ہونے اور اس جوہر پاک سے مخلوقات کے ظاہر ہونے کی کیفیت میں علماء کرام نے عجائب وغرائب ،عبارات وعنوانات بیان فرمائے۔ (مدارج النبوت جلد۲ صفحہ۲) **حضرت علامہ اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا ہے۔**

مے ندانی عشق ومستی از کجاست　　ایں شعاعِ آفتابِ مصطفٰے است

حق تعالیٰ پیکرِ ما آفرید　　وز رسالت در تنِ ما جاں دمید

حرف بے صورت دریں عالم بدیم　　وز رسالت مصرعِ موزوں شدیم

از رسالت در جہان تکوین ما　　وز رسالت دین ما ائین ما

حضرت آدمؑ سے چودہ ہزار سال قبل بھی آپ ﷺ نبی تھے:۔

علامہ برہان الدین الحلبی سیرت حلبیہ میں حضرت امام زین العابدینؒ کی روایت نقل کرتے ہیں جوانہوں نے اپنے والدِ گرامی حضرت امام حسینؓ سے اور انہوں نے اپنے والدِ گرامی حضرت مولا مشکل کشا، حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کی ہے۔

ان النبی ﷺ قال کنت نورا بین یدی ربی قبل خلق آدمؑ باربعۃ عشر الف عام۔ (السیرۃ الحلبیہ جلد اول صفحہ ۴۹)

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں حضرت آدمؑ کی تخلیق سے چودہ ہزار سال قبل بھی اپنے رب کی بارگاہ میں نور کی صورت میں موجود تھا۔ دیوبند کے مشہور عالم مولانا اشرف علی تھانوی اپنی کتاب نشر الطیب میں یہ حدیث بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ اس حدیث میں بیان کی گئی مدت چودہ ہزار سال سے زیادہ تو ہوسکتی ہے اس سے کم نہیں ،رہی بات یہ کہ مدت کی تخصیص کیوں کی گئی تو عین ممکن ہے کہ اس مجلس میں کوئی تذکرہ ہی ایسا ہو رہا ہو جس پر

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہو کہ تم چودہ ہزار سال کی بات کرتے ہو میں تو اس وقت بھی اللہ رب العزت کی بارگاہ میں موجود تھا۔اس کے بعد مولانا لکھتے ہیں کہ اس عدد (14 ہزار) میں کم کی نفی ہے زیادہ کی نہیں۔ پس اگر زیادتی کی روایت پر نظر پڑے تو شبہ نہ کیا جائے۔ (نشر الطیب صفحہ ۱۷)

اس سے پہلے ہم حضرت جبرائیلؑ کی عمر والی حدیث نقل کر چکے ہیں جس کے حساب سے حضرت جبرائیلؑ کی عمر پانچ ارب چار کروڑ سال بنتی ہے اور حضور ﷺ اس سے قبل بھی نور کی صورت میں بارگاہِ رب العزت میں موجود تھے بلکہ ہر تخلیق سے پہلے بھی حضور ﷺ موجود تھے اور ہر چیز اللہ تعالیٰ نے پیارے مصطفیٰ ﷺ کے نور سے ہی بنائی۔ مصنف بحر العلوم امام نجم الدین عمر نسفی نے لکھا ہے کہ نورِ مصطفیٰ ﷺ موجودات سے ستر ہزار سال قبل بھی اللہ رب العزت کی بارگاہ میں موجود تھا۔ صاحب مرصاد نے بھی اسی طرح کی ایک روایت نقل کی ہے۔

احمد مرسل آن خلاصہ کون

پردہ پوش امم بدامن عون

روشنائی دہ چراغ یقین

نور پہ شیین و شمع باز پسین

انبیاء پشیین آن خجستہ چراغ

طفل گہوارہ در مقام بلاغ

گویا نظام ''کن فیکون'' کا نقش اول نور محمدی ﷺ سے ہے اور پھر اسی سے سلسلہ ایجاد و تخلیق

کی افزائش ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سی روایات میں مذکور ہے کہ جب سیدنا آدمؑ نے اپنی تخلیق کے بعد جنت اور عرش الٰہی کی زیارت کیلئے نگاہ اٹھائی تو ہر جگہ ''نام محمد ﷺ'' کو پہلے سے لکھا ہوا پایا۔

عن میسرت قال : قلت یارسول الله متی کنت نبیا؟ قال: لماخلق الله تعالیٰ الارض واستوی الی السماء فسواهن سبع سموات وخلق العرش ، کتب علی ساق العرش: محمد رسول الله خاتم الانبیاء ، وخلق الله تعالیٰ الجنته التی أسكنها آدم وحوا، فکتب اسمی علی الأبواب ، والأوراق ،والقباب، والخیام، وآدم بین الروح والجسد، فلما احیاء الله تعالیٰ نظر الی العرش فرأی اسمی، فاخبره الله تعالیٰ انه سید ولدك ، فلما غرهما الشیطان تاباواستشفعا باسمی الیه ۔ (الوفاء باحوال المصطفیٰ، ۱: ۳۳)

ترجمہ: حضرت میسرہؓ سے منقول ہے کہ میں نے بارگاہ نبوت ﷺ میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپؐ کب سے شرف نبوت کے ساتھ مشرف ہو چکے تھے؟ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا اور آسمانوں کی طرف قصد فرمایا اور ان کو سات طبقات کی صورت میں تخلیق فرمایا اور عرش کو ان سے پہلے بنایا تو عرش کے پائے پر محمد رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء لکھا اور جنت کو پیدا فرمایا جس میں بعد از اں حضرت آدمؑ اور حضرت حوؑا کو ٹھہرایا تو میرا نام نامی جنت کے دروازوں، اس کے درختوں کے پتوں اور اہل جنت کے خیموں پر لکھا حالانکہ ابھی آدمؑ کے روح وجسم کا باہمی تعلق نہیں ہوا تھا۔ پس

جب ان کی روح کو جسم میں داخل فرمایا اور زندگی عطا فرمائی تب انہوں نے عرش معظم کی طرف نگاہ اٹھائی تو میرے نام کو عرش پر لکھا ہوا دیکھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ یہ تمہاری اولاد کے سردار ہیں۔ جب ان کو شیطان نے دھوکہ دیا تو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں توبہ کی اور میرے نام سے ہی شفاعت طلب کی۔

ایک اور روایت:۔

ویروی ،انه لماخلق الله تعالیٰ اٰدم ألهمه اَن قال یارب لم کنیتنی ابامحمد قال الله تعالیٰ یااٰدم ارفع راسك فرفع راسه فرای نورمحمد ﷺ فی سرادق العرش فقال یارب ماهذا النور قال هذا نورنبی من ذریتك اسمه فی السماء احمد وفی الارض محمد لولاه ماخلقتك ولا خلقت سماء ولاارضا۔ (المواھب اللدنیہ،۱:۹)

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا تو آپ کے نام کے ساتھ ابو محمد ﷺ کی کنیت سے بلایا۔ آپ نے عرض کیا باری تعالیٰ میری یہ کنیت کیسے ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنا سر اٹھاؤ۔ آپ نے اوپر دیکھا تو عرش پر نور محمدی ﷺ جلوہ گر تھا۔ حضرت آدمؑ نے پوچھا یا اللہ یہ نور کس کا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ محمد ﷺ کا نور ہے۔ یہ تیری اولاد میں سے ہوں گے ان کا نام آسمانوں میں احمد ﷺ ہے اور زمین پر محمد ﷺ ہے۔ اگر میں اسے پیدا نہ کرتا تو نہ تمہیں پیدا کرتا اور نہ زمین و آسمان کو پیدا کرتا۔

ایک اور حدیث:۔

عن عمر بن الخطابؓ قال: قال رسول الله ﷺ : لما اصاب اٰدم الخطيئة رفع رأسه فقال: رب بحق محمد الاغفرت اليه ۔ فاوحى الله تعالىٰ اليه : ومامحمد ومن محمد؟ فقال: رب، انك لما اتممت خلقى رفعت راسى الى عرشك، فاذا عليه مكتوب لااله الاالله محمد رسول الله، فعلمت انه اكرم، خلقك عليك اذ قرنت اسمه مع اسمك قال : نعم قد غفرت لك ، وهو اخر الانبياء من ذريتك .ولولاه ماخلقتك ۔ (الوفاء باحوال المصطفیٰ ۱: ۳۳)

حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب آدمؑ سے بھول ہوئی تو انہوں نے بارگاہ باری تعالیٰ میں عرض کیا کہ اے پروردگار میں آپ سے بواسطہ حضرت محمد ﷺ درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرمادیجئے ۔حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم! تم نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا حالانکہ ابھی میں نے ان کو (دنیا میں) پیدا بھی نہیں کیا؟ عرض کیا اے رب! میں نے اس طرح پہچانا کہ جب تو نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی طرف سے روح میرے اندر پھونکی میں نے سر جو اٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا **لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ** ۔ سو میں نے معلوم کر لیا کہ تو نے اپنے نام پاک کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہے جو تیرے نزدیک تمام مخلوق سے پیارا ہوگا ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تم نے سچ کہا۔ واقعی محمد ﷺ میرے نزدیک تمام مخلوقات سے زیادہ پیارے ہیں اور جب تم نے ان کے واسطے سے مجھ سے درخواست کی تو میں نے تمہاری مغفرت کی اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔

ابوالبشر حضرت آدمؑ سے قبل:

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب انسانیت کی ابتداء ہی حضرت آدمؑ سے ہوئی تو اس سے قبل حضور ﷺ کے نبی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس اعتراض کے جواب کیلئے ہم چند روایات پیش کرتے ہیں جن سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ زندگی حضرت آدمؑ سے قبل بھی موجود تھی اور اللہ تبارک وتعالیٰ اور پیارے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کی حمد ونعت اس وقت بھی جاری تھی۔ شیخ محی الدین ابن عربیؒ فتوحات مکیہ میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ **ان اللہ خلق مأتہ الف آدم۔** بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ آدم پیدا فرمائے۔ اور عالمِ امثال کے بعض مشاہدات سے ایک حکایت ہے کہ ایک وقت کعبہ شریف کا طواف کرتے وقت مجھے یوں معلوم ہوا کہ میرے ہمراہ ایک جماعت طواف کر رہی ہے اور میں ان کو نہیں پہچانتا اور طواف کے دوران یہ لوگ عربی کے دو بیت پڑھتے تھے جن میں سے ایک بیت یہ ہے۔

لقد طفنا کما طفتم سنینا بھذا البیت طرا اجمعینا۔

جس طرح تم نے طواف کیا ہم سب نے مل کر کئی برس اس بیت اللہ کا طواف کیا۔ جب میں نے یہ بیت سنا تو میرے دل میں خیال گزرا کہ یہ عالم امثال کے ابدال ہیں تو فوراً ان میں سے ایک نے میری طرف نگاہ کی اور فرمایا کہ میں تمہارے بزرگوں میں سے ہوں میں نے پوچھا۔ آپ کو فوت ہوئے کتنا عرصہ گزرا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے فوت ہوئے چالیس ہزار سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے۔ میں نے تعجب کرتے ہوئے کہا ابھی تک آدمؑ کو سات ہزار سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے تو انہوں نے فرمایا تو کس آدم کی بات کرتا ہے ہاں یہی وہ آدم ہے جو اس سات ہزار سال کے دور کے آغاز میں پیدا ہوئے

۔حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ نے فرمایا اس وقت وہ حدیث شریف مذکور میرے دل میں گزری کہ اس بات کی تائید کرتی ہے۔ (مکتوبات شریف دفتر دوم حصہ ۷ مکتوب نمبر ۵۸ صفحہ ۲۲)

☆ اور ایک معتبر کتاب میں نظر سے گزرا کہ ایک شخص نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے پوچھا یا امیر المومنین! آدمؑ سے تین ہزار برس پہلے کون تھا؟ آپؓ نے فرمایا کہ آدم تھا جب تین مرتبہ یہی بات ہوئی تو سائل نے آپؓ کے سامنے سر جھکالیا اور خاموش ہوگیا تب جناب ولایت پناہؓ نے فرمایا۔ اگر تمیں ہزار بار پوچھتا رہتا کہ آدم سے پہلے کون تھا تو میں کہتا رہتا کہ آدم تھا۔ (تاریخ فرشتہ جلد ۱ صفحہ ۵)

ابوالبشر حضرت آدمؑ ایک سو ایک واں آدم تھے۔

صاحب تاریخ خواجگی نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے امام برحق جعفر صادقؓ سے آدم کی پیدائش کے حالات پوچھے تو سائل کے جواب میں حضرت امام جعفر صادقؓ نے فرمایا۔ کہ کس آدم کے حالات پوچھتے ہو؟ اس آدم کے جو ہمارا جد امجد ہے یا کسی اور کے؟ تو سائل نے حیران ہو کر عرض کیا کہ اے امام عالی مقام! کیا آدم صفی اللہ کے علاوہ اور بھی آدم ہیں آنجناب نے فرمایا کہ آدم صفی اللہ ایک سو ایک واں آدم ہیں اور ان سے پہلے ایک سو آدم گزرے ہیں۔ (بوادر نوادر جلد ۱ صفحہ ۱۵۵)

☆ تاریخ طبری میں ہے کہ ایک دن حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں زمین و آسمان کی مدت پیدائش کے متعلق سوال کیا تو آپ کو حکم ہوا کہ فلاں جنگل میں ایک کنوئیں پر جا کر ایک کنکری اس میں ڈالو تو حقیقتِ حال آپ پر واضح ہو جائے گی۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ وہاں گئے اور کنکری ڈالی تو اس کنوئیں سے آواز آئی کہ کنوئیں پر کون صاحب ہیں آپ نے فرمایا میں موسیٰ بن عمران بن بصیر۔ تا آنکہ اپنا سلسلہ نسب حضرت آدم صفی اللہ تک گنا۔ پھر

دوبارہ آواز آئی کہ ہر زمانہ میں اسی نام ونسب کا شخص اس کنوئیں پر آیا اور ایک کنکری ڈالی حتیٰ کہ کنواں آدھا پر ہو گیا۔ (نوادر نوادر جلد ۱ صفحہ ۱۵۵)

قدیم تر اقوام

جب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور پہاڑوں کو گاڑا اور ہوا کو چلایا اور درندے اور پرندے پیدا فرمائے تو درختوں کے میوے گرتے اور زمین پر خشک ہو جاتے۔ گھاس پیدا ہوتی اور گھنے جنگل بن جاتے۔ تب زمین نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے ہوا سے ایک مخلوق پیدا فرمائی اور اس میں سفید اور سیاہ اور سرخ اور زرد اور گونگے اور بہرے اور قوی اور کمزور اور عورت اور مرد، ہر قسم کے لوگ تھے۔ آپس میں نکاح کیا اور خوب بڑھے اور زمین کے ہر گوشہ میں پھیلے۔ اور پتھروں کی عمارتیں بنائیں اور وحشی جانوروں کا شکار کیا اور بڑی شان وشوکت سے زندگی بسر کی۔ جب زمین پر انہوں نے فسادات شروع کیے اور باز نہ آئے تو سخت آندھی سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پانی سے ایک مخلوق کو پیدا فرمایا۔ جن کو البن کہا جاتا تھا۔ یہ بھی اس کثرت سے پھیلے کہ زمین کا کوئی حصہ ان سے پوشیدہ نہ رہا۔ انہوں نے کنوئیں کھودے اور نہروں اور پلوں کو بنایا اور بحر و بر میں شکار کھیلا۔ حتیٰ کہ کافی عرصہ کے بعد انہوں نے فسادات بے حد کیے جس کے باعث مٹ کر بے نشان ہو گئے۔ (بدائع الدهور فی وقائع الدهور [illegible] صفحہ ۰)

جنات اور شیطان کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:- **والجان خلقناه من قبل من نار السموم** اور جنوں کو ہم نے اس سے پہلے بھڑکتی ہوئی آگ سے پیدا کیا۔ کہتے ہیں کہ جنات کی پیدائش ایک وسیع آگ سے ہوئی اور ابو عیسیٰ اصفہانی سے روایت ہے کہ جب طارہ نوس اور اس کی

اولادتو الداور تناسل سے بہت ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو شریعت کا مکلف بنا کر عبادت کا حکم فرمایا تو طارہ نوس اور اس کی اولاد نے احکام شریعت کو قبول کرلیا اور بہت آرام سے زندگی گزاری۔ جب ۳۶ ہزار سال دوسرے قول کے مطابق تریسٹھ ہزار سال اور ایک اور قول کے مطابق پچیس ہزار سال گزر گئے تو انہوں نے گناہ اور سرکشی شروع کی تو حق تعالیٰ نے التزام حجت کے بعد عذابوں سے ان کو ہلاک کیا اور جو شرع کے پابند تھے باقی رہ گئے اور جلبانیس ان کا والی بنا۔ جب ۳۶ ہزار سال کا دور گزرا تو چونکہ ان کی سرشت آگ سے تھی لہٰذا انہوں نے نافرمانی اختیار کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو فنا کردیا اور بقایا نیکو کاروں کا بلیقا حاکم ہو گیا۔ جب تیسرا دور گزرا تو انہوں نے شریعت سے کنارہ کیا تو عذاب خداوندی میں مبتلا ہو گئے اور چند باقی ماندہ کے ہاموس پیشوا ہوئے۔ جب چوتھا دور ختم ہوا تو اس وقت پھر جنات نے نعمت کا کفران کیا اور وعظ و نصیحت کی مطلقاً پرواہ نہ کی تو آسمان سے فرشتے اترے اور ان کو قتل کیا۔

ابلیس کی عبادت وریاضت

ابلیس جس کی عبادت وریافت کی وجہ سے اس کا لقب عزازیل پڑ گیا تھا اس کے باپ کا نام خبلیث تھا جس کی شکل شیر کی مانند تھی اور اس کی ماں کا نام نبلیت تھا جس کی شکل بھیڑیے کی مانند تھی۔ جب چوتھے دور میں جنوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ایک جماعت ان کی سرکوبی کیلئے بھیجی فرشتوں نے اکثر جنوں کو قتل کردیا اور باقی ماندہ کو پہاڑوں کی کھوہ میں اور ویران جزیروں میں نکال دیا۔ ابلیس جو کہ اپنے ساتھی جنوں کی سرکشی کی وجہ سے گوشہ نشین اور عبادت الٰہی میں مشغول ہو گیا تھا اس نے اتنی عبادت کی کہ حضرت فریدالدین عطار فرماتے ہیں کہ اس روئے زمین میں ایک بالشت بھی جگہ ایسی

نہ تھی جس پر ابلیس نے عبادت نہ کی ہو۔اس عبادت کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے اسے سبز زمرد کے دو پر عطا فرمائے جن سے اڑ کر یہ آسمان اول پر گیا یہاں پر اس نے ایک ہزار سال عبادت کی اور اس کا نام آسمان اول پر زاہد مشہور ہو گیا۔ پھر دوسرے آسمان پر ایک ہزار سال عبادت کی یہاں اس کا نام عابد مشہور ہوا۔ المختصر ساتوں آسمانوں پر ایک ایک ہزار سال عبادت میں مشغول رہا۔اس کی عبادت سے فرشتے اس سے بہت متاثر ہوئے اور رضوانِ جنت نے اللہ تعالیٰ سے التجاء کی کہ اسے جنت میں بھی آنے کی اجازت دی جائے تو اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو جنت میں بھی داخلے کی اجازت عطا فرمائی ۔ جنت میں عرشِ مجید کے پائے کے نیچے زمردیں تخت بچھایا جاتا اور وہ فرشتوں کو وعظ و تبلیغ کرتا۔ یہ سلسلہ کافی عرصہ چلتا رہا۔کافی عرصہ کے بعد وہ جن جو ہلاکت سے بچ گئے تھے اور ان کی ذریت کافی ہو گئی تھی وہ پھر اکٹھے ہوئے اور دوبارہ زمین میں فساد برپا ہو گیا۔ابلیس نے ان کی رہنمائی کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنی خدمات پیش کیں جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور اس کے ساتھ فرشتوں کی ایک جماعت کو بھیجا۔ابلیس نے ان کو دعوتِ رشد و ہدایت دی مگر بہت کم جنوں نے اس پر لبیک کہا۔آخر کار ابلیس نے سرکشوں کی اکثریت کو قتل کیا اور باقی ماندہ کو منتشر کر دیا۔اس کارنامے کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو تمام روئے زمین اور آسمان دنیا کی حکمرانی اور جنت کی کنجیاں عطا فرمائیں ۔ابلیس کبھی زمین پر کبھی آسمان پر اور کبھی جنت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا۔ کیونکہ ابلیس جن تھا اور اس کا مادہ آگ اور دھواں تھا اس لیے جب اس کا اقتدار مستحکم ہو گیا تو اس کے دل میں یہ خیال بس گیا کہ میرے جتنا اللہ کا مقرب اور پسندیدہ کوئی اور نہیں ہو سکتا اس لیے میں ہی اس کے نائب بننے کا حق دار ہوں انہی دنوں فرشتوں کی ایک جماعت نے لوح محفوظ پر یہ عبادت دیکھی کہ مستقبل میں اللہ کا ایک مقبول بندہ راندۂ درگاہ ہوگا اور اس پر مسلسل لعنت کی جاتی رہے گی۔ فرشتے جب لوح محفوظ سے یہ

عبارت دیکھ کر واپس آئے تو بہت مغموم تھے۔ ابلیس نے وجہ پوچھی تو انہوں نے تمام واقعہ بیان کیا۔ ابلیس نے کہا میں اس سے بہت پہلے سے آگاہ ہوں مگر میں نے تمہیں اس لیے مطلع نہیں کیا کیونکہ تمہارا اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ فرشتوں نے اس سے درخواست کی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرے تا کہ ہم اس مصیبت سے محفوظ رہیں۔ ابلیس نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھا دیئے اور بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ **اللھم امنھم** اے اللہ ان کو اس مصیبت سے محفوظ فرمادے۔ اس نے فرشتوں کیلئے دعا کر دی۔ مگر غرور اور تکبر کی وجہ سے اپنے آپ کو شامل نہ کیا کیونکہ اسے یہ گمان ہو گیا تھا کہ میں تو اس زمرے میں آتا ہی نہیں ہوں۔ اس غرور و تکبر کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود ہی اس سزا کا مستحق قرار دیا گیا۔

دوسری روایت

ایک اور روایت کے مطابق عزازیل نے لوح محفوظ پر **اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔** لکھا ہوا دیکھا۔ یہ دیکھ کر عزازیل نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے پوچھا یا اللہ یہ شیطن الرجیم کون ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ ہمارا ایک بندہ ہے جس کو ہم نے انواع واقسام کی نعمتوں سے نوازہ ہے اور اس پر بے شمار انعامات کیے ہیں مگر پھر بھی وہ میری نافرمانی کرے گا۔ لہٰذا میں اسے ذلیل ورسوا کروں گا اس پر ابلیس نے کہا اے مولا مجھے وہ بندہ دکھادے تا کہ میں اسے ہلاک کر دوں۔ اس نے غرور وتکبر کیا جو کہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اس لیے وہ خود ہی اس سزا کا مستحق ٹھہرا۔ عزازیل کی عبادت وریاضت پر ایک اور روایت منقول ہے کہ عزازیل زمین وآسمان میں جہاں چاہتا اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کرتا اور ہزار سال تک سجدے میں پڑا رہتا۔ جب سجدے سے سر کو اٹھاتا تو وہاں پر **لعن اللہ علی ابلیس** یعنی ابلیس پر اللہ کی لعنت ہو لکھا ہوتا۔ عزازیل بھی ابلیس پر لعنت

کرتا اور وہاں پر یہی الفاظ لکھ دیتا۔ (حوالہ معارج النبوۃ اردو صفحہ ۳۷)

علماء کرام نے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا۔ **واذ قال ربک للملائکۃ انی جاعل فی الارض خلیفہ** یعنی میں زمین پر اپنا نائب بنانے والا ہوں تو عزازیل نے یہ خیال کیا کہ علمی اور عملی کاموں میں میرا کوئی ثانی نہیں ہے اس لیے وہ نائب اور خلیفہ میں ہی ہو سکتا ہوں اور اگر اللہ تعالیٰ نے میرے علاوہ کوئی اور خلیفہ بنایا تو میں مزاحمت کروں گا اور اسے خلیفہ تسلیم نہیں کروں گا، کیونکہ اس کے دل میں غرور و تکبر سما چکا تھا اس لیے اس نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور بارگاہ الٰہی سے راندہ قرار دے دیا گیا۔

فائدہ:۔ عزازیل سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کسی دوسرے نے نہیں کی مگر نبی کی تعظیم نہ کرنے پر اس کے تمام اعمال اکارت ہو گئے تو آج اگر کوئی چند سالہ عبادت پر ناز کرے اور تمام انبیاء کے سردار اور وجہ تخلیق کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعظیم نہ کرے تو اس کی یہ تھوڑی سی عبادت کی کیا حیثیت۔

2۔ بندے کو اپنی عبادات پر ناز نہیں کرنا چاہیے کیونکہ قیامت کے دن اگر بخشش ہو گی تو پیارے مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت سے نہ کہ عبادات و ریاضات سے۔

3۔ عبادات و ریاضات اسی وقت شرف قبولیت حاصل کر سکتی ہیں جب عشق مصطفیٰ ﷺ اور محبت و تعظیم ہو ورنہ یہ سب بے کار ہیں۔

ہام جن کا اسلام:۔

خدا کی قدرت ہے کہ ابلیس جیسے ملعون کی نسل سے خدا کا ایک برگزیدہ شخص پیدا ہوتا ہے جس کا شیخ کمال الدین دمیری نے ذکر کیا ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ مکہ

کے پہاڑوں سے باہر حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں موجود تھا کہ ناگاہ ایک بوڑھا نیزے کا سہارا لیے ہوئے ہماری طرف آتا ہوا دیکھ کر حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔ اس کی رفتار جنوں کی ہے جب قریب آ کر اس نے سلام کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کی آواز بھی جنوں کی ہے تو وہ کہنے لگا آپ نے بجا فرمایا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ کس جن سے ہے؟ تو اس نے عرض کی میں ہام بن الاقیس بن ابلیس ہوں۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تیرے اور اس کے درمیان دو واسطے ہیں؟ عرض کی جی ہاں۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ تیری عمر کتنی ہے؟ عرض کی بہت کم عرصہ زندگی بسر کی ہے اور جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو میں چند سالہ لڑکا تھا اور میں پہاڑوں میں لوگوں پر سوار ہو کر ان سے کھیلا کرتا تھا تب حضور ﷺ نے فرمایا۔ یہ بہت برا کام ہے۔ ہام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ملامت سے معاف فرمایئے کہ میں حضرت نوحؑ پر ایمان لایا اور حضرت ابراہیمؑ سے ملا اور ان پر ایمان لایا اور جب وہ آگ میں ڈالے گئے میں ان کی خدمت میں موجود تھا اور جب حضرت یوسفؑ کنوئیں میں ڈالے گئے تو میں ان کی خدمت میں پہنچا اور حضرت شعیبؑ اور حضرت موسیٰؑ سے ملاقات کی اور حضرت عیسیٰؑ سے ملا تو انہوں نے مجھے کہا اگر محمد ﷺ سے ملنے کا اتفاق ہو تو میرا اسلام کہنا کہ میں آپؐ پر ایمان لایا۔ تب حضور ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰؑ اور تیرے پر سلام ہو۔ بتلاؤ اے ہام! تیری کیا حاجت ہے عرض کیا کہ موسیٰؑ نے مجھے تورات کی تعلیم دی اور عیسیٰؑ نے مجھے انجیل کی تعلیم دی۔ آپؐ مجھے قرآن کی تعلیم دیجئے تو حضور ﷺ نے قرآن شریف کی دس سورتیں ہام کو سکھلائیں۔ (حیوۃ الحیوان جلد ۱ صفحہ ۳۷۱)

قارئین کرام! یہ تمام پس منظر بیان کرنے کا مقصد صرف یہی تھا کہ جب اس زمین پر اربوں سال قبل بھی زندگی کا ظہور تھا تو جب اس زمین پر اربوں سال قبل حیات موجود تھی

تو یہ زمین فرشتوں کے بہت بعد میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تخلیق فرمائی اور فرشتوں سے بھی لاتعداد سال قبل نور مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے تخلیق فرمایا۔ تو جب اس زمین اور فرشتوں کی تخلیق کی مدت کا اندازہ لگانا ممکن نہیں تو وجہ تخلیق کائنات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے نور کی تخلیق کی مدت کا اندازہ لگانا کس کے بس کی بات ہے۔

ہر چیز اللہ تعالیٰ نے نور مصطفیٰ ﷺ سے بنائی:۔

اس موضوع کے ابتداء والی حدیث میں یہ ذکر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور مصطفیٰ ﷺ کو اپنے نور سے تخلیق فرمایا اور ہر چیز آپ کے نور سے بنائی اس سلسلہ میں دوسری روایت جو ابو موسیٰ مدنی نے اشرف المصطفیٰ میں تحریر فرمائی ہے وہ پیش خدمت ہے۔

جب خالق کائنات کی حکمت اس بات کی مقتضی ہوئی کہ اس بابرکت ذات کا ظہور اس خاکدانِ عالم سے کیا جائے تو اسی نور مصطفیٰ ﷺ سے ایک جوہر کو پیدا فرمایا اور اس کو ایک نظر قدرت سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ کی نظر ہیبت سے وہ جوہر پانی پانی ہو گیا اور ایک ہزار سال تک آنکھ کی پتلی کی طرح متحرک رہا۔ اس کے بعد اس جوہر کو دس حصوں میں تقسیم کیا اور اس کی پہلی تقسیم سے عرش کو پیدا فرمایا۔ عرش کی مسافت کا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے چار لاکھ پائے بنائے اور ایک پائے سے دوسرے پائے کے درمیان چار لاکھ سال کی مسافت رکھی۔ جوہر کے دوسرے حصے سے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا جس کا طول پانچ سو سال اور عرض چالیس سال کی مسافت رکھی۔ قلم کی تخلیق کے بعد اسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا "**اکتب**" لکھ۔ قلم نے عرض کی اے پروردگار کیا لکھوں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "**علمی فی خلقی وماھو کائن الی یوم القیمة**" یعنی مخلوق کے بارے میں میرا علم قیام قیامت تک ہونے والی باتوں کے بارے میں لکھ۔ قلم

نے پھر سوال کیا اے مولا ابتداء کہاں سے کروں تو حکم ہوا **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** سے ابتداء کر۔ ایک روایت کے مطابق **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** کی کتابت ہزار ہا سال میں مکمل ہوئی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عزت وجلال کی قسم کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے کہ اگر امت مصطفیٰ ﷺ کا کوئی فرد ایک مرتبہ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** کی تلاوت کرے گا تو اس کے نامۂ اعمال میں سات سو سال کی عبادت کا ثواب لکھا جائے گا۔ اس کے بعد قلم کو حکم ہوا کہ لکھو۔ **انی انا اللہ لا الہ الا محمد رسول اللہ من استسلم بقضائی وصبر علی بلائی وشکر علی نعمائی ورضی بحکمی کتبتہ صدیقا وبعثہ یوم القیامۃ مع الصدیقین ولم یصبر علی بلائی ولم یشکر علی نعمائی ولم یرض بحکمی فلیختر الٰہاً سوائی۔**

یعنی پھر قلم کو حکم ہوا لکھو کہ کوئی معبود نہیں سوائے میرے اور محمد ﷺ میرے رسول ہیں۔ جس کسی نے میرے لکھے ہوئے کو تسلیم کیا اور مصیبت میں صبر کیا اور نعمت پر شکر ادا کیا اور میرے حکم پر راضی ہوا میں اسے صدیقین میں لکھوں گا اور قیامت کے دن اسے صدیقوں کے ساتھ ہی اٹھاؤں گا اور ان کے مرتبے میں ہی رکھوں گا اور جس کسی نے اسے تسلیم نہ کیا اور مصیبت پر صبر نہ کیا اور انعامات پر شکر ادا نہ کیا اور میرے حکم پر راضی نہ ہوا تو اس کا معاملہ اس کے برعکس ہوگا۔ الختصر قلم کو حکم ہوا کہ قیامت تک ہونے والے واقعات کو لکھو تو اس نے سب کچھ اللہ تعالیٰ کے سکھائے سے لکھ دیا۔ جوہر کے تیسرے حصے سے اللہ تعالیٰ نے لوح کو تخلیق فرمایا۔ تفسیر تیسر کے مطابق لوح کو سفید موتی کے دانہ سے بنایا گیا جس کے کنارے یاقوت سرخ کے تھے اس کا عرض زمین سے آسمان تک کی مسافت کے مطابق مقرر فرمایا اور طول کا کوئی اندازہ نہیں۔ لوح کو یہ خصوصیت عطا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ روزانہ اس کو تین سو ساٹھ مرتبہ

شرف روایت عطا فرماتا تھا۔اس پر تحریر تھا۔

یحیی میتاولیمیت حیاویغنی فقیر اویغفر غنیاویعذ ذلیلا ویذل عزیزا۔

یعنی وہ مردوں کو زندہ فرماتا ہے اور زندوں کو موت سے ہمکنار کرتا ہے۔فقیر کو مالدار اور مالدار کو فقیر بنا دیتا ہے اور ذلیل کو عزت عطا فرماتا ہے اور عزت دار کو ذلت۔لوح کا اوپر والا حصہ عرش اعظم کے ساتھ لگا ہوا ہے اور زیریں حصے کو ایک فرشتے نے تھاما ہوا ہے۔نور مصطفی ﷺ کے جوہر کے چوتھے حصے سے اللہ تعالیٰ نے چاند کو اور پانچویں حصے سے سورج کو تخلیق فرمایا۔روایات کے مطابق چاند کا عرض اربوں فرسنگ ہے۔چاند کو روزانہ عرشِ الٰہی سے انوار منتقل ہوتے ہیں اور اس کو نور سے حرارت دی جاتی ہے اور دوسرے دن اس سے حرارت واپس لے لی جاتی ہے اور اس حرارت کو جہنم میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔قیامت کے دن وہ تمام انوار اس سے لے کر عرشِ الٰہی کو منتقل کر دیئے جائیں گے اور تمام عرصہ کی حرارت سورج کو عطا کر دی جائے گی تاکہ اس کی تاریکی گرمی اور حدت شدت اختیار کر جائے۔نور مصطفی ﷺ کے جوہر کے چھٹے حصے سے اللہ تعالیٰ نے جنت کو تخلیق فرمایا اور اسے اپنے فرمانبرداروں،اولیاء،صالحین اور اپنے پیاروں کا مسکن بنایا روایات میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو بنایا تو حضرت جبرائیلؑ سے فرمایا ۔اے جبرائیل جاؤ میری جنت کو دیکھ کر آؤ۔جب حضرت جبرائیلؑ نے جنت دیکھی تو عرض کی اے مولا کریم تیری جنت اتنی خوبصورت ہے کہ کون ہے جو اس کے بارے میں سنے اور عمل کر کے اس میں داخل نہ ہو جائے۔پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے گرد گرد امر بالمعروف ونہی عن المنکر۔اعمال صالح،عبادات وریاضات،اطاعت وشکر کی باڑ لگائی اور پھر حضرت جبرائیلؑ کو مشاہدہ کیلئے بھیجا۔مشاہدہ کے بعد حضرت جبرائیلؑ نے عرض کی اے مولا تیرے

فضل کے بغیر تیری اس جنت میں داخل کوئی ہو نہیں سکتا۔ یعنی اب اس میں داخل ہونا اتنا کٹھن اور مشکل ہو گیا ہے کہ تیرے فضل کے بغیر اعمال کے بڑے سے بڑے ڈھیر والا بھی اس کا حق دار نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ہم اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے کہ ہم جنت میں اللہ کے فضل اور پیارے مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت سے ضرور جائیں گے کیونکہ ہمیں اپنے اعمال پہ ناز نہیں اگر ناز ہے تو پیارے رحمۃ اللعالمین ﷺ کی شفاعت پر ہے کیونکہ

کریم اللہ بھی ہے اور کریم اس کے پیغمبر بھی
بھروسا ہے مجھے رحمٰن پر اور محبوب رحمٰن پر

اور

وہ نبی جو میرا بھلا کرے میری بخششوں کی دعا کرے
مجھے بھول جائے وہ حشر میں میرے دشمنوں کی یہ بھول ہے

نور مصطفیٰ ﷺ کے جوہر کے ساتویں حصے سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے دن کو بنایا اور دنیا والوں کے لئے کام کاج اور کاروبار کیلئے وقف کر دیا۔ آٹھویں حصے سے ملائکہ کو تخلیق فرمایا اور ان میں مختلف گروہ بنائے اور ان کو اپنی عبادت اور مومنین و مومنات کیلئے مغفرت طلب کرنے کیلئے مقرر فرما دیا۔ فرشتوں کا کوئی گروہ قیام کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء میں مشغول ہے تو کوئی رکوع میں، کوئی جلسہ میں ہے تو کوئی قومہ میں، کوئی سجدے میں ہے تو کوئی التحیات میں اور ان کی تعداد کیا ہے یہ اللہ جانے یا اللہ کے بتائے سے اللہ کا محبوب جانے۔ البتہ فرشتوں کے ایک گروہ کی تعداد کا اندازہ لگانے کیلئے پیارے مصطفیٰ ﷺ کی یہ حدیث پیش

خدمت ہے کہ معراج کی رات پیارے مصطفیٰ ﷺ نے ایک جگہ پر فرشتوں کی ایک قطار جاتے ہوئے دیکھی تو آپؐ نے حضرت جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ کہاں جارہے ہیں تو جبرائیل نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ جب سے میں تخلیق کیا گیا ہوں اس وقت سے ان قطاروں کو اسی طرح رواں دواں دیکھ رہا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ یہ کہاں سے آرہے ہیں اور کہاں جارہے ہیں البتہ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ جو فرشتہ ایک مرتبہ گزر جاتا ہے وہ دوبارہ نہیں آتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا آؤ ان سے پوچھتے ہیں آپؐ نے ایک فرشتے سے پوچھا تیری عمر کتنی ہے اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اس بارے میں میں کچھ نہیں جانتا البتہ مجھے یہ معلوم ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر چار لاکھ سال کے بعد ایک تارہ پیدا فرماتا ہے میں نے اس تارے کو چار لاکھ مرتبہ پیدا ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔

جوہر کے نویں حصے سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے کرسی کو بنایا۔ پھر کرسی کو تمام آسمانوں پر محیط کیا ۔ساتوں آسمانوں اور زمینوں کو اس کے مدمقابل میدان میں ایک حلقہ کی شکل دے دی ۔کرسی کے دائیں اور بائیں جانب دس دس ہزار کرسیاں رکھیں اور ان پر ایک ایک فرشتہ مقرر فرمادیا جو کہ آیت الکرسی کی تلاوت میں مشغول ہو گیا اور اس کا ثواب ملت مسلمہ کے ہر اس شخص کے لئے مقرر فرمادیا جو آیت الکرسی کی تلاوت کرے۔ دوسری روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے کرسی پر قلم قدرت سے آیت الکرسی تحریر فرمائی اور فرمایا جو کوئی بھی اس آیت یعنی آیت الکرسی کی تلاوت کرے گا قیامت کے دن اس کے نامہ اعمال میں کرسی کے وزن کے مطابق نیکیاں لکھ دی جائیں گی۔ نورِ مصطفیٰ ﷺ کے نور کے جوہر کے دسویں حصے سے جسم محمدی ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا۔ اس ذرہ سے وہ ذرہ خاکی مراد ہے جس سے نور محمدی ﷺ کا جسم اطہر بنا۔

(معارج النبوۃ اردو ترجمہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی)

اس تمام تفصیلی روایت کو نقل کرنے کا مقصد صرف یہ بیان کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز نورِ مصطفیٰ ﷺ سے بنائی۔ ایک اور روایت کے مطابق نورِ مصطفیٰ ﷺ کی تخلیق کے بعد اس نور سے 4120 قطرے ٹپکے ان قطروں سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی ارواح کو پیدا فرمایا جب ان ارواح نے سانس لیا تو ان سے اولیاء، صالحین، صدیقین، شہداء، متقین وغیرھم کی ارواح کو پیدا فرمایا۔ یعنی جو کچھ بھی ہے وہ نورِ مصطفیٰ ﷺ کے نور ہی کی ضیاء پاشیاں ہیں۔ وفا کے یہ شعر ملاحظہ ہوں۔

ظہورِ نور احمد سے ہوا سارا جہاں پیدا
ملک پیدا فلک پیدا زمیں پیدا زماں پیدا

کہاں عالم میں احمد سا ہوا عالی مکاں پیدا
ہوئے ہیں جس کے باعث سے زمین و آسماں پیدا

ہوئی ظلمت نہاں یکسر فروغِ نورِ احمد سے
ہوئے انجم یہاں سارے ہوئے سب آسماں پیدا

بنایا عرش خالق نے انہیں کے نورِ انوار سے
کیا لوح و قلم ظاہر ہوئے کرو بیاں پیدا

ظہورِ نورِ احمد جب ہوا آدم نہ تھے اس دم
نہ تھی خلقت یہ مولا کی نہ تھا نام و نشاں پیدا

نہ کوئی عرش سے تا فرش تجھ سا ہے نہ ہووے گا

نہ نوری تھے وہاں پیدا نہ خاکی تھے یہاں پیدا

بعثت عامہ:۔

شیخ تقی الدین سبکی نے اپنی کتاب مسماة بہ التعظیم والمنة فی لتؤ منن بہ ولتنصرنہ میں ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ کی عظمت ومنزلت کی وجہ اس امت کی عجیب شان ہے کیونکہ اگر پہلے انبیاءؑ آپ کے زمانہ میں پیدا ہوئے ہوتے تو وہ تمام نبیؑ آپؐ کی امت ہو کر آپ کی اتباع کرتے لہذا ثابت ہوا کہ آپ کی نبوت اور رسالت عامہ ہے حتیٰ کہ تمام نبیؑ اور ان کی امتیں آنخضرت ﷺ کی امت ہیں اور حضور ﷺ کا ارشاد مبارک "**بعثت الی الناس کافة**" میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ آپ ﷺ کے زمانہ اور قیامت تک آنے والے لوگوں سے خاص نہ تھا بلکہ ان سے پہلے بھی تمام آپ ﷺ کی امت میں شامل ہوں گے اور حدیث شریف میں ہے کہ "میں اس وقت نبی تھا جب کہ حضرت آدمؑ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اور جس نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں مقرر تھا کہ آپ ﷺ نبی ہوں گے اس نے اس حدیث کو نہیں سمجھا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا علم تو **جمیع ما کان وما یکون کو ازلا وابداً** محیط ہے۔ صرف آپ کی نبوت کی کیا خصوصیت ہے لہذا ثابت ہوا کہ آنخضرت ﷺ کی نبوت اس وقت ثابت تھی۔ جب کہ حضرت آدمؑ بھی پیدا نہیں ہوئے تھے یہی وجہ ہے کہ حضرت آدمؑ نے عرش مجید پر آنخضرت ﷺ کے اسم گرامی کو لکھا ہوا دیکھا اور اگر اس سے محض علم الٰہی اور تقدیر کی نبوت مراد لی جائے۔ تو اس بات میں سب نبیؑ برابر ہیں اور آنخضرت ﷺ کی خصوصیت ہی کیا ہے؟ بلکہ آنخضرت ﷺ کی نبوت اور رسالت اوّلی ہے اور آپ نے اس بات کی اپنی امت کو اس لیے خبر دی تا کہ آنخضرت ﷺ کا رتبہ امت کو معلوم ہو اور اس سے خیر و برکت حاصل ہو۔

(الخصائص الکبری للسیوطی جلد ا صفحہ ۴)

اور آنحضرت ﷺ کی نبوت عالم ارواح میں بھی جلوہ گر تھی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

کنت نبیاوادم بین الروح والجسم۔ میں اس وقت نبی تھا جبکہ حضرت آدم کی روح جسم میں نہیں آئی تھی۔

اگرچہ تمام نبیوں کی نبوت علم الٰہی میں ازلاً ثابت تھی مگر آنحضرت ﷺ کی نبوت تمام ملائکہ میں واضح اور ظاہر تھی اور آپ ﷺ کے علاوہ سب نبیوں کی نبوت پوشیدہ اور مخفی تھی بلکہ سلف صالحین نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک نے تمام نبیوں کی ارواح مقدسہ کو تربیت دی اور ان کو علوم الٰہیہ سے فیضان عطا فرمایا۔ جیسا کہ عنصر جسدِ مطہر میں جلوہ گر ہونے کے عالم عناصر کو اپنے فیوض و معارف سے بہرہ ور فرمایا۔ آنحضرت ﷺ عالم ارواح میں بالفعل اور بالواقع نبی مرسل تھے نہ کہ علمِ الٰہی میں نبی تھے۔ (مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۳)

مے توانی منکر از یزداں شدن **لیک از شانِ نبی نہ تواں شدن**

اور جس طرح عموم زمانی آنحضرت ﷺ کی رسالت سے مختص ہے اسی طرح عموم مکانی بھی آپ کی رسالت کے خصوصیات سے ہے۔ جیسا کہ شرح شفا شریف میں ہے اور عموم رسالت مکانی حضور ﷺ کی ذات والا صفات سے مخصوص ہے۔ جیسا کہ نصوص میں تصریح ہے اور اس پر اجماع ہے اور یہ اشکال بھی پیدا نہ ہوگا کہ حضرت نوحؑ کے طوفان کے بعد تمام باشندگان روئے زمین کی طرف معبوث ہوئے تھے اس لئے اس وقت روئے زمین پر سوائے چند آدمیوں کے کوئی باقی نہ تھا تو حضرت نوحؑ کی رسالت کا عموم بوجہ دیگر اقوام کے موجود نہ ہونے کے تھا جیسا کہ حضرت آدم کی بعثت کا حال ہے۔ (نسیم الریاض شرح شفا شریف جلد اول صفحہ ۱۰۴)

امام اعظم امام ابو حنیفہؒ ارشاد فرماتے ہیں:۔

انت الذی لولاک ماخلق امرء
کلا ولا خلق الوریٰ لولاک
واللہ یا یٰسین مثلک لم یکن
فی العٰلمین وحق من انباک

آپ ﷺ اگر نہ ہوتے تو پھر ہرگز کوئی شخص بھی پیدا نہ کیا جاتا اور اگر آپ ﷺ مقصود نہ ہوتے تو ہرگز یہ مخلوقات پیدا نہ کی جاتیں۔ خدا کی قسم اے یٰسین لقب والے، آپ ﷺ جیسا تمام مخلوق میں نہ کوئی ہوا ہے نہ ہوگا۔ قسم ہے اس کی جس نے آپ ﷺ کو سربلند کیا ہے۔

پیارے مصطفیٰ ﷺ ہر تخلیق سے پہلے بھی نبی تھے:۔

امام ترمذی جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں۔

قال قالوا یارسول اللہ متی وجبت لک النبوۃ قال وآدم بین الروح والجسد ۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۱۳)

فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کیلئے نبوت کب واجب کردی گئی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب آدم روح اور جسم کے مرحلے میں تھے۔ **بین الروح والجسد** ۔ کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں ۔ **وانہ مطروح علی الارض صورۃ بلاروح والمعنی قبل تعلق روحہ بجسد**۔

یعنی حضرت آدمؑ جب بغیر روح کے اپنے پیکر خاکی کے ساتھ زمین پر موجود تھے۔ اس

کا مطلب یہ کہ جب ان کی روح اور جسد عنصری کا آپس میں کوئی تعلق قائم نہیں ہوا تھا۔

2۔ امام طبرانی اور ابو نعیم حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔

قال ۔ قیل یارسول الله ﷺ متی کنت نبیاء؟قال وآدم بین الروح ولجسد۔ (الخصائص الکبریٰ ۴)

انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ سے عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ آپؐ کب سے نبی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدمؑ روح و جسم کے مرحلے میں زیر تکمیل تھے۔

3۔ حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے۔ **قیل النبی ﷺ متی وجبت لك النبوة ۔قال بین خلق ادم ونفخ الروح فیه۔**

(مستدرک للحاکم جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)

عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ آپؐ کیلئے نبوت کب واجب ہوئی۔آپؐ نے فرمایا جب آدمؑ خلقت کے مرحلے میں تھے اور ان میں روح پھونکی جارہی تھی۔

نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے:۔

یہاں پر یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ ہر نبی پیدائشی نبی ہوتا ہے کیونکہ عالم ارواح میں ان سے نبوت و رسالت کا میثاق لیا جا چکا ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بعد انبیاء کے نام لے کر بھی اس میثاق کا ذکر کیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

واذا اخذنا من النبین میثاقھم ومنك ومن نوحٍ وابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ابن مریم واخذنا منھم میثاق غلیظا۔

(سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۳۳)

اور اے پیارے محبوب ﷺ یاد کرو جب ہم نے انبیاء سے وعدہ لیا اور آپؐ سے بھی اور نوحؑ اور ابراھیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے بھی اور ہم نے ان سب سے پختہ عہد لیا۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نام لے لے کر بالتخصیص اس حلف کا ذکر کیا ہے جو کہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ عالم ہست و بود میں آنے سے پہلے ہر نبی اور ہر رسول کو نہ صرف اپنے اپنے مناصب نبوت پر فائز کیا گیا بلکہ ان سے حلف لے کر انہیں نبی اور رسول ہونے کا ادراک بھی عطا کر دیا گیا۔ اس سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ کوئی نبی بھی اس دنیا میں آتے وقت اپنے نبی یا رسول ہونے کے احساس سے بے خبری کی حالت میں پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ اسے اپنی ولادت کے پہلے دن سے ہی اپنے نبی اور رسول ہونے کی خبر ہوتی ہے۔

اب اگر کوئی نادان یہ کہے کہ کسی نبی کو بعثت سے پہلے اپنی نبوت کا پتہ بھی نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک عام انسان کی طرح ہی ہوتا ہے اس کے بھی دو کان ہمارے بھی دو کان، اس کے بھی دو ہاتھ ہمارے بھی دو ہاتھ، اس کی بھی دو آنکھیں ہماری بھی دو آنکھیں وغیرہ (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔ اسی طرح بشری نقائص اور کمزوریوں کے حوالے سے نبی اور رسول کو بھی اپنے جیسا تصور کر لینا نہایت ہی جہالت اور قرآن وحدیث کے علم سے ناآشنائی کا نتیجہ ہے۔ ہر نبی اور رسول تو پیدا ہوتے ہی نبی اور رسول ہوتا ہے، بلکہ اسے جو صحائف عطا کیے جاتے ہیں اس کا بھی اسے علم ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جب لوگوں نے حضرت مریمؑ پر تہمت لگائی تو آپ نے اپنے شیر خوار بچے کی طرف اشارہ کیا تو ان لوگوں نے تمسخر کے ساتھ کہا کہ یہ گھوارے کا بچہ بھی بولے گا تو آپ نے اسی وقت فرمایا۔

قال انی عبداللہ اتنیی الکتب وجعلنی نبیا۔ اے لوگو سن لو میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنا نبی بنایا ہے۔

اس ایک مثال سے ہی اہل عقل کی گرہیں کھل جانی چاہئیں اور جو نہ مانے اس کیلئے خدا تعالیٰ نے خود فرما دیا ہے۔ **صم بکم عمی فھم لا یرجعون۔**

تو میں عرض کر رہا تھا کہ ہر نبی اور رسول پیدا ہوتے ہی نبی ہوتا ہے اور اسے اس بات کا ادراک بھی ہوتا ہے فرق صرف یہ ہے کہ بعثت سے پہلے صفت نبوت اس میں بالقوہ موجود ہوتی ہے بالفعل نہیں ۔اور جب وہ باقاعدہ اپنی نبوت کا اعلان کرتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اظہار نبوت کا حکم ہوتا ہے تو وہ صفت اس کو بالفعل عطا ہو جاتی ہے ۔آسان الفاظ میں اسے یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ ہر نبی اور رسول کا بعثت سے پہلا دور اس کا ذاتی شرف وکمال ہوتا ہے ۔اسے اپنے نبی یا رسول ہونے کا ادراک ہوتا ہے لیکن مخلوق کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔مخلوق کے ساتھ اس کا تعلق اس وقت ہوتا ہے جب اس نبی کا زمانہ بعثت آئے ۔یہ تو عام انبیاء کا حال ہے لیکن سردار انبیاء اور امام الانبیاء آقائے دو جہاں رحمت عالم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا حال دیگر انبیاء سے بہت مختلف ہے ،کیونکہ دیگر انبیاء ومرسلین کو اگر نبوت ورسالت عطا ہوئی تو پیارے مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے۔

واذاخذ اللہ میثاق النبین والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے گروہِ انبیاء تمہیں نبوت ورسالت عطا کی جاتی ہے مگر شرط یہ ۔ہے کہ تم سب میرے پیارے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاؤ ۔لازماً اس کی مدد کرو اور اپنی اقوام سے بھی ان کی رسالت کی تصدیق کرواؤ اور اگر تم میں سے کوئی ایسا نہ کرے تو **فمن تولی بعد ذالک فاؤلٰئک ھم الفسقون** ۔ امام شرف الدین بومیری نے کیا خوب کہا ہے۔

وکلھم من رسول اللہ ملتمس
غرفا من البحر اورشفاء من الدیم
فھو الذی تم معناہ و صورتہ
ثم اصطفاہ حبیبا باری النسم

یعنی تمام انبیاء حضور نبی اکرم ﷺ کے بحر کرم سے چلو بھر رہے ہیں اور آپ ﷺ کے ابر رحمت سے ہونٹ تو کر رہے ہیں یہی وہ ذات اقدس ہے جس کا ظاہر و باطن مکمل ہے پھر رب ذوالجلال نے اس سراپا حسن وخوبی کو اپنا حبیب منتخب فرمایا ہے۔

اپنے اور پرائے کا فرق:۔

آج اہل محبت ہیں جو پیارے مصطفی ﷺ کیلئے ''بعد از خدا برگ تو ئی قصہ مختصر '' اور ایک گروہ ایسا بھی ہے جو آپ ﷺ کو اپنے جیسا عام بشر کہتا ہے۔ان دونوں میں فرق اپنے اور پرائے کا ہے۔اسے مزید آسان کرنے کیلئے ایک مثال پیش خدمت ہے۔ایک ماہر کاریگر اپنی کمال کاریگری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اشیاء تیار کرتا ہے پھر ان میں سے جو سب سے عمدہ چیز ہوتی ہے اسے نمائش کیلئے رکھتا ہے تا کہ لوگ اس کے شاہکار کی تعریف کریں اب جو اس کاریگر سے محبت رکھنے والے ہیں وہ اس شاہکار کو دیکھ دیکھ کر واری اور قربان ہوتے گئے۔انہیں اس میں کمال ہی کمال اور حسن وخوبی ہی نظر آئی۔مگر جو مخالف پارٹی کے لوگ تھے وہ بھی جب اس شاہکار کو دیکھنے آئے تو وہ بولے چیز تو بہت اچھی ہے مگر یہاں سے ناقص ہے یہاں پر خم زیادہ ہے یہاں سے رنگ ٹھیک نہیں۔یہاں یہ ہونا چاہئے تھا یہاں یہ، وغیرہ۔دراصل وہ اس چیز میں عیب نہیں نکال رہے بلکہ کاریگر کی کاری گری میں عیب لگا رہے ہیں بلاتشبیہہ و بلامثال۔اللہ رب العزت جل مجدہ الکریم نے بے شمار مخلوقات بنائیں ان میں افضل ترین مخلوق حضرت انسان بنایا۔پھر ان انسانوں میں ولی بنائے،غوث بنائے،ابدال بنائے،اوتاد بنائے،قطب بنائے،امام بنائے،صحابی بنائے،نبی بنائے،رسول بنائے۔المختصر ایک سے بڑھ کر ایک بنایا مگر پھر ایک شاہکار قدرت جناب محمد رسول اللہ ﷺ بنا کر مبعوث فرمایا۔یہ وہ شاہکار ہے جس میں خوبیاں ہی خوبیاں ہیں کیونکہ

خلقت مبراء من کل عیب
کانك قد خلقت کما تشاء

اب اسے بنانے والے کی پارٹی کے لوگ آئے یعنی حضرت ابوبکر صدیق ؓ، حضرت عمر فاروق ؓ، حضرت عثمان غنی ؓ، حضرت حیدر کرار ؓ آئے اور اس شاہکار قدرت کو دیکھا تو ان کی زبانوں پر سبحان اللہ، سبحان اللہ جاری ہو گیا۔ انہیں اس شاہکار قدرت میں خوبیاں ہی خوبیاں نظر آئیں۔ اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا۔ حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری ؒ، حضرت فرید الدین گنج شکر ؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ؒ آئے اور آپ پر قربان ہوتے گئے اور آپ ﷺ کی شانیں اور عظمتیں بیان کرتے گئے، اور جب دوسری پارٹی کے لوگ آئے جن کو میں نے پرایا لکھا ہے انہوں نے دیکھا تو بولے ہیں تو اللہ کے نبی مگر ان کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں، ہیں تو رسول اللہ مگر ان کو کسی چیز کا اختیار نہیں، ہیں رسول مگر ہیں ہمارے جیسے ہی بشر (العیاذ باللہ تعالیٰ) یہ لوگ دراصل پیارے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر عیب نہیں لگا رہے بلکہ بنانے والے پر عیب لگا رہے ہیں اور اس کی قدرت کا انکار کر رہے ہیں کیونکہ

فانهم لایکذبونك ولکن الظلمین بایات الله یجحدون

اے محبوب پیارے یہ تجھے نہیں جھٹلا رہے بلکہ یہ ظالم لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے ہی منکر ہیں

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

حضورؐ صرف نبی نہیں بلکہ خاتم النبین ہیں :۔

قارئین کرام ! میں اپنے اصل موضوع کی طرف آتا ہوں یعنی حضور ہر تخلیق سے پہلے بھی نبی تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ صرف نبی ہی نہیں بلکہ خاتم النبین ہیں۔ حضرت عرباض بن ساریہ السلمیؓ سے مروی ہے۔

سمعت النبی ﷺ یقول انی عنداللہ فی ام الکتاب الخاتم النبیّن وان ادم لمنجدل فی طینته ۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد اول صفحہ ۸۳، المستدرک للحاکم جلد دوم صفحہ ۶۰۹)

میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا۔ آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت بھی ام الکتاب میں خاتم النبین تھا جب آدمؑ اپنی مٹی کے درمیان تھے۔

اسی روایت کو صاحب مشکوٰۃ نے شرح السنہ اور مسند امام احمد بن حنبل سے ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔ **انی عنداللہ مکتوب خاتم النبین وان آدم لمنجدل فی طینته۔** (مشکوٰۃ المصابیح باب فضائل سید المرسلین صفحہ ۵۱۳)

میں اللہ تعالیٰ کے ہاں خاتم النبین لکھا جاچکا تھا اور حضرت آدمؑ کا پیکر خاکی ابھی تیار ہو رہا تھا۔

قرآن مجید سے استدلال :۔

حبیب خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے خاتم النبین ہونے پر خود قرآن مجید گواہ ہے۔ آیت میثاق النبین میں ہی ہمیں تین استدلال ملتے ہیں۔

1۔ ختم نبوت پر پہلی دلیل تو اس آیت مبارکہ میں یہ ہے۔ "**ثم جآء کم رسول**" یعنی جب تم سب آچکو گے اور کوئی نبی اور رسول آنے والا باقی نہ رہے گا۔ اور تم سب

کے سب اپنی اپنی نبوت کا زمانہ گزار چکو گے تو پھر تم سب کے آخر میں میرا وہ پیارا رسول محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے گا۔ **"جاء کم"** کے الفاظ بصراحت بیان کر رہے ہیں کہ اس کے بعد کوئی نبی آنے والا باقی نہ رہے گا اور تم سب کے سب اپنا اپنا زمانہ نبوت گزار چکو گے۔ یعنی جس کا میثاق لیا جا رہا ہے وہ تم سب کے آخر میں آئے گا اور میں اس پر نبوت و رسالت کو ختم کروں گا۔

2۔ **"ثم جاء کم"** کے ذریعے اللہ رب العزت نے یہ بھی ظاہر کر دیا کہ تم میں سے کوئی نبی ایک علاقے کیلئے، ایک قوم کیلئے، ایک شہر کیلئے، ایک نسل کیلئے ہوگا یہاں تک کہ روئے زمین کا کوئی گوشہ بھی ایسا نہیں رہے گا جہاں پر کوئی رسول نہ آیا ہوگا۔ **وان من امة الا خلا فیھا نذیرا۔** (سورۃ فاطر آیت ۲۴) اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی نصیحت کرنے والا (پیغمبر) نہ گزرا ہو اور جب نبوت و رسالت اپنی بلوغ کو پہنچ جائے گی اور انسانی شعور اپنی آخری حدوں کو چھو لے گا **"ثم جاء کم"** پھر ساری کائنات کیلئے میرا وہ پیارا رسول آئے گا وہ رسول کسی مخصوص علاقے، قوم، رنگ و نسل کیلئے نہیں ہوگا۔ بلکہ **وما ارسلنك الا كافة للناس بشيرا ونذيرا۔**

(سورۃ سبا آیت نمبر ۲۸)

اور اے محبوب ہم نے آپ کو تمام کائنات کیلئے خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ جہاں پر تم سب نبیوں کی حد ختم ہوگی اس سے بھی آگے میرے محبوب کی نبوت و رسالت جاری ہوگی اور وہ ازل سے لے کر ابد تک جاری رہے گی۔

3۔ **"مصدق لما معھم"** کے الفاظ پیارے مصطفیٰ ﷺ کی ختم نبوت کی واضح صدا دے رہے ہیں۔ یعنی میرا وہ پیارا جب آئے گا تو تم سب کی تصدیق کرے گا۔ پہلے تمام انبیاء مبشر تھے یعنی خوشخبری دینے والے تھے اس لیے وہ اپنے اپنے دور میں حضور نبی

اکرم ﷺ کی بشارتیں دیتے رہے مگر پیارے حبیب ﷺ صرف مبشر ہی نہیں بلکہ مصدق بھی ہیں کیونکہ تمام انبیاء آچکے اور اب کوئی آنے والا نہیں اور اگر بفرض محال کوئی اور نبی آنے والا ہوتا تو آپ بھی مبشر ہوتے نہ کہ مصدق کیونکہ تصدیق کرنے والا خوشخبری دینے والے کے بعد ہوتا ہے نہ کہ پہلے۔

☆ان ارید الا الاصلاح ماستطعت وما توفیقی الا باللہ ☆

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم
باب ہشتم
نور سے ظہور تک

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ باالله من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا ونصلی علیٰ شرف آدم وبنی آدم وهو وجه شرف للعالمین۔ اجمل الاجملین واکم الاکملین سیدنا ومولنا وملجأ ناومعوانا حبیبنا وطبیبنا وطبیب قلوبنا محمد صلی الله تعالیٰ علیه واله واصحابه اجمعین ۔ امابعد قال الله تعالیٰ فی قرآن المجید۔ لقد جاء کم من الله نوروکتاب ومبین۔

صدق الله العظیم۔

حضرات گرامی!

گزشتہ سطور میں ہم نور مصطفیٰ ﷺ کی تخلیق کے متعلق بیان کر چکے ہیں ان صفحات میں نور مصطفیٰ ﷺ کے جسد عنصری میں جلوہ گر ہونے سے لے کر حضرت آدمؑ کی پیشانی میں جلوہ گری تک اور حضرت آدمؑ سے حضرت عبداللہ تک کا ذکر کریں گے ۔اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب کے صدقہ سے سچ بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر قسم کی کمی کوتاہی، غلطی کو معاف فرمائے۔(امین)

جسد عنصری کی تخلیق:۔

"اول ماخلق الله نور" کے تحت یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ ہر چیز سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے نور مصطفیٰ ﷺ کو اپنے نور سے تخلیق فرمایا اور پھر اس نور سے ہی ہر چیز کو تخلیق کیا یعنی آپ ﷺ وجہ تخلیق کائنات ہیں۔ کروڑوں اربوں سال یہ نور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں مشغول رہا پھر جب اللہ تعالیٰ نے اس نور کو ظاہر کرنے کا

ارادہ فرمایا تو حضرت جبرائیل ،حضرت میکائیل ،حضرت اسرافیل کو حکم خداوندی ہوا کہ زمین پر جائیں اور آرام گاہِ رسول یعنی مدینہ طیبہ میں حجرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی جگہ سے خاک مبارک برائے خمیر صاحب لولاک ﷺ لائیں۔ وہ جگہ جس کے متعلق حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ما بين بيتى ومنبرى روضة من رياض الجنة۔

یعنی میرے حجرے اور میرے منبر کے درمیان کا تمام حصہ جنت کا ٹکڑا ہے۔

جب یہ عظیم فرشتوں کی جماعت زمین پر آئی اور یہ بشارت اس جگہ کو سنائی تو وہ فرط مسرت اور شوق و جوش میں وجد میں آگئی اور وہاں کی خاک کافور سے زیادہ سفید ظاہر ہوئی پھر حضرت جبرائیل نے ایک مثقال (یعنی ساڑھے چار ماشے) خاک لے لی اور واپس اپنی جگہ پر تشریف لائے۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے دوسرا حکم دیا کہ جنت میں جاؤ اور مشک و زعفران سنبل و ماء معین۔ سلسبیل اور شراب تسنیم مہیا کر کے ان تمام چیزوں کے آمیزے کو خاک پاک میں ملاؤ۔ جبرائیل امینؑ نے ان تمام چیزوں کی امیزش کی وجہ دریافت کی تو جواب ملا کافور سے استخوان ،زعفران سے پشت ،مشک سے خون ،سنبل سے بال ،سلسبیل سے دہان مبارک ،ماء معین سے لب اور دندان مبارک اور شراب تسنیم سے خون کو جاری کروں گا اور اس ذات مقدس کو تمام مخلوق کا شفیع بناؤں گا۔

جب خمیر شفیع عالم ﷺ کا تیار ہوگیا تو جبرائیلؑ کو حکم ہوا کہ اس کو تمام آسمانوں پر گھماؤ ۔ملائکہ کے محلوں میں لے جاؤ۔ جنت کی نہروں میں غوطہ دو۔ تمام عالم کے بحر و بر کو دکھاؤ اور ندا کرو

طينته حبيب رب العالمين وشفيع المذنبين ومشهور فى الاولين ومذكور فى الاخرين۔

یعنی یہ جسد عنصری حبیب رب العالمین اور گناہ گاروں کے شفیع کا ہے۔ جو پہلوں میں مشہور ہیں اور بعد میں آنے والوں میں ان کا تذکرہ باقی ہے۔ اس کے بعد حکم باری تعالیٰ ہوا کہ اس عنصر کو ایک قندیل میں ڈال کر ساق عرش کے ساتھ لٹکا دیا جائے۔ یہاں تک کہ یہ قندیل حضرت آدمؑ کے جسد خاکی بنانے تک ساقِ عرش پر معلق رہی اور جب حضرت آدمؑ کا قالب تیار کر لیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو حکم دیا کہ اس عنصر کو حضرت آدمؑ کی پیشانی میں جگمگا دیا جائے تو حضرت جبرائیلؑ نے بحکم خدا اس نور مبارک کو حضرت آدمؑ کی دونوں بھوؤں کے درمیان امانتاً رکھ دیا۔ اسی نور کی وجہ سے روح آپ کے جسم میں داخل ہوئی۔ اسی کی وجہ سے فرشتوں نے آپ کو سجدہ کیا اور یہی نور حضرت آدمؑ کی پیشانی پر سورج کی طرح چمکتا تھا اور جب حضرت حوا سے آپ کی شادی ہوئی تو یہ نور حضرت حوا میں منتقل ہو گیا۔

انگوٹھے چومنا:۔

جب نور مصطفیٰ ﷺ حضرت آدمؑ کی پیشانی میں رکھا گیا تو فرشتے آپ کی بے حد تعظیم کرتے اور صفیں باندھ کر آپ کی زیارت کیلئے حاضر ہوتے۔ حضرت آدمؑ نے اللہ تعالیٰ کو عرض کی اے مولا یہ فرشتے ہر وقت میرے آگے پیچھے کیوں پھرتے رہتے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ میرے پیارے حبیب محمد ﷺ کے نور کی تعظیم کرتے ہیں اس پر حضرت آدمؑ کو بھی نور مصطفیٰ ﷺ دیکھنے کا شوق پیدا ہوا آپ نے بارگاہ رب العزت میں درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کے دیکھنے کیلئے یہ نور پاک آپ کے انگوٹھوں کے ناخنوں میں ظاہر فرما دیا جب آدمؑ نے نورِ مصطفیٰ ﷺ دیکھا تو بے ساختہ انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگا لیا اور زبان سے کہا۔

قرة عینی بك یارسول الله صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔

جو سنت حضرت آدم ہے وہ سب کو دکھایا کرتے ہیں
ہم چوم کے نام سرور کو آنکھوں سے لگایا کرتے ہیں
فرمانِ خدا، فرمانِ نبی، فرمانِ قرآن پر کر کے عمل
پڑھ پڑھ کے درود و سلام ہم سب عقبیٰ کو بنایا کرتے ہیں

دوسری روایت:۔

صاحب خصائص کبریٰ نے اپنی کتاب کی جلد اول صفحہ 16 پر یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت وہبؓ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے دو سو سال تک اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی کی جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اسے اس قابل بھی نہ سمجھا کہ اپنے قبرستان میں ہی اسے دفن کر دیا جائے اس لیے اسے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پھینک دیا۔ جب حضرت موسیٰؑ طور پر گئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ سے فرمایا ہمارا ایک بندہ فوت ہو گیا ہے جائیں اور اس کے کفن دفن کا انتظام کریں۔ حضرت موسیٰؑ واپس آئے اور ہر کسی سے پوچھا کہ کون سا اللہ کا بندہ فوت ہوا ہے۔ مگر سوائے اس آدمی کے جسے کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیا گیا تھا کوئی اور فوت نہ ہوا تھا۔ آپ واپس آئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی اے مولا ہمیں تو تیرا کوئی ایسا بندہ نظر نہیں آیا جس کے بارے میں تو نے حکم دیا ہے مگر ایک ایسا گناہ گار بندہ ضرور فوت ہوا ہے جس کے گناہوں کی وجہ سے لوگوں نے اسے اس قابل بھی نہیں سمجھا کہ اسے اپنے قبرستان میں دفن کیا جائے اس لیے اسے

کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیا گیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے موسیٰ بے شک وہ بندہ تھا تو بڑا گناہ گار مگر جب بھی وہ توریت کھولتا اور میرے پیارے محبوب محمد ﷺ کا نام نامی دیکھتا تو اسے چوم کر آنکھوں سے لگا لیتا تھا اس لیے میں نے اس کی بخشش فرمادی اور اسے ستر حوریں انعام میں عطا کیں۔ جب بنی اسرائیل کے ایک گناہ گار پر نام محمد ﷺ کی تعظیم کرنے پر اتنے انعامات و نوازشات اللہ تبارک و تعالیٰ نے کیں تو جو محب رسول ﷺ ہو اور وہ عشق و مستی میں ڈوب کر نام مصطفیٰ ﷺ کو چوم کر آنکھوں پر لگائے تو اس پر اللہ تعالیٰ اپنی نوازشات کی بارش کیونکر نہ کرے گا۔

ایک اور روایت:۔

ایک مرتبہ صحابہ کرام نبی رحمت ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اذان کا وقت ہو گیا۔ مؤذن نے اذان دینا شروع کی جب وہ **"اشھدان محمد رسول اللہ"** پر پہنچا تو حضرت صدیق اکبرؓ نے نام محمد پر اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگا لیے۔ دوسری مرتبہ بھی حضرت صدیق اکبرؓ نے ایسا ہی کیا۔ حضور ﷺ دیکھ رہے ہیں مگر آپ ﷺ نے حضرت صدیق کو منع نہیں فرمایا۔ جب اذان ختم ہوگئی تو حضور ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے اس کی وجہ پوچھی تو صدیق اکبرؓ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے محبت کی وجہ سے اور آپ ﷺ کے نام کی تعظیم کی وجہ سے ایسا کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کسی نے میرے اس خلیل کی سنت پر عمل کیا میں اسے اپنے ساتھ جنت میں لے کے جاؤں گا۔ **صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وبارک وسلم صلوٰۃ وسلام علیک یارسول اللہ** ﷺ۔

شامی کا فتویٰ:۔

انگوٹھے چومنے کے جواز پر فتاویٰ شامی جلد اول صفحہ 279 باب اذان سے ایک فتویٰ پیش خدمت ہے۔

ترجمہ:۔ اذان کی شہادت اول پر یہ کہنا مستحب ہے **"صلی اللہ علیک یارسول اللہ ﷺ"** پھر دوسری شہادت پر یہ کہے **"قرۃ عینی بک یارسول اللہ ﷺ"** اس کے بعد اپنے انگوٹھوں کے ناخن اپنی آنکھوں پر رکھے اور کہے **"اللھم متعنی بالسمع والبصر"** ایسا کرنے والے کو حضور رحمت اللعالمین اپنے پیچھے جنت میں لے جائیں گے۔ اسی طرح کنز العباد اور فتاویٰ صوفیہ میں بھی ہے اور کتاب الفردوس میں ہے کہ جو شخص اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو اذان میں **اشھد ان محمد رسول اللہ** پر چومے تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں اسے اپنے پیچھے جنت میں لے جاؤں گا اور اسے جنت کی صفوں میں داخل کروں گا۔ اسی طرح کی دیگر روایات "مقاصد حسنہ "صلوٰۃ مسعودی اور بہت سے کتب میں بھی موجود ہیں۔

تفسیر روح البیان پارہ 6 سورۃ مائدہ کی یہ آیت **"واذنادیتم الی الصلوٰۃ"** کے تحت علامہ شیخ محمد اسمائیل حقی" نے فرمایا ہے۔

ترجمہ:۔ محمد رسول اللہ ﷺ کہتے وقت اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو مع کلمے کی انگلیوں کے چومنا ضعیف ہے۔ کیونکہ یہ حدیث موضوع سے ثابت نہیں لیکن محدثین کرام اس پر متفق ہیں کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنا رغبت اور ڈارنے کے موقع پر جائز ہے۔ نام محمد ﷺ پر انگوٹھوں کو چومنا مستحب یعنی باعث ثواب ہے اور محدثین کا اس پر عمل ہے۔

(روح البیان جلد دوم صفحہ 410)

اعتراض کا جواب:۔

آج کل بعض لوگ انگوٹھے چومنے پر یہ کہتے ہیں کہ اگر تم حضرت آدمؑ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے انگوٹھے چومتے ہو تو حضرت آدمؑ کو تو اپنے ناخنوں میں نور مصطفیٰ ﷺ نظر آیا تھا اس لیے انہوں نے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگا لیے تھے تمہیں کون سا نور نظر آتا ہے جسے چوم کر آنکھوں پر لگاتے ہو۔ تو اس کا جواب ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ قربانی پر جاتے ہوئے حضرت اسماعیلؑ نے تین جگہ پر شیطان کو کنکریاں ماری تھیں۔ آج تم حج کے موقع پر کیوں تین جگہ کنکریاں مارتے ہو۔ آج کون سا شیطان تمہیں ورغلا رہا ہے۔ حضرت سیدہ حاجرہؓ نے صفا اور مروہ پر پانی کی تلاش میں مساعی کی تھی۔ آج تم کس پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ پر دوڑ لگاتے ہو۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے کفار پر رعب ڈالنے کیلئے رمل فرمایا تھا آج تم کیوں رمل کرتے ہو۔ ان تمام سوالات کا جواب کسی کے پاس بھی نہیں ہر کوئی اسے جائز اور سنت سمجھ کر ادا کرتا ہے تو اگر کوئی عاشق محبت، عشق و شوق سے نام محمد ﷺ پر انگوٹھوں کو چومتا ہے تو اس پر اعتراض کیوں۔

جو سنت حضرت آدم ہے وہ سب کو دکھایا کرتے ہیں
ہم چوم کے نام سرور کو آنکھوں سے لگایا کرتے ہیں
فرمانِ خدا، فرمانِ نبی، فرمانِ قرآن پر کر کے عمل
پڑھ پڑھ کے درود و سلام ہم سب عقبیٰ کو بنایا کرتے ہیں

نورِ مصطفیٰ ﷺ حضرت حواؑ کے پاس:۔

روایات میں آتا ہے کہ جب نور مصطفیٰ ﷺ حضرت آدمؑ سے حضرت حواؑ میں منتقل ہوا تو فرشتے حضرت حواؑ کی تعظیم کرنے لگے اور انہوں نے حضرت آدمؑ کی

تعظیم کم کردی۔ اس پر حضرت آدمؑ نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں شکایت کی کہ اب فرشتے میری کم اور حوّا کی تعظیم زیادہ کرتے ہیں تو اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے جواب دیا۔ اے آدم فرشتے تیری تعظیم کب کرتے تھے وہ تو نورِ مصطفیٰ ﷺ کی تعظیم کرتے تھے ۔ اب وہ نور حضرت حوّا میں منتقل ہو گیا ہے اس لیے اب وہ حضرت حوّا کی تعظیم کرنے لگ پڑ گئے ہیں۔ (معارج النبوہ فارسی رکن اول صفحہ 50)

اسی طرح نور مصطفیٰ ﷺ جس جس کے پاس بھی رہا وہ تمام دوسروں سے ممتاز اور اعلیٰ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے عظمتوں اور رفعتوں سے نوازا اور دین ودنیا میں اس کا مقام ہر کسی سے بلند رکھا۔

نور مصطفیٰ ﷺ پاکیزہ اصلاب سے پاکیزہ ارحام تک:۔

حضرات گرامی! یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ نور مصطفیٰ ﷺ ہمیشہ سے ہی پاکیزہ اصلاب سے مطہر ارحام تک سفر کرتا ہوا حضرت عبداللہؓ اور پھر حضرت آمنہ خاتونؓ تک پہنچا۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عبداللہؓ تک کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہوا جو کہ ایماندار نہ ہو اور یہ نور شرعی طریقے یعنی نکاح سے ہی ایک سے دوسرے میں منتقل ہوتا رہا۔ ابتداء میں جب یہ حضرت آدمؑ میں منتقل ہوا تو آپ کو اپنی پشت سے پرندے کی آواز سنائی دیتی۔ آپ نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے عرض کی اے مولا یہ آواز کس طرح کی ہے تو جواب ملا یہ آواز میرے پیارے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کی تسبیح کی ہے۔ تم مجھ سے عہد کرو کہ اس نور کو پاک پشتوں سے پاک رحموں میں امانت رکھو گے۔ جب یہ نور حضرت حوّا کی طرف منتقل ہوا تو آپ کے ہاں ہمیشہ جڑواں بچے پیدا ہوتے تھے ایک لڑکا اور ایک لڑکی مگر اس مرتبہ صرف حضرت شیثؑ پیدا ہوئے جو کہ رحمت اللعالمین ﷺ کی

عظمت و بزرگی کیلئے تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی گوارہ نہ کیا کہ آپ ﷺ کا کوئی ہمسر ہو۔
جب حضرت شیثؑ پیدا ہوئے تو یہ نور حضرت حوا سے آپ میں منتقل ہوگیا آپ حضرت آدمؑ
کی اولاد میں سے سب سے زیادہ خوبصورت اور حسن و جمال کا پیکر تھے۔ جب آپ سن
بلوغ کو پہنچے تو بحکم الٰہی حضرت جبرائیلؑ، حضرت آدمؑ کے پاس آئے اور حکمِ خدا سنایا کہ اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ حضرت شیثؑ سے یہ عہد لیں کہ اس نورِ پاک کو نہایت پاکیزہ طریقے
سے ارحام طاہرات اور اصلاب طیبات میں منتقل کریں گے۔ اس پر حضرت آدمؑ نے
حضرت شیثؑ سے اس بات کا عہد لیا۔ پھر یہ عہد نامہ ان کی اولاد میں پشت در پشت ایک
دوسرے میں منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عبداللہؓ کا دور آیا۔ قرآن مجید اس بات کی
خود گواہی دے رہا ہے۔

الذی یراک حین٥ تقوم وتقلبک فی الساجدین۔

(سورۃ الشعراء پ: 19 آیت نمبر 319-318)

وہ تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو نمازیوں میں اور تمہارے دورے کو۔ امام
فخر الدین رازی اس آیہ مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ان اللہ تعالیٰ نقل روحہ من ساجد الی ساجد۔

(تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ 174)

بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی روح کو ایک سجدہ کرنے والے سے دوسرے سجدہ کرنے
والے کی طرف منتقل فرمایا۔

حدیث نبوی ﷺ:۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے

رسول اللہ ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ ﷺ جب حضرت آدم جنت میں تھے تو آپ کہاں تھے؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا۔ میں اس وقت آدم کی پشت مبارک میں تھا۔ اور جب انہیں زمین پر اتارا گیا تو اس وقت بھی میں ان کی پشت میں تھا۔ میں نے اپنے باپ نوحؑ کی پشت میں سفینہ نوح میں سواری کی اور جب میں اپنے باپ ابراھیمؑ کی پشت میں تھا تو مجھے آگ میں پھینکا گیا۔ میرے آباء میں میرے والدین کبھی بھی سفاح جاہلیت (زنا اور اس کی مختلف کیفیات) کے مرتکب نہیں ہوئے۔ اور میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف نہایت پاکیزہ طریقوں سے منتقل ہوتا رہا اور جب بھی لوگوں میں گروہ بندی ہوئی تو میں ان سے بہتر گروہ میں رہا۔ (الوفا باحوال مصطفیٰ صفحہ 35 تفسیر کبیر جلد 24 صفحہ 174)

اگر نام محمد رانیاور دے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ، نہ نوح از غرق نجینا
نہ ایوب آں شکیبائی ، نہ یوسف آں دلارائی
نہ عیسیٰ آں مسیحائی، نہ موسیٰ آں ید بیضا

دوسری حدیث:۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور رحمت عالم ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف الرحیم۔ (سورۃ توبہ آیت نمبر 128)

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن کو تمہارا مشقت میں پڑنا بہت

گراں گزرتا ہے وہ ایمان والوں کیلئے بہت ہی مہربان اور رحم دل ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں حضور ﷺ نے **انفسکم** کی سین کی زیر کو زبر کے ساتھ یعنی **اَنفُسَکُمْ** پڑھا اور پھر ارشاد فرمایا میں نسب و مہر اور حسب میں تم سب سے نفیس ترین ہوں اور میرے آباؤ اجداد میں آدمؑ سے حضرت عبداللہ تک سفاح نہیں بلکہ سب نکاح سے ہیں۔

(الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم۔صفحہ 15 شفا شریف۔صفحہ 48)

حضور ﷺ کا خود اپنا نصب بیان کرنا:۔

ایک دفعہ حضور نبی اکرم ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں اپنا حسب و نصب اور اس کا پاکیزہ اصلاب سے مطہر ارحام تک ہونا ارشاد فرمایا۔اس روایت کے الفاظ ہیں۔

انا محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب بن هاشم بن عبدالمناف بن قصی بن کلاب بن مرة بن کعب بن لوی بن غالب بن فهر بن مالك بن النصیر بن کنانة بن خزیمة بن مدرکة بن الیاس بن مضر بن نزار وما افترق الناس فرقتین الا جعلنی الله فی خیر هما فاخرجت من ابوی فلم لعبنی شیٔ من عهد الجاهلیة وخرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن ادم حتی انتهیت الی ابی وامی فانا خیرکم نفسا وخیرکم ابا والله سبحانه وتعالیٰ اعلم وعلمه اتم ۔ (الدر المنظم صفحہ 18-17)

میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضیر بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن [illegible]

ہوں۔ جونہی لوگ گروہوں میں تقسیم ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بہترین گروہ میں رکھا۔ میں اپنے ماں باپ سے پیدا ہوا ہوں۔ مجھے زمانہ جاہلیت کی کسی چیز نے بھی نہیں چھوا اور حضرت آدم سے لے کر میرے والدین تک میری پیدائش نکاح سے ہے لہٰذا میں اپنی ذات میں بھی اور اپنے نسب میں بھی تم سب سے بہترین ہوں۔ اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر ہے۔ وہ خوب جانتا ہے اور اس کا علم کامل ترین ہے۔

قارئین کرام! یہ تمام احادیث بیان کرنے کا مقصد یہ تھا کہ آج کل بے دین لوگ جو حضور ﷺ کے آباؤ اجداد کو ''معاذ اللہ'' غیر مسلم کہتے ہیں ان کا رد کرنا ہو۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے تمام آباؤ اجداد مسلمان تھے اور وہ نہ صرف خود توحید پر کاربند تھے بلکہ دوسروں کو بھی اس کی تبلیغ فرماتے تھے۔ اب ہم پیارے مصطفیٰ ﷺ کے تمام آباؤ اجداد کا ذکر کرتے ہیں تاکہ حضور ﷺ کے حسب و نسب سے بھی عام قاری کو آگاہی ہو جائے اور ہمارے لیے باعث اجر و ثواب بھی۔

ایک اہم بات:۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے سرور الحزون میں پیارے مصطفیٰ ﷺ کا سلسلہ نسب جناب عدنان تک بیان فرمایا ہے۔ یہاں تک تمام علماء اور محدثین کا اتفاق ہے لیکن اس سے اوپر حضرت آدمؑ تک بہت اختلاف ہے بعض مورخین نے نسبی سلسلوں کو کچھ کم اور بعض نے زیادہ واسطوں کا سہارا لیا ہے اور بعض نے ناموں میں کچھ تقدیم و تاخیر کی ہے لیکن اس بات میں تمام کا اتفاق ہے کہ حضرت شیثؑ، حضرت ہودؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت نوحؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت ابراہیمؑ حضور نبی اکرم ﷺ کے اجداد میں سے ہیں۔ جب حضور رحمت عالم ﷺ اپنا سلسلہ نصب بیان فرماتے تو جناب

عدنان پر توقف فرماتے جیسا کہ ہم نے گذشتہ بالا حدیث بیان کی جس میں حضور ﷺ نے اپنا سلسلہ نسب خود بیان فرمایا۔ حضور جناب عدنان پر توقف فرماتے اور ارشاد فرماتے۔

کذب انسابون فوق العدنان۔ یعنی عدنان سے اوپر بیان کرنے والے جھوٹے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ سے زیادہ سچی بات کہنے والا کوئی نہیں۔ اس لیے ہم یہاں پر یہ بات واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ صحیح سلسلہ نسب صرف جناب عدنان تک ہی ہے اس سے اوپر حضرت آدمؑ تک جو نسب نامہ بیان کیا جائے گا وہ جمہور محدثین، مورخین اور علماء کا بیان کردہ ہے۔ یہاں پر وہ بیان کرنے کا مقصد صرف "نور سے ظہور تک" کی تمام کڑیاں ملانا ہے۔

واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

جناب حضرت آدمؑ:۔

جب مشیت ایزدی اس بات کی متقاضی ہوئی کہ جناب حضرت آدمؑ کو پیدا کیا جائے تو زمین کو پیغام دیا۔

انی خالق منک خلقا منھم من یطیفی ومنھم من یطیعنی فمن اطاعنی ادخلہ الجنۃ ومن عصانی ادخلنہ النار۔

یعنی اے خاک میں تجھ سے ایسی مخلوق بناؤں گا جن میں سے بہت سے اطاعت و فرمانبرداری کے پیکر ہوں گے اور ان میں ایسے بھی ہوں گے جو نافرمان ہوں گے۔ تو جو میری اطاعت کرے گا اسے میں جنت میں داخل کروں گا اور نافرمانوں کو دوزخ میں جلاؤں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو زمین سے مٹی لینے کیلئے بھیجا تو زمین نے اللہ تعالیٰ کی عزت کا وسیلہ پیش کر کے پناہ مانگی تو حضرت جبرائیلؑ خالی واپس ہو گئے اسی طرح

حضرت میکائیلؑ اور اسرافیلؑ بھی خالی واپس ہوئے مگر حضرت عزرائیلؑ نے زمین کا کوئی عذر نہ سنا اور چالیس مختلف جگہوں سے مٹی حاصل کی اور بارگاہِ ربُ العزت میں پیش کی پھر اس مٹی پر انتالیس دن یا سال غم کی بارش اور ایک دن یا ایک سال خوشی کی بارش ہوئی اور یہ مٹی گارے کی شکل اختیار کر گئی۔ پھر خلاق عالم کا کرم خمیر آدمؑ کی طرف ہوا تو چالیس دن جو دنیا کے چالیس سال کے برابر ہیں اس خمیر میں دست قدرت نے کاریگری فرمائی تو حضرت آدمؑ کا خمیر مکمل ہوا۔ پھر حضرت اسرافیلؑ کو حکم ہوا کہ چشمہ قدرت سے چند قطرے پانی کے اس خمیر میں ڈالے جائیں۔ جبرائیلؑ کو حکم ہوا کہ ہمارے لطف و کرم کی تھوڑی سی نسیم سحر اس میں شامل کرو۔ میکائیلؑ کو حکم ہوا کہ ابتلاؤ آزمائش سے تھوڑی سی آگ اس خمیر میں شامل کرو۔ پھر ان تمام اجزاء کو ملا کر چھوڑ دیا گیا کہ **"من صلصال کالفجار"** یعنی ایسی ہوگئی جیسے خشک مٹی کے ٹھیکرے۔ پھر اس خمیر سے اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے حضرت آدمؑ کا جسد مبارک بنایا۔ یہ ایسا عجیب و غریب، نادر الخلائق شہکار قدرت تھا کہ فرشتے اسے دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی پیشانی کے درمیان ایک مقام بنایا جس میں نور مصطفیٰ ﷺ کو امانتاً رکھا اور قالب آدمؑ کو اس سے جگمگایا۔ اور پھر **"ونفخت فیہ من روحی"** اس قالب میں اپنی طرف سے روح پھونکی۔ المختصر جب آدمؑ زمین پر جلوہ گر ہوئے تو نور مصطفیٰ ﷺ بھی آپؑ کی پیشانی میں جلوہ گر تھا۔ حضرت آدمؑ اس زمین پر ایک ہزار سال قیام پذیر رہے۔ اس میں آپؑ کی عمر کے وہ چالیس سال بھی شامل ہیں جو آپؑ نے حضرت داؤدؑ کو دیئے تھے اور بعد میں واپس لے لیے تھے۔

جناب حضرت شیثؑ:۔

علماء کرام نے بیان کیا ہے کہ حضرت حوا انتیس (29) بار حاملہ ہوئیں آپؑ کے ہاں ہر مرتبہ دو بچے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتی ۔ لیکن حضرت شیثؑ کی مرتبہ صرف آپؑ اکیلے پیدا ہوئے، اس کی وجہ اہل علم نے یہ بیان کی ہے کہ کیونکہ نور مصطفیٰ ﷺ کا امین آپ کو بنایا گیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ گوارہ نہ کیا کہ کوئی آپ کا ہمسر ہو ۔ حضرت شیثؑ حسن و جمال، فضل و کمال، محاسن و کمالات میں تمام اولاد آدمؑ سے افضل و اعلیٰ تھے آپ ظاہری و باطنی حسن میں حضرت آدمؑ کے مرقع تھے ۔ جب حضرت شیثؑ پیدا ہوئے تو نور مصطفیٰ ﷺ حضرت حوا سے آپؑ میں منتقل ہو گیا ۔ جب جناب شیثؑ سن بلوغ کو پہنچے تو بحکم الٰہی حضرت جبرائیل امینؑ ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ حضرت آدمؑ کے پاس آئے اور ارشاد رب العالمین سنایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جناب شیثؑ سے نور مصطفیٰ ﷺ کی حفاظت کا عہد لیا جائے ۔ چنانچہ جناب شیثؑ سے یہ عہد لیا گیا کہ اس نور کی حفاظت میں سعی بلیغ کریں گے اور اس نور کو اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرات کو منتقل کیا جائے گا۔

یہ عہد نامہ یاقوتی قلم سے جنتی حریر کے حلہ پر لکھا گیا اور اس پر فرشتوں کی شہادت لی گئی اور پھر حضرت جبرائیلؑ نے اسے اپنی مہر سے سر بہ مہر کیا اور تابوت سکینہ جس میں انبیاءؑ کی شبیہیں تھیں جو جنت سے لا کر حضرت آدمؑ کو دی گئیں تھیں میں محفوظ کر دیا گیا ۔ اس عہد نامہ میں یہ بات بھی لکھی گئی کہ اس عہد نامہ کو نسل در نسل لکھا جائے اور ان عہد ناموں کو اسی تابوت سکینہ میں محفوظ کیا جائے ۔ یہ سلسلہ حضرت شیثؑ سے حضرت اسماعیلؑ تک چلتا رہا اور عہد نامے لکھے اور محفوظ کیے جاتے رہے اور پھر حضرت اسماعیلؑ سے حضرت عبداللہؓ بن عبدالمطلبؓ تک یہ عہد نسل در نسل چلتا رہا اور ہر کسی نے اس عہد نامے کی پابندی کی۔

(حدیقۃ الاسرار صفحہ ۱۱)

نوٹ:۔ یہاں پر یہ بات بھی قابل وضاحت ہے کہ جب بھی نور مصطفیٰ ﷺ صلب

سے رحم میں منتقل ہوتا تو شیطان کو قید کر دیا جاتا اور اس وقت تک قید رکھا جاتا جب تک وہ فرزند سنِ رشد تک نہ پہنچ جاتا۔

حضرت آدمؑ کے بعد اولاد آدمؑ کے رہبر مقرر ہوئے۔ آپؑ کی شریعت حضرت آدمؑ کی شریعت کے مطابق تھی۔ آپؑ پر پچاس صحیفے نازل ہوئے۔ آپؑ نے اپنا زیادہ وقت ملک شام میں بسر کیا۔ الوقعتہ الاسلامیہ صفحہ 12 کے مطابق آپؑ کی عمر نوسو بارہ سال ہوئی۔

جناب انوش:۔

جناب شیثؑ نور مصطفیٰ ﷺ کی محافظت میں نہایت اہتمام کرتے تھے۔ جب آپؑ کو شادی کا خیال آیا تو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کیلئے بے ماں باپ کے ایک حور مخوائلہ کو تخلیق فرمایا تا کہ وہ آپؑ کا جوڑا بنے۔ کیونکہ آپؑ نور مصطفیٰ ﷺ کے امین ہونے کی وجہ سے تنہا پیدا ہوئے تھے۔ مخوائلہ حسن و جمال اور شکل شباہت میں حضرت حواؑ سے مشابہ تھیں۔ اس روایت کو صاحب عرائس نے اہل بیت رضوان علیہم اجمعین کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ جب مخوائلہ نور مبارک سے بارآور ہوئیں تو ہر طرف سے مبارک بادی کی آوازیں سنتیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں جناب انوش کی پیدائش تک ابلیس کی نظروں سے پوشیدہ رکھا۔ جب جناب شیثؑ کے ہاں جناب انوش پیدا ہوئے تو نور مصطفیٰ ﷺ ان میں منتقل ہو گیا اور یہ نور ان کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ عربی زبان میں انوش کے معنی صادق یعنی سچے کے ہیں۔ جب جناب انوش بالغ ہوئے تو جناب شیثؑ نے ان سے فرمایا کہ یہ جو نور تمہاری پیشانی میں چمک رہا ہے اس کی حفاظت اور پاک ارحام تک منتقلی کا عہد میرے والد جناب آدمؑ نے مجھ سے لیا تھا اور اس عہد کو نسل در نسل منتقل کرنے کا وعدہ بھی لیا تھا اس لیے میں تجھ سے یہ عہد لینا چاہتا ہوں کہ اس نور مبارک کو حلال طریقہ کے علاوہ منتقل نہ کیا جائے تو جناب

انوش نے یہ عہد دیا اور اس کی تکمیل کا وعدہ کیا جناب انوش کی عمر نو سو پانچ سال ہوئی۔

جناب قینان:۔

جب جناب انوشؑ کی عمر نوے سال ہوئی تو ان کے ہاں جناب قینان پیدا ہوئے۔قینان کے معنی غالب ہیں۔ یہ نو سو پانچ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

جناب مہلائیل:۔

جب جناب قینان ستر برس کے ہوئے تو ان کے ہاں جناب مہلائیل پیدا ہوئے مہلائیل کا مطلب چست و چالاک ہے۔ جب ان کی عمر ایک سو پینتالیس برس ہوئی تو جناب آدمؑ نے وفات پائی ان کے زمانے میں آبادی بہت زیادہ ہوگئی تھی اس لیے یہ جناب شیثؑ کے خاندان کے ساتھ بابل میں آگئے اور شہر سوس آباد کیا۔ان سے قبل لوگ غاروں میں زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ جناب مہلائیل نے آٹھ سو چالیس اور دوسری روایت کے مطابق نو سو دس سال عمر پائی۔

جناب یارد:۔

جب جناب مہلائیل پینسٹھ برس کے ہوئے تو ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا جس کا نام یارد، بارد یا یرد رکھا گیا۔ان تمام ناموں کا عربی میں مطلب ضابطہ ہے۔ان کی عمر نو سو باسٹھ سال ہوئی۔

جناب ادریسؑ:۔

جب جناب یارد کی عمر ایک سو باسٹھ سال ہوئی تو انہوں نے بردرہ نامی خاتون سے شادی کی جن سے جناب اخنوعؑ یا خنوعؑ پیدا ہوئے۔اخنوعؑ بعد میں

ادریسؑ کے نام سے مشہور ہوئے۔ادریسؑ مشہور ہونے کی وجہ آپؑ کا کثرت کے ساتھ شریعت اور صحائف کی تعلیم دینا بیان کیا جاتا ہے۔ جناب ادریسؑ تیسرے نبی تھے۔ان پر تیس صحائف نازل ہوئے۔آپؑ علم نجوم کے ماہر تھے۔آپؑ نے سب سے پہلے قلم کا استعمال شروع کیا۔آپؑ ہی نے سب سے پہلے منکرین توحید کے خلاف جہاد کیا اور اسلحہ ایجاد کیا۔آپؑ نے ہی سب سے پہلے لوگوں کو طوفانِ نوح کی پیشن گوئی فرمائی۔ جب جناب ادریسؑ کی عمر پینسٹھ سال ہوئی تو آپؑ نے بروفا نامی خاتون سے نکاح فرمایا جن سے جناب متوشلخ پیدا ہوئے۔اور نور مصطفیٰ ﷺ ان میں منتقل ہو گیا۔ جب جناب ادریسؑ کی عمر تین سو پینسٹھ سال ہوئی تو آپؑ کو **"مکان علیا"** کے منصب پر فائز کیا گیا۔

جناب متوشلخ:۔

جناب ادریسؑ نے پینسٹھ سال کی عمر میں بروفا نامی خاتون سے نکاح فرمایا جن سے جناب متوشلخ پیدا ہوئے اور نور مصطفیٰ ﷺ ان میں منتقل ہو گیا۔عربی میں متوشلخ کا معنی منشرح بیان کیا گیا ہے انہوں نے نو سو انہتر سال کی عمر میں وفات پائی۔

جناب لامک:۔

جب جناب متوشلخ کی عمر ایک روایت کے مطابق ستر سال اور دوسری روایت کے مطابق ایک سو پچاسی سال ہوئی تو آپ نے عریانا نامی خاتون سے شادی کی تو ان سے لامک یا لمک پیدا ہوئے۔لامک یا لمک کے معنی عربی زبان میں بزرگی کے ہیں ۔آپ نبی نہیں تھے لیکن زہد و تقویٰ اور عبادت کی وجہ سے مرجعِ انام تھے۔آپ اپنی روحانی اور ایمانی طاقت کی وجہ سے تمام قوموں اور رؤسا مملکت پر پوری دسترس رکھتے تھے۔ان کی عمر سات سو ستر برس ہوئی۔

جناب نوحؑ:۔

جب جناب لامک کی عمر ایک سو بیاسی سال ہوئی تو آپ نے اپنی چچازاد قینوش بن برکائیل بن متوشلخ سے نکاح کیا جن سے جناب نوحؑ پیدا ہوئے۔ان کی ولادت جناب آدمؑ کی وفات کے ایک سو بیس سال بعد ہوئی۔اس طرح نور مصطفیٰ ﷺ جناب لامک سے نوحؑ میں منتقل ہو گیا۔نوحؑ اللہ کے رسول تھے۔اس سے قبل جناب شیثؑ اور ادریسؑ حضرت آدمؑ کی شریعت پر عمل پیرا تھے مگر حضرت نوحؑ نے ان کو منسوخ کر کے اپنے احکام جاری و ساری کیے۔حضرت نوحؑ کی خصوصیات میں سے چند خصوصیات یہ بھی تھیں۔کہ

☆ تمام مخلوق کا سلسلہ نسب ان پر منتہی ہو گیا اس لیے آپؑ آدمؑ ثانی کہلائے۔

☆ آپؑ پہلے نبی تھے جو تمام خطۂ زمین پر بسنے والوں کیلئے مبعوث کیے گئے۔

☆ آپؑ پہلے نبی ہیں جن کی بددعا سے امت ہلاک ہوئی۔

☆ تمام پیغمبروں سے آپؑ نے زیادہ عمر پائی ایک روایت کے مطابق آپؑ کی عمر پندرہ سو سال اور دوسری روایت کے مطابق سترہ سو سال ہوئی۔جب آپؑ کی عمر ڈیڑھ سو سال ہوئی تو آپؑ مبعوث کیے گئے اور آپؑ نے ساڑھے نو سو سال اپنی قوم کو تبلیغ کی جس کے نتیجہ میں صرف اسی افراد آپؑ پر ایمان لائے۔

☆ آپؑ کی عبادت و ریاضت کا یہ عالم تھا کہ دعوت و تبلیغ کے فریضہ کی ادائیگی کے باوجود ہر دن اور رات میں ایک ہزار رکعت سے زیادہ نماز ادا کیا کرتے تھے۔آپؑ کی قوم کو شیطان نے پانچ بت بنا دیئے تھے جن کی یہ لوگ ہر وقت عبادت کرتے ان بتوں کے ناموں کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ان کے نام یہ تھے۔ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور

نسر۔طوفان نوح میں یہ بت طوفان کی نظر ہو گئے اور زمین میں دب گئے۔کافی عرصہ بعد شیطان نے ان بتوں کو اہل عرب کے لئے نکالا اور ان بدبختوں نے ایک ایک بت منتخب کر لیا اور اس کی عبادت کرنے لگے۔قبیلہ خضاعہ نے اپنے لیے وڈ کو،قبیلہ حمیر نے اپنے لیے نسر کو،قبیلہ ہذیل نے سواع کو،قبیلہ کہلانے یعوق کو اور قبیلہ اعلم ونعم۔نے اپنے لیے یعوث کو خدا منتخب کیا اور ان کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔اور یہ سلسلہ بعثت نبوی ﷺ تک چلتا رہا۔پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے ان بتوں کو توڑ کر جزائر عرب سے دور پھینکوا دیا۔

المختصر جب نوح ساڑھے نوسو سال کی تبلیغ کے بعد ان سے مایوس ہو گئے تو آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ **ربی لاتذر علی الارض من الکفرین دیارا۔**

اے مولا اب اس زمین پر کسی بھی کافر کو زندہ نہ چھوڑ۔تو اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی یہ بددعا قبول فرمائی اور آپؑ کو کشتی بنانے کا حکم دیا۔آپؑ نے حکم الٰہی کے مطابق کشتی کی تیاری شروع کی ۔حضرت ابن عباسؓ کے قول کے مطابق کشتی تین منزلہ بنائی گئی۔اس کی لمبائی چھ سو ساٹھ گز،چوڑائی تین سو تیس گز اور اونچائی تینتیس گز تھی۔سب سے نچلی منزل میں حیوانات،حشرات اور پرندے وغیرہ کا ایک ایک جوڑا رکھا۔دوسری منزل میں ایک سال کی خوراک کا ذخیرہ رکھا اور تیسری منزل میں اپنے ان اسی ایمان والوں کو رکھا جب یہ تمام سوار ہو چکے تو حکم الٰہی کے مطابق زمین نے اپنا پانی اگلنا شروع کیا اور آسمانوں نے اپنا پانی برسانا شروع کیا اور یہ سلسلہ چالیس دن تک جاری رہا اور زمین کا کوئی گوشہ بھی ایسا نہ رہا جہاں پر پانی نہ پہنچا ہو۔حتیٰ کہ زمین کے سب سے اونچے پہاڑ سے بھی چالیس ہاتھ اونچا پانی ہو گیا اور سوائے اہل کشتی کے تمام چیزیں فنا ہو گئیں۔چھ ماہ بعد زمین خشک ہوئی اور کشتی ساری زمین کا چکر لگا کر جودی پہاڑ پر لگی۔کشتی سے اترنے کے بعد آپؑ نے دامنِ کوہ میں ایک بستی مدینۃ الثمامین کے نام سے بسائی۔تھوڑے عرصہ بعد حضرت نوح کے

تین بیٹوں، حام، سام اور یافت ان کی بیویوں کے تمام لوگ راہی ملک بقا ہوئے۔ آج کل جتنی بھی آبادی ہے وہ سب ان کی ہی اولاد ہے۔ عرب، روم، فارس اور وسطی دنیا کے بسنے والے سب سام سے نسبت رکھتے ہیں۔ ترکستانی، خاقان، بربر، یاجوج ماجوج، خرز وغیرہ یافت کی نسل سے ہیں اور بقیہ یعنی ہندوستانی، زنگی، حبشی، سوڈائی اور کالے رنگ والے تمام حام کی نسل سے ہیں۔

حضرت نوحؑ طوفان کے ساٹھ سال بعد تک زندہ رہے اور آپؑ نے پندرہ یا سترہ سو سال عمر پائی۔

جناب سام:۔

حضرت نوحؑ جب پانچ سو دو برس کے تھے تو آپؑ کی بیوی عمورہ بنت برائیل کے بطن سے جناب سام پیدا ہوئے اور نور مصطفیٰ ﷺ ان میں منتقل ہو گیا۔ بعض مورخین نے سام کو نبی لکھا ہے لیکن معتبر کتابوں میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملا۔ لیکن یہ بات حتمی ہے کہ آپ حضرت نوحؑ کی شریعت کے سختی سے پابند تھے۔ طوفان نوح کے وقت آپ کی عمر اٹھانوے سال تھی۔ حضرت نوحؑ نے اپنی وفات کے وقت آپ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ آپ حضرت نوحؑ کی وفات کے بعد ساڑھے تین سو سال زندہ رہے اور پانچ سو سال کی عمر میں وفات پائی۔

جناب ارفخشد:۔

جناب سام نے طلیت بنت شادیل سے شادی کی جن سے جناب ارفخشد پیدا ہوئے اور نور مصطفیٰ ﷺ ان میں منتقل ہو گیا۔ عربی میں ارفخشد کا معنی مصباح مضیئ ہے۔ آپ اولوالعزم، مدبر اور جابر بادشاہ اور شریعت کے پابند تھے۔ عام قوم میں آپ

کے جلال کی وجہ سے خود بخود مطیع ہوگئیں اور اکثر کو آپ نے بزور شمشیر اپنے طابع کرلیا۔ آپ کے زمانہ میں کوئی بھی شریعت کے راستے سے منحرف ہونے کی طاقت نہ رکھتا تھا۔

جناب عابر (ہودؑ):۔

جناب ارفخشد نے مرجانہ نامی خاتون سے نکاح کیا تو ان سے جناب عابر یعنی ہودؑ پیدا ہوئے اور نورِ مصطفیٰ ﷺ ان میں منتقل ہوگیا۔ جب جناب ہودؑ پیدا ہوئے تو پوری روئے زمین پر یہ ندا کردی گئی کہ ان میں نورِ مصطفیٰ ﷺ جلوہ گر ہے۔ حضرت ہودؑ قوم عاد کی طرف مبعوث کیلئے گئے۔ قوم عاد کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں حضرت نوحؑ سے جاملتا ہے۔ یعنی عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوحؑ۔ قوم عاد اپنے قد کاٹھ کے اعتبار سے ممتاز تھی۔ ایک روایت کے مطابق ان میں سے لمبے آدمی کا قد چار سو گز درمیانے کا تین سو بیس گز اور سب سے پستہ آدمی کا قد ایک سو بیس گز تھا۔ جب قوم عاد کی سرکشی حد سے بڑھی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ہودؑ کو ان میں مبعوث فرمایا آپ نے پچاس سال تک ان کو واعظ ونصیحت فرمائی جس کے نتیجہ میں ایک چھوٹی اور کمزوری جماعت آپ پر ایمان لائی۔ یہ لوگ اپنے ایمان کو دوسروں کے ڈر سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ منکرین نے آپ کی تبلیغ سے تنگ آکر آپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا لیکن آپ کے جانثاروں نے آپ کو خبر دے دی تو آپ نے منکرین کے لیے بد دعا فرمادی جس کے نتیجہ میں سات سال تک بارش نہ ہوئی۔ زمین کا پانی نیچے چلا گیا۔ کنویں خشک ہوگئے اور سات سال تک بدترین قحط رہا مگر پھر بھی یہ لوگ آپ پر ایمان نہ لائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر ہوا کا عذاب نازل فرمایا۔ یہ ہوا ایسی زبردست تھی کہ ان کے مکان شجر وحجر ہر چیز اس نے ریزہ ریزہ کردی یہ عذاب ان پر

سات دن مسلط رہا۔ وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ بے فیض ہوا تھی جو زمین کے چوتھے حصے میں ہزار زنجیر دار ہے جکڑی ہوئی تھی۔ اور ہر زنجیر کو ستر ستر ہزار فرشتوں نے پکڑا ہوا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے قوم عاد پر عذاب نازل فرمانا چاہا تو ان فرشتوں کو حکم ہوا کہ ہوا کا تھوڑا سا حصہ قوم عاد کی طرف چھوڑ دو۔ فرشتوں نے عرض کی مولا اتنا جتنا کہ گائے کے ناک سے سانس لیتے وقت نکلتی ہے یا کم؟ اگر اتنی مقدار چھوڑی گئی تو یہ تمام پہاڑوں کو بھی زمین سے اکھاڑ پھینکے گی تو حکم الٰہی ہوا کہ اتنا حصہ چھوڑ و جتنا کہ انگوٹھی کا حلقہ۔ اتنی کم مقدار چھوڑے جانے کے باوجود اتنے مضبوط پہاڑ، ان کے محل، شجر و حجر اور اتنے طویل قامت لوگ بھی ریزہ ریزہ ہو گئے۔ (اللہ اپنے عذاب سے سب کو محفوظ فرمائے)

قوم عاد کے ساتھ تو یہ معاملہ ہوا جبکہ جو حضرت ہودؑ کے فرمانبردار تھے آپ ان کو لے کر شہر کے باہر ایک چشمے پر آ گئے ان کی تعداد چار ہزار بیان کی جاتی ہے اور ان کے گرد ایک حصار بنا دیا اور حکم دیا کہ اس دائرے سے کوئی باہر نہ جائے وہی ہوا جو منکرین کے لئے عذاب تھی وہی اس دائرہ میں جب گزرتی تو خوشبودار اور راحت بخش بن کر گزرتی۔ المختصر حضرت ہودؑ نے چار سو چونسٹھ سال عمر پائی۔ حضرت مولا علیؑ فرماتے ہیں کہ حضر موت کے پہاڑوں میں ایک غار ہے جہاں سنگ رخام کا ایک تخت بچھا ہوا ہے اس پر حضرت ہودؑ کا جسد مبارک پڑا ہوا ہے۔

جناب شالخ:۔

حضرت ہودؑ نے پیشاصا نامی خاتون سے شادی کی جن سے جناب شالخ پیدا ہوئے اور نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ ان میں منتقل ہو گیا جو ان کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ عربی میں شالخ کے معنی وکیل اور رسول ہیں۔

جناب قالغ:۔

جناب شالخ نے عروہ بنت اصفوان سے نکاح کیا تو ان سے جناب قالغ پیدا ہوئے۔اس کا معنی قاسم بیان کیا گیا ہے۔آپ کو فوجی دستوں سے بہت شغف تھا ۔آپ اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کو بہت پسند کرتے تھے۔ان کی حفاظت ان کے دور میں شروع ہوئی جو آج تک عرب میں قائم ہے۔آپ نے اپنے بھائیوں میں زمین کو تقسیم کیا۔آپ کی عمر تین سو تینتیس برس ہوئی۔

جناب اشروع:۔

جناب قالغ نے عروہ بنت کوثل سے شادی کی جن سے جناب اشروع پیدا ہوئے۔بعض روایات میں ان کا نام اشبوع اور شارع بھی آیا ہے۔آپ کو شارع اس لیے کہا جاتا تھا کہ آپ نیکیوں میں بہت جلدی کرتے تھے اور آپ میراث تقسیم کرنے میں بھی کوتاہی نہیں کرتے تھے۔آپ کا اکثر وقت اطاعت وعبادت الٰہی میں صرف ہوتا تھا۔

جناب ارعو:۔

اشروع کے بعد نور مصطفیٰ ﷺ ان کے فرزند جناب ارعو کو منتقل ہوا۔بعض مورخین نے عین کی جگہ غین یعنی ارغو بھی لکھا ہے۔عربی میں اس کے معنی قاسم کے ہیں ۔آپ طلسمات، کہانت، عملیات اور تسخیر جنات کے ماہر تھے۔آپ کی پیشن گوئیاں اکثر سچ ثابت ہوتیں تھیں ۔شاہی فوجوں کو شکست دینا اور ان کے محفوظ قلعوں کو فتح کر لینا ان کے لیے کوئی مشکل نہ تھا۔آپ جنات کی مدد سے دور دراز علاقوں کی سیاحت فرمایا کرتے تھے۔آپ کو ملک وحکومت کی طمع نہیں تھی۔آپ نہایت رحم دل، سخی اور فیاض

تھے۔آپ نے تین سواتالیس برس کی عمر میں وفات پائی۔

جناب ناخور:۔

جناب ارعو نے تملکہ بنت مراحیل سے شادی کی جن سے جناب ناخور پیدا ہوئے اور نورِ مصطفیٰ ﷺ ان میں منتقل ہوگیا۔ناخور کے معنی دن ہیں۔جناب ناخور صنعت دوست،علم وفن کے قدردان ،اور بہت نرم دل تھے۔ان کی نرمی کی وجہ سے بہت سی قومیں باغی اور خودمختار بن گئیں اور قزاقوں نے اپنی اپنی ریاستیں قائم کرلیں تھیں۔جناب ناخور کی عمر دوسوآٹھ سال بیان کی جاتی ہے۔

جناب تارخ:۔

جناب ناخور نے سکعسن بنت سلمٰی بنت خولیا سے شادی کی جن سے جناب تارخ پیدا ہوئے۔جناب تارخ بہت عابد،زاہد،نیک فال اور مہینوں عبادت کیلئے پہاڑوں پر رہتے تھے۔آپ بہت زیادہ سخی تھے لوگوں کوکھانا کھلانا آپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔آپ حضرتؒ ابراھیمؑ کی پیدائش سے قبل ہی فوت ہوگئے تھے۔اس لیے حضرت ابراھیمؑ کی پرورش پہلے آپؑ کے دادا پھرآپؑ کے چچا آذر نے کی۔

جناب ابراھیم علیہ السلام:۔

جناب تارخ نے اوفیٰ بنت غرور سے شادی کی جن سے جناب حضرت ابراھیمؑ پیدا ہوئے۔اورنورِ مصطفیٰ ﷺ ان میں منتقل ہوگیا۔ابراھیم کے معنی (اب رحیم) یعنی مہربان باپ ہے۔حضرت ابراھیمؑ دمشق سے شمال کی جانب تین میل دور پہاڑ پرایک بستی برزہ نامی میں پیدا ہوئے۔آپ کی ولادت نمرود بن کنعان بن سخاریب بن

انوش کے زمانے میں ہوئی اس کا شمار ان چار بادشاہوں میں ہوتا ہے جنہوں نے ساری زمین پر حکومت کی۔ ان میں دو مسلمان حضرت سکندر ذوالقرنین اور حضرت سلیمانؑ اور دو کافر ایک بخت نصر اور دوسرا نمرود تھا۔ نمرود نے خواب دیکھا کہ ایک لشکر آیا اور اس میں سے ایک شخص نے اس کا تخت لکڑی سے کھٹکھٹانا شروع کیا یہاں تک کہ اس کا تخت ٹوٹ گیا۔ اس کے دربار کے نجومیوں نے اسے بتایا کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس سال ایک بچہ پیدا ہوگا جو ہمارے دین کو ختم کر کے نئی شریعت نافذ کرے گا اور ایک خدا کی عبادت کا درس دیگا۔ اس پر نمرود نے یہ اعلان کیا کہ اس سال جتنے بھی بچے پیدا ہوں ان کو قتل کر دیا جائے اور بچیوں کو زندہ رکھا جائے۔ ایک روایت کے مطابق اس نے ایک لاکھ بچے ذبح کروائے مگر جس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی تھی وہ اس دنیا میں تشریف لے آئے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک بچہ جتنا ایک ہفتے میں بڑا ہوتا۔ حضرت ابراھیمؑ ایک دن میں اتنی پرورش و نمو پاتے۔ ایک ہفتے میں ایک ماہ کی اور ایک ماہ میں ایک سال جتنی نشو و نما پاتے۔ حضرت ابراھیمؑ شروع سے ہی بتوں کے مخالف تھے اور ہر کسی کو ان بے جان مورتیوں کی عبادت سے روکتے تھے۔ ایک مرتبہ لوگ تہوار پر گئے ہوئے تھے تو آپ نے بڑے بت خانے کے تمام بت توڑ کر کلہاڑا بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا۔ واپسی پر ان لوگوں نے آپؑ کو نمرود کے دربار میں پیش کیا تو آپ کو آگ میں جلانے کی سزا دی گئی۔ طبری کی روایت کے مطابق یہ آگ دس فرسنگ کے احاطے میں جلائی گئی۔ ایک فرسنگ چار ہزار گز کا ہوتا ہے۔ اور اس احاطہ میں ایک سال تک لکڑیاں جمع کی جاتی رہیں اور جب آگ جلائی گئی تو اس کے شعلے اتنے بلند ہوئے کہ ملک شام میں نظر آتے تھے جبکہ یہ آگ کوفہ کے نواح میں جلائی گئی تھی۔ المختصر جب ابراھیمؑ کو اس آگ میں پھینکا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا۔

قلنا یانار کونی بردوسلام علی ابراھیم۔

اے آگ میرے ابراہیمؑ پر سلامتی والی ٹھنڈی ہو جا تو وہ آگ آپؑ کیلئے گل و گلزار ہوگئی۔ ایک روایت کے مطابق آپؑ اس آگ میں سات دن رات رہے، پھر سلامتی کے ساتھ باہر تشریف لائے۔ اس کے بعد آپؑ موصل اور حلب کے درمیان مران نامی قصبہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے آپ کی بیوی حضرت سارہ بھی آپؑ کے ساتھ تھیں۔ پچھتر سال کی عمر میں کنعان تشریف لائے اور کچھ عرصہ بعد مصر تشریف لے گئے جہاں پر سنان بن علوان فرعون مصر نے آپؑ کی بیوی حضرت سارا کو زبردستی اپنے محل میں داخل کر لیا مگر آپؑ کی کرامت دیکھ کر بہت نادم ہوا اور اپنی بیٹی حضرت ہاجرہ کو آپ کی خدمت میں پیش کیا اور آپؑ کو بہت عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا۔ اس کے بعد آپ کنعان میں دوبارہ تشریف لائے۔ کیونکہ آپؑ کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی اس لیے حضرت سارہ کی خواہش پر آپؑ نے حضرت ہاجرہ سے نکاح کر لیا جن سے جناب حضرت اسماعیلؑ پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے ایک سو پچھتر برس عمر پانے کے بعد وصال فرمایا۔ ختنہ کرنا، پاجامہ اور جوتی پہننا، مال غنیمت کو تقسیم کرنا۔ سب سے پہلے ہجرت کرنا آپؑ کی خصوصیات ہیں۔

جناب اسماعیل علیہ السلام:۔

جناب ابراہیمؑ نے حضرت سارہ کی فرمائش پر حضرت ہاجرہ سے نکاح کیا اس وقت آپؑ کی عمر چھیاسی برس تھی۔ حضرت ہاجرہ خاتون سے جناب اسماعیلؑ پیدا ہوئے اور نور مصطفیٰ ﷺ حضرت ابراہیمؑ سے ان میں منتقل ہوگیا۔ عربی زبان میں اسماعیلؑ کے معنی مطیع اللہ یعنی اللہ کی اطاعت کرنے والا ہے۔ علامہ ابن حجر کے بقول

حضرت اسماعیلؑ وہ پہلے فرد ہیں جو روانی اور فصاحت و بلاغت کے ساتھ عربی بولتے تھے۔ آپؑ تمام اوصاف و کمالات میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی مثل تھے۔ جب اسماعیلؑ ابھی شیر خوار ہی تھے تو بحکم الٰہی حضرت ابراہیمؑ حضرت ہاجرہ اور آپ کو وادی غیر ذی زرع جو آج کل مکہ ہے میں چھوڑ آئے۔ اس بے آب و گیاہ جگہ پر جب ان نفوسِ قدسیہ کے پاس غلہ وغیرہ ختم ہوا تو حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ پر سات مرتبہ دوڑیں۔ اللہ تعالیٰ کو آپ کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ قیامت تک اس سنت کو زندہ کر دیا اور ہر حاجی پر صفا اور مروہ کی سعی لازم کر دی۔ واپسی پر جب آپ نے دیکھا تو ننھے اسماعیل کی ایڑھی کے نیچے پانی کا چشمہ جاری ے۔ وہاں سے بنی جرہم کا ایک قافلہ گزرا تو پانی دیکھ کر آپ کی اجازت سے وہاں تر مقیم ہو گیا اس طرح یہ ویران جگہ آباد ہو گئی۔

اہل علم کے قول کے مطابق حضرت ابراہیمؑ ہر ہفتے یا ہر مہینے براق پر سوار ہو کر یہاں پر تشریف لاتے او اپنے بیوی بچے کا حال احوال دریافت کرتے۔

جب حضرت اسماعیلؑ کی عمر سولہ سال کی ہوئی تو قربانی کا حکم ہوا تو حضرت ابراہیمؑ یہاں پر تشریف لائے اور حکم ربی اپنے بیٹے کو سنایا تو آپؑ نے فوراً اپنا سر حکم الٰہی کے سامنے جھکا دیا اور قربان ہونے کیلئے تیار ہو گئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے اکلوتے بیٹے کی گردن پر چھری چلا دی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمان آیا۔

قد صدقت الریاء اے پیارے خلیل آپؑ نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ حضرت اسماعیلؑ کی جگہ اللہ تعالیٰ نے جنتی مینڈھا ذبح کیلئے بھیج دیا اور حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی قربانی کی یاد میں رہتی دنیا تک قربانی کو زندہ کر دیا۔ ہر سال کروڑوں فرزندانِ توحید جانوروں کی قربانی کر کے آپؑ کی یاد کو تازہ کرتے ہیں۔ اس امتحان کے بعد اللہ تعالیٰ نے کچھ عرصہ بعد آپؑ کو بیت اللہ تعمیر کرنے کا حکم دیا تو آپؑ بہ حکم ربی مکہ تشریف لائے اور

حضرت اسماعیلؑ کو ساتھ لے کر حضرت جبرائیلؑ کی بتائی ہوئی جگہ پر بیت اللہ شریف تعمیر کیا۔ روایات کے مطابق سب سے پہلے حضرت آدمؑ سے دو ہزار سال قبل فرشتوں نے بیت المعمور کے نیچے بیت اللہ شریف تعمیر کیا پھر جناب حضرت آدمؑ نے انہی بنیادوں پہ اسے عمارت کی شکل دی۔ طوفان نوح کے وقت اسے آسمانوں پر اٹھا لیا گیا۔ پھر ظہور حضرت عیسیٰؑ سے دو ہزار سال قبل اور تعمیر بیت المقدس سے نو سو ترانوے سال قبل حضرت ابراھیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے اسے دوبارہ تعمیر کیا۔ جب حضرت ابراھیمؑ کا آخری دور آیا تو آپؑ نے تابوت سکینہ سے نبی آخرالزماں ﷺ اور دوسرے انبیاء کی تصویریں حضرت اسماعیلؑ کو دکھانے کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ نبی آخرالزماں محمد ﷺ آپ کی اولاد میں سے ہوں گے اس لیے حکم ربی ہے کہ میں تم سے عہد لوں کہ یہ نور محمدی ﷺ جو تمہارے پاس امانت ہے وہ تمہاری اولاد میں صرف اس صورت میں منتقل ہو جہاں برائی کا شائبہ تک بھی نہ ہو اور یہ نور صرف نکاح کے ذریعے منتقل کیا جائے۔ آپؑ نے حضرت اسماعیلؑ سے یہ عہد نامہ لکھوا کر تابوت سکینہ میں رکھ دیا اور یہ تابوت آپؑ کے سپرد کر دیا۔ حضرت اسماعیلؑ نے سب سے پہلے نکاح بنی جرہم کی ایک خاتون عمارہ بنت سعید سے کیا لیکن حضرت ابراھیمؑ کے چوکھٹ بدلنے کے حکم پر ان سے قطع تعلق کر لیا اور ہالہ بنت حارث اور دوسری روایت کے مطابق سلمٰی بنت حارث بنت مضاض سے نکاح کیا اور ان سے جناب قیذار پیدا ہوئے۔ حضرت اسماعیلؑ نے ایک سو سینتیس (137) برس میں وصال فرمایا اور میزاب رحمت کے نیچے آپؑ کا مدفن ہے۔ (برائع الذھور صفحہ 102) حضرت اسماعیلؑ کے بے شمار خصائص ہیں اس میں صرف اتنا ہی بیان کرنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صادق الوعد فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

واذکر فی الکتاب اسمائیل انہ کان صادق الوعد وکان رسولا

نبیاء۔

(نوٹ):۔ یہاں پر اختصار مضمون کی طوالت کی وجہ سے اختیار کیا گیا ہے اور صرف بنیادی باتیں ہی عرض کی گئیں ہیں۔

جناب قیذار:۔

حضرت اسماعیلؑ نے ہالہ بنت حارث یا سلمٰی بنت حارث سے نکاح کیا تو ان سے جناب قیذار پیدا ہوئے اور نورِ مصطفیٰ ﷺ ان میں منتقل ہو گیا جو ان کی پیشانی پر نور بن کر چمکتا تھا۔ حسن و جمال میں آپ اپنے جدِ اعلیٰ حضرت ابراھیمؑ کا پیکر تھے۔ جب آپ سن شعور کو پہنچے تو حضرت اسماعیلؑ نے آپ کی صلاحیتیں دیکھیں اور نورِ مصطفیٰ ﷺ پیشانی میں چمکتا ہوا دیکھا تو نورِ مصطفیٰ ﷺ کی حفاظت کا عہد لیا اور عہد نامہ لکھوا کر تابوت سکینہ آپ کے سپرد کیا اللہ تعالیٰ نے جناب قیذار کو سات ایسی خصوصیات عطا فرمائیں تھیں جو کسی دوسرے میں نہ تھیں۔

☆ آپ بہت اچھے شکاری تھے اور ہرن کو بھاگ کر پکڑ لیتے تھے۔

☆ آپ بہترین شہ سوار تھے۔ ☆ آپ کی پکڑ نہایت سخت تھی۔ ☆ آپ بڑے بہادر تھے۔ ☆ بہترین تیر انداز تھے آپ کا نشانہ کبھی خطا نہ ہوتا تھا۔ ☆ آپ کے چہرے پر ہیبت وقار ٹپکتا تھا اور ہر کوئی آپ سے متاثر ہو جاتا تھا۔ ☆ بہت زیادہ قوت مردمی عطا کی گئی تھی۔ ناسخ التواریخ میں لکھا ہے کہ آپ نے حضرت اسحاقؑ کے خاندان سے سو خواتین کے ساتھ نکاح کیا مگر اولاد کسی سے بھی نہ ہوئی جس کی وجہ سے آپ بہت پریشان رہتے۔ ایک روایت کے مطابق آپ کی عمر جب دو سو سال ہوئی تو آپ نے اس جگہ پر سات سو سفید گائے یا سات ریوڑھ بکریوں کے قربان کیے جو قربان گاہِ اسماعیلؑ

مشہور تھی اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ میری قربانی قبول فرمائی جائے اور مجھے فرزند عطا فرمایا جائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور اس زمانے کے دستور کے مطابق آگ آئی اور قربانی کو لے گئی۔ پھر آپ کو حکم ہوا کہ درخت وعد کے سائے میں سو جائیں اور جو خواب نظر آئے اس پر عمل کریں۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ خواب میں آپ نے دیکھا کہ ایک ندا کرنے والا ندا کر رہا ہے کہ یہ جو نور تمہاری پیشانی میں چمک رہا ہے یہ نور محمد ﷺ ہے۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز بنائی۔ اب اس نور کی حامل کوئی غیر عرب عورت نہیں ہو سکتی اس لیے غاضرہ نامی عربی خاتون سے نکاح کرو تو تمہیں فرزند عطا کر دیا جائے گا۔ آپ خواب سے بیدار ہوئے تو ان خاتون کی تلاش شروع کی تو پتہ چلا کہ غاضرہ نامی خاتون بنی جرہم کے بادشاہ جو قحطان کی نسل سے تھا کی صاحبزادی ہیں آپ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا جو قبول کر لیا گیا تو ان کی شادی محترمہ غاضرہ سے ہو گئی اور نور مصطفیٰ ﷺ ان میں منتقل ہوا جو بعد میں ان کے بیٹے جن کا نام حمل رکھا گیا میں منتقل ہو گیا۔ جناب حمل کے پیدا ہونے سے قبل جناب قیذار بحکم الٰہی تابوت سکینہ جناب یعقوبؑ کے حوالے کرنے کیلئے کنعان تشریف لے گئے کیونکہ تابوت سکینہ کو صرف انبیاء ہی کھول سکتے ہیں اور وہی اس کے وارث ہیں۔ جب آپ کنعان پہنچے تو جناب یعقوبؑ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کا شاندار استقبال کیا اور تابوت سکینہ لینے کے بعد آپ کو خوشخبری دی کہ کل آپ کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے جس کے استقبال کے لیے فرشتے آسمانوں سے بشری لباس میں نازل ہوتے میں نے دیکھے ہیں اور یہ سب نورِ مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے ہوا ہے۔

المختصر۔ جب جناب حمل سن بلوغ کو پہنچے تو جناب قیذار ان کو لے کر جبل ابوقیس پر آئے اور ان سے نورِ مصطفیٰ ﷺ کی حفاظت کی زبانی وصیت فرمائی اور وعدہ لے کر واپس کوہ یثرب پر آئے تو اس وقت جناب عزرائیل انسانی شکل میں آئے اور جناب قیذار سے کان میں کچھ

باتیں کرنے لگے اور کان کے راستے آپ کی روح قبض کرلی۔ جس کی وجہ سے جناب قیذار گر گئے۔ یہ دیکھ کر جناب حمل کو بہت غصہ آیا اور جناب ملک الموت سے جھگڑنے لگے کہ تونے میرے باپ کو کیا کر دیا۔ ملک الموت نے ان سے کہا کہ پہلے دیکھو یہ زندہ ہیں یا فوت ہو چکے ہیں جب جناب حمل نے دیکھا تو آپ فوت ہو چکے تھے اس لیے آپ نے جان لیا کہ یہ جناب عزرائیلؑ تھے جو ان کی روح قبض کرنے آئے تھے۔ لہٰذا آپ نے اسی جگہ آپ کی تجہیز وتکفین کر دی۔ (مراۃ الانساب صفحہ 67)

جناب حمل:۔

جب جناب قیذار نے غاضریہ جرہمیہ خاتون سے شادی کی تو ان سے جناب حمل پیدا ہوئے اور نورِ مصطفیٰ ﷺ ان میں چمکنے لگا۔ جب آپ جوان ہوئے تو آپ کے والد نے ان سے نورِ مصطفیٰ ﷺ کی حفاظت کا عہد لیا۔ جس طرح اوپر بیان ہو چکا کہ آدمؑ سے جناب اسماعیلؑ تک یہ عہد نامہ ہر حامل نور سے لکھوا کر تابوت سکینہ میں رکھا جاتا رہا پھر یہ تابوت جناب یعقوبؑ کے سپرد کر دیا گیا اور بنی اسماعیلؑ میں کیونکہ صرف حضور رحمت اللعالمین ﷺ ہی نبی ہونے والے تھے اس لیے ان کی اولاد سے زبانی عہد لیا جاتا رہا اور یہ عہد پشت در پشت چلتا ہوا جنابؒ عبداللہ بن عبدالمطلب تک آیا اور ہر کسی نے اس عہد کی پاس داری کی۔

جناب بنت:۔

جناب حمل نے سعیدہ نامی خاتون سے نکاح کیا۔ جن سے بچہ پیدا ہوا جس کا نام بنت رکھا گیا۔ بنت نام رکھنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ جناب حمل اور ان کی اہلیہ محترمہ سعیدہ یمن کی جانب سفر کر رہے تھے کہ راستے میں ہی بچہ پیدا ہوا۔ ابھی بچہ

چالیس دن کا بھی نہیں ہوا تھا کہ آپ کی والدہ فوت ہوگئیں۔ دوران سفر سخت بارش آئی اور آپ کے والد ان کو لے کر غار میں آ گئے جہاں پر ملک الموت نے ان کی بھی روح قبض کر لی اور یہ اکیلے غار میں رہ گئے۔ چالیس دن کے بعد یہاں سے ایک قافلہ گزرا تو انہوں نے اس بچے کو اٹھا لیا جو اس وقت ایک سال کا لگتا تھا انہوں نے خیال کیا کہ یہ بچہ زمین سے آیا ہے اس لیے اس کا نام بنت رکھ دیا۔ (معارج النبوت صفحہ 210)

دوسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ نے بارش اور چشموں کے پانی کو محفوظ کر کے باغات کو رواج دیا اور کھیتی باڑی کو عام کیا جس سے سنسان جنگل سرسبز و شاداب ہو گئے تو عوام نے اپنے حاکم کو بنت کا خطاب دیا۔ (الواقعۃ الاسلامیہ صفحہ ۹۷)

جناب بنت نیک خصلت اور اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلنے والے تھے۔ آپ اپنے کردار میں بے مثال تھے۔ نورِ مصطفیٰ ﷺ ان کی پیشانی میں چمک رہا تھا۔

جناب ہمیسع :۔

جناب بنت نے حارثہ بنت مراد سے شادی کی جن سے جناب ہمیسع پیدا ہوئے۔ ہمیسع کی وجہ تسمیہ بلند ہمتی بیان کی جاتی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے یہ وہ واحد شخصیت تھے جو شام، نجد، یمن اور حجاز کے حاکم تھے اور اولاد اسحاقؑ ان کی رعایا تھے۔ ان کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ ہر دیکھنے والا ان سے مرغوب ہو جاتا تھا اور خوف سے ان کو سجدہ کرتا تھا۔ (معارج النبوت، اردو ترجمہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صفحہ 697)

جناب ادد :۔

ہمیسع نے جب بنت قحطان سے شادی کی تو ان سے جناب ادد پیدا ہوئے۔ انہوں نے کتابت سیکھی اور ہر قسم کے خطوط نکالے۔

جناب اد:۔

جب جناب ادد نے سلمیٰ بنت حارث سے نکاح کیا تو ان سے جناب اد پیدا ہوئے اور نورِ مصطفیٰ ﷺ ان میں چمکنے لگا ان میں یہ انفرادیت تھی کہ ان کی آواز بہت بلند تھی یہاں تک کہ ان کی آواز بارہ میل دور سے بھی سنی جا سکتی تھی۔اس لیے ان کو اوزان بھی کہا جاتا ہے۔

جناب عدنان:۔

جناب اد نے یلہات بنت یعز سے نکاح کیا تو ان سے جناب عدنان پیدا ہوئے اور نورِ نبوت ﷺ ان میں منتقل ہوا۔نورِ مصطفیٰ ﷺ کے حامل ہونے کی وجہ سے یہود آپ کے دشمن ہو گئے اور آپ کے قتل کے درپے ہو گئے۔۔ایک مرتبہ آپ تنہا گھوڑے پر کہیں جا رہے تھے کہ فارس کے اسی جوانوں نے آپ کا تعاقب شروع کر دیا اور آپ کو دو پہاڑوں کے درمیان ایک درہ میں گھیر لیا۔آپ ان اسی سواروں کا تنہا مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ آپ اور آپ کا گھوڑا سخت زخمی ہو گئے آپ گھوڑے سے اتر کر پہاڑ پر چڑھ گئے۔دشمنوں نے یہاں بھی آپ کا تعاقب کیا تو جناب عدنان نے بارگاہِ رب العزت میں دعا کی تو ایک غیبی ہاتھ نمودار ہوا اور آپ کو ایک بلند چوٹی پر بٹھا دیا۔اس کے بعد ایک چیخ پیدا ہوئی جس کی وجہ سے تمام دشمن مر گئے۔ (مرۃ الانساب صفحہ 60)

ایک اور روایت کے مطابق غیر مسلم جن آپ کی تاک میں رہتے تا کہ آپ کو قتل کر دیا جائے کیونکہ ان کی نسل سے جو ذات پیدا ہونے والی تھی وہ تمام انسانوں ،جنوں اور دوسری مخلوقات کی سردار تھی ،لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنوں کے شر سے محفوظ رکھا۔ (معارج النبوۃ)

جناب معد:۔

جناب عدنان نے امیہ سے نکاح کیا تو ان سے جناب معد پیدا ہوئے اور نورِ مصطفیٰ ﷺ ان کی پیشانی میں چمکا۔ ان کی کنیت ابو قضاعہ تھی۔ انہوں نے اپنے بھائیوں میں بہت شہرت حاصل کی۔ معد کے معنی تازہ پھل کے ہیں۔ آپ کا یہ نام رکھے جانے کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ آپ کا چہرہ ہر وقت تر و تازہ اور کھلا ہوا رہتا۔ دوسری وجہ یہ بیان کی گئی کہ آپ یہودیوں کے ساتھ برسرِ پیکار رہتے اور ہمیشہ ان کو شکست دیتے اور کثیر مال غنیمت ساتھ لے کر آتے۔

ایک مرتبہ آپ کے بیٹے ضحاک بن معد چالیس افراد کے ساتھ بنی اسرائیل کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ لڑے اور ان کو شکست فاش دی اور ان کے اکثر لوگوں کو قیدی بنا کر ساتھ لے آئے۔ جب یہ شکست خوردہ لوگ اپنے نبی کے پاس گئے اور جناب عدنان اور ان کے بیٹوں کے لیے بددعا کی درخواست کی تو اس وقت کے نبی نے جیسے ہی بددعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ ان کیلئے بددعا مت کرو کیونکہ یہ قبول نہ ہوگی اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا پیارا محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ ان کی اولاد میں سے ہوگا۔ (مراۃ الانساب صفحہ 61)

جناب نزار:۔

جناب معد کی بیوی معاذہ بنت جوش بن عدی کے ہاں جناب نزار پیدا ہوئے اور نورِ مصطفیٰ ﷺ ان کی پیشانی میں چمکنے لگا۔ ان کی کنیت ابو ربیعہ ہوئی۔ نزار نام ہونے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو نورِ مصطفیٰ ﷺ ان کی پیشانی میں چمک رہا تھا آپ کے والد جناب معد نے خوش ہو کر ایک ہزار اونٹ ذبح کر کے غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیئے۔ جناب معد کو قبیلے والوں نے اس فعل پر لعن طعن شروع کی تو آپ نے فرمایا۔ **ان ھذہ کلھا نزار۔** یعنی یہ سب کچھ تو بہت کم ہے اس

لیے اس نومولود کا نام نزار پڑ گیا۔ (مواہب الدنیا جلد اول صفحہ 14)

جناب مضر:۔

جب جناب نزار نے عنکلات بن عدی بن عدنان اور دوسری روایت میں ان کا نام عبیدہ آیا۔ ہے سے نکاح کیا تو جناب مضر پیدا ہوئے اور نورِ مصطفیٰ ﷺ کے حامل ہوئے۔ پیارے مصطفیٰ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے مضر کو گالی مت دو وہ مسلمان تھے۔ (مرآۃ الانساب صفحہ 57) ان کو مضر احمر یعنی سرخ مضر بھی کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ کو اپنے والد کی وراثت سے سرخ مال حصے میں آیا۔ اس کا واقعہ امام ابوالفرح ابن الجوزی نے کتاب الاذکیا میں اس طرح بیان کیا ہے کہ جب نزار بن معد کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنا مال اپنے چار بیٹوں مضر، ربیعہ، ایاد اور انمار میں اس طرح تقسیم کیا کہ یہ جو سرخ چمڑے کا قبہ اور اس کے مشابہ مال جتنا بھی ہے وہ مضر کا۔ سیاہ خیمہ اور اس سے مشابہ مال ربیعہ کا۔ یہ خادم اور اس سے مشابہ مال ایاد کا اور یہ تھیلی اور بیٹھنے کی جگہ انمار کی۔ اس تقسیم کے بعد انہوں نے کہا کہ اگر اس تقسیم میں کچھ اشکال ہو تو افعی بن افعی جرہمی سے اسے حل کروانا جو کہ نجران کا بادشاہ ہے۔ جب جناب نزار فوت ہو گئے تو یہ افعی ابن افعی کی طرف متوجہ ہوئے۔ دوران سفر مضر نے چرا ہوا گھاس دیکھ کر کہا کہ جس اونٹ نے یہ گھاس کھایا ہے وہ کانا ہے۔ پھر ربیعہ نے کہا کہ وہ نیلگوں ہے اور ایاد نے کہا وہ دم بریدہ ہے اور انمار نے کہا کہ وہ بھاگا ہوا ہے؟ ابھی یہ تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ ایک شخص اونٹ کے بارے میں معلومات حاصل کرتا ہوا ان کے پاس آیا تو مضر نے کہا کہ وہ کانا ہے تو اس شخص نے کہا ہاں۔ ربیعہ نے کہا کہ وہ نیلگوں ہے؟ اس شخص نے کہا ہاں۔ ایاد نے کہا وہ دم بریدہ ہے؟ اس شخص نے کہا بے شک آپ نے صحیح بتایا۔ اب مجھے اس تک پہنچا دیں تو سب نے

حلف دیا کہ انہوں نے اس کے اونٹ کو نہیں دیکھا۔ وہ شخص ان سے لڑنے لگا کہ جب آپ نے میرے اونٹ کا حلیہ صحیح بیان کیا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ نے اسے دیکھا نہ ہو؟ یہاں تک کہ معاملہ نجران کے بادشاہ افعی تک پہنچا۔ اس شخص نے تمام ماجرہ بیان کیا تو بادشاہ نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا ہم نے اس اونٹ کو نہیں دیکھا تو بادشاہ نے پوچھا کہ تمہیں اس کا حلیہ کس طرح معلوم ہوا۔ تو مضر نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ ایک جانب سے اس نے گھاس چرا ہے اور دوسری جانب سے نہیں تو میں نے جانا کہ اونٹ کانا ہے۔ ربیعہ نے کہا کہ میں نے اس کے نشان قدم دیکھے جو بہت مضبوط تھے اس لیے میں نے جانا کہ یہ طاقت نیلگوں ہونے کی علامت ہے۔ ایاد نے کہا کہ اس کی لید یکجا تھا اس لیے میں جانا کہ وہ دم بریدہ ہے اگر دم دار ہوتا تو لید پھیل جاتی۔ انمار نے کہا کہ اس نے اچھا گھاس چرا یہاں تک کہ تجاوز کرتے ہوئے معمولی گھاس تک پہنچا تو میں نے جانا کہ یہ بھاگا ہوا ہے۔ بادشاہ نے اس اونٹ والے شخص سے کہا کہ یہ تیرے اونٹ والے نہیں ہیں اور اسے چلتا کیا۔ پھر ان سب کو اپنے پاس بلا کر آنے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے اپنے والد کی وصیت بیان کی ۔ بادشاہ نے کہا کہ جب تم سب اتنے دانا ہو تو میری کیا حاجت۔ بہر حال اس نے ان کیلئے کھانا وغیرہ منگوایا اور ان کو کھانے کی دعوت دی اور اٹھ کر چلا گیا لیکن ایک غلام ان کے پاس چھوڑ گیا اور اسے تاکید کر گیا کہ جو یہ گفتگو کریں مجھے آگاہ کرے۔ سب نے کھانا کھایا تو مضر نے کہا کہ آج جیسی شراب میں نے پہلے کبھی نہ پی کاش اس کے انگور قبر پر بوئے ہوئے نہ ہوتے۔ ربیعہ نے کہا کہ آج جیسا لذیز گوشت میں نے پہلے کبھی نہیں کھایا کاش اس بکرے نے کتیا کے دودھ پر پرورش نہ پائی ہوتی۔ ایاد نے کہا کہ میں نے بادشاہ جیسا خوش مزاج شخص پہلے کبھی نہیں دیکھا کاش یہ اپنے باپ کا بیٹا ہوتا اور انمار نے کہا کہ آج جیسی عمدہ روٹی میں ۔نے کبھی نہیں کھائی کاش اس آٹے

کو حائضہ نے نہ گوندا ہوتا۔

غلام نے یہ تمام باتیں افعی کو بتائیں تو افعی نے تحقیق کی تو شراب والے نے بتایا کہ یہ شراب ان انگوروں کی تیار کی گئی تھی جو تیرے باپ کی قبر پر بوئے گئے تھے۔ پھر گوشت والے سے پوچھا تو اس نے کہا کہ واقعی اس بکرے کو کتیا کے دودھ سے پرورش دی گئی تھی۔ لونڈی سے پوچھا جس نے آٹا گوندا تھا تو اس نے کہا کہ میں واقعی حائضہ ہوں اور جب افعی نے اپنی ماں سے اپنے باپ کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا چونکہ بادشاہ کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوتی تھی اس لیے اس نے ایک شخص کو مجھ پر قدرت دی تا کہ سلطنت غیروں کے ہاتھ میں نہ چلی جائے۔ افعی نے ان چاروں بھائیوں سے پوچھا کہ تمہیں یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں تو مضر نے کہا کہ شراب سے غم دور ہوتا ہے لیکن اس شراب سے غم آتا تھا اس لیے میں نے سمجھا کہ یہ قبر پر بوئے ہوئے انگوروں کی شراب ہے۔ ربیعہ نے کہا کہ بکرے کے گوشت کے اوپر چربی ہوتی ہے اور کتے کے گوشت کے نیچے اس لیے میں نے جانا کہ اس بکرے نے کتیا کے دودھ پر پرورش پائی ہے۔ ایاد نے کہا کہ آپ کا باپ مہمانوں سے مل کر کھانا کھاتا تھا اور آپ نے ہمارے ساتھ مل کر کھانا نہیں کھایا اس لیے میں نے سوچا کہ یہ کسی حرامی کی نشانی ہے۔ انمار نے کہا کہ جب روٹی توڑ کر سالن میں ڈالی جائے تو وہ پھول جاتی ہے مگر یہ نہ پھولی اس لیے میں نے جانا کہ اس آٹے کو کسی حائضہ عورت نے گوندا ہے۔

پھر افعی نے ان کے باپ کی وصیت کا فیصلہ اس طرح کیا کہ سرخ فیتہ کے مشابہ مال مضر کا ہے اس لیے اسے دینار اور سرخ اونٹ ملنے چاہئیں۔ سیاہ خیمہ کے مشابہ ربیعہ کے لیے اس لیے اسے سیاہ گھوڑے ملنے چاہئیں۔ جو خادم کے مشابہ ہو وہ ایاد کیلئے کیونکہ خادم ابلق ہوتا ہے اس لیے ابلق گھوڑے وغیرہ اس کے لیے اور انمار کے حق میں درہم اور زمین کا فیصلہ کیا۔ (حیواۃ الحیوان جلد اول صفحہ 54 تاریخ طبری جلد دوم صفحہ 90)

یہ سب بیان کرنے کا مقصد جناب مضراوران کے بھائیوں کی ذہانت اور عقلمندی کو ظاہر کرنا تھا۔ جناب مضرنہایت دین پسند تھے ۔آپ ہمیشہ دین ابراھیمیؑ کی ترویج واشاعت وتبلیغ میں کوشاں رہتے تھے۔ مورخین کی تحقیق کے مطابق اونٹ کی حدی سب سے پہلے انہوں نے ہی تیار کی تھی۔

جناب الیاس:۔

جناب مضر کی بیوی حزیمہ (ان کا نام حنفا اماد بن احاطب بھی آیا ہے) سے بچہ پیدا ہوا تو ان کا نام الیاس رکھا گیا۔ اس نام رکھنے کی ایک وجہ تو یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ کے والد بوڑھے ہو چکے تھے اوران کے ہاں کوئی اولا دنر ینہ نہ تھی لیکن اللہ کی قدرت بڑھاپے میں ان کے ہاں بچہ پیدا ہوااس لیے ان کا نام الیاس رکھا گیا۔ آپ کوسید المبشر بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی بزرگی ،عفت اور پرہیز گاری کے سبب بڑے بڑے قبائل ان کے مطیع ہو گئے اور حکومتی امور پران کی رائے کے مطابق فیصلہ کیا جا تا تھا۔ آپ کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے ہی مقام ابراھیمؑ دریافت کیا جوکہ پہلے پوشیدہ تھا۔ سب سے پہلے آپ نے حرم کعبہ میں قربانی کی۔ حج کے ایام میں آپ اپنی پشت سے جناب نبی آخرالزماں ﷺ کی تسبیح حج یعنی لبیک باالحج سنا کرتے تھے۔ (حیواۃ الحیوان جلد اول صفحہ 205) سل کو یاس کی بیماری اس لیے کہتے ہیں کہ الیاس بن مضراسی بیماری میں فوت ہوئے چنانچہ ابن خرفہ نے کہا۔

یقول العاذلون اذا رؤانی

امیت بداء یاس فھو مودی

یعنی جب ملامت کرنے والے مجھے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ مجھے یاس کی بیماری ہے

اور میں اسی میں مر جاؤں گا۔ (الروض الانف جلد اول صفحہ 7)

جناب مدرکہ:۔

جناب الیاس نے خریمہ نامی خاتون سے شادی کی جن سے جناب مدرکہ پیدا ہوئے اور نورِ مصطفیٰ ﷺ ان میں منتقل ہو گیا۔آپ کا اصل نام علی تھا۔مدرکہ کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک دن آپ اور آپ کا بھائی عامر جنگل میں اونٹ چرا رہے تھے کہ ایک اونٹ دور نکل گیا تو جناب علی اس کی تلاش میں گئے اور کافی دیر کے بعد اسے واپس لے کر آئے اس دوران آپ کے بھائی عامر نے کھانا نہیں کھایا بلکہ اسے تیار کر کے رکھا اور بھائی کے آنے کا انتظار کرتا رہا۔ یہ معاملہ سن کر آپ کے والد نے جناب علی کو مدرکہ اور جناب عامر کو طانجہ کے نام سے یاد کیا جو مشہور ہو کر نام پر غالب آ گیا۔ (تاریخ طبری جلد دوم صفحہ 189)

ان کے اوصاف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنے اسلاف کے کارناموں کو پہچانا اور ان کی قدر کی۔

جناب خزیمہ:۔

جناب مدرکہ نے سلمہ بنت اسد سے نکاح کیا جن سے جناب خزیمہ پیدا ہوئے اور نور مصطفیٰ ﷺ کے امین ہوئے۔آپ سخت گیر، کثیر المال اور غضب ناک رئیس بنو اسماعیل تھے۔ایک روایت کے مطابق آپ اپنے جنگی قیدیوں کے ناک چھید کر ان میں لوہے کی تار ڈال دیا کرتے تھے اس خوف سے کوئی قوم بھی آپ کی مخالفت نہ کرتی تھی۔ (الواقعۃ الاسلامیہ صفحہ 19)

جناب کنانہ:۔

جناب خزیمہ نے غیبی الہام کے نتیجہ میں ہند بنت قیس سے نکاح
کیا جن سے جناب کنانہ پیدا ہوئے اور نورِ مصطفیٰ ﷺ کے حامل ہوئے۔ ہند بنت قیس
اپنے خاندان کی معزز ترین خاتون تھیں۔ کنانہ کے معنی رازدار بیان کیا گیا ہے۔ آپ بہت
خوبصورت، مالدار اور شان و شوکت والے رئیس تھے۔ آپ نہایت درجہ کے عابد و زاہد
تھے۔ آپ نے اپنے خاندان اور قبیلہ والوں کو پیارے مصطفیٰ ﷺ کی آمد کی خوشخبری ان
الفاظ میں دی۔

قد ان خروج نبی من مکۃ یدعیٰ احمد یدعو الی اللہ والی البر والاحسان ومکارم الاخلاق۔ فاتبعو لا تردادو اشرفا وعزا الی عزکم ولا تعتدوا ای تکذبوا ما جاء بہ فھو الحق۔ (سیرت حلبیہ جلد اول صفحہ 19)

مکہ سے ایک نبی کا ظہور عنقریب ہونے والا ہے۔ جس کو احمد کہا جائے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی
طرف اور نیکی اور احسان اور اچھے اخلاق کی طرف بلائے گا۔ پس اگر تم سب اس کی اتباع
کرو گے تو بزرگی اور عزت و فضیلت زیادہ پاؤ گے اور حد سے تجاوز مت کرنا یعنی اس کی
تکذیب مت کرنا کیونکہ وہ جو چیز لے کر آئیں گے وہ حق ہو گی۔

آپ کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ آپ ہمیشہ کسی کے ساتھ
کھانا کھاتے اور مہمانوں کو ڈھونڈتے۔ اگر کبھی کسی کو نہ پاتے تو اپنے ساتھ ایک پتھر رکھ
لیتے۔ ایک لقمہ آپ تناول کرتے اور دوسرا اس پتھر کے پاس رکھتے جاتے۔ اس کی وجہ یہ
بیان کی گئی کہ انہوں نے کبھی اکیلے کھانا نہیں کھایا تھا اس لیے انہیں شرم آتی تھی۔

جناب نضر (قریش):۔

جناب کنانہ نے برہ بنت بریں سے نکاح کیا جن سے جناب نضر پیدا ہوئے اور نورِ مصطفیٰ ﷺ ان کی پیشانی میں چمکا۔ مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انہیں کا لقب قریش ہوا اور عرب میں جن قبائل کا نسب بھی جناب نضر سے ملتا ہے وہ قریشی کہلاتے ہیں۔ آپ کو قریش کہنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ طاقت وتقویٰ میں بزرگ ترین شخص تھے۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق قریش ایک دریائی مچھلی کا نام ہے اس کو قریش کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دوسری مچھلیوں کو کھاتا ہے مگر خود کسی کے قابو میں نہیں آتا۔ جناب نضر کو قریش اس لیے بھی کہا جاتا ہے کہ حج کے ایام میں آپ تمام حاجیوں کی دعوت فرماتے اور تمام حاجی ان کی دعوت میں جمع ہوتے۔ کیونکہ قریش کا ایک معنی جمع ہونا بھی ہے اس لیے آپ قریش کے لقب سے مشہور ہوئے۔

ایک روایت کے مطابق آپ ایک مرتبہ سوئے ہوئے تھے کہ آپ کو پکارا گیا کہ اے نضر تجھے ملک ظاہری اور باطنی اور عزت سرمدی کا اختیار دیا گیا تو آپ نے جواب دیا۔

کلا یارب قد اخترت مایبقی الابد۔

یعنی اے میرے رب میں نے وہ چیز اختیار کی جو ہمیشہ تک رہے گی۔ (روضۃ الاحباب صفحہ 53)

جناب مالک:۔

جناب نضر سے نورِ مصطفیٰ ﷺ آپ کی زوجہ جندلہ بنت حارث کے ذریعے جناب مالک تک پہنچا ان کو مالک کہنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس وقت آپ عرب کے حاکم تھے۔ آپ عرب پر ہمیشہ غالب رہے۔ آپ محتاجوں کی حاجت روائی فرمایا کرتے تھے اور فرائض کی ادائیگی کیا کرتے تھے۔ (مراۃ الانساب جلد اول صفحہ 53)

جناب فہر:۔

جناب فہر کی والدہ کا نام عاتکہ یا عکرشہ بیان کیا جاتا ہے جن کو نورِ مصطفیٰ ﷺ جناب مالک سے ملا اور جناب فہر میں منتقل ہوا۔ ان کا دوسرا نام عامر تھا۔ روایات کے مطابق بادشاہ یمن حسان بن کلال حمیری اپنے قبائل کو جمع کر کے اس منحوس ارادہ سے عرب میں آیا کہ کعبۃ اللہ کو مکہ سے یمن منتقل کر دیا جائے تا کہ لوگ مکہ کی بجائے یمن میں حج ادا کیا کریں۔ وہ ایک لشکر جرار لے کر مقامِ نخلہ پر اترا اور ارد گرد کی چراگاہوں کو تباہ کرنا شروع کر دیا تو جناب فہر نے عرب قبائل کو یکجا کیا اور اس سے جنگ کی اور ان کو شکست فاش دی۔ حتیٰ کہ حسان گرفتار ہوا اور تین سال تک قید رہا اور پھر بہت سا مال فدیہ دے کر رہا ہوا۔ رہا ہونے کے بعد وہ یمن جا رہا تھا کہ راستے میں ہی مر گیا۔ اس جنگ کے بعد سے اہل عرب میں جناب فہر کی عزت و عظمت بہت زیادہ ہو گئی۔ (تاریخ طبری جلد اول صفحہ 187)

جناب غالب:۔

جناب فہر سے نورِ مصطفیٰ ﷺ جناب غالب کے پاس آیا۔ آپ عرب کے بہت مشہور سردار تھے۔ اہل عرب تمام اہم معاملات میں آپ سے مشورہ کرتے۔ آپ اعلیٰ پائے کے صائب الرائے تھے۔ آپ کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت الحارث بن تمیم تھا۔

(تاریخ طبری جلد اول صفحہ 213)

جناب لوئی:۔

جناب لوئی کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت عمر تھا۔ آپ جناب غالب کے بعد نورِ مصطفیٰ ﷺ کے امین ہوئے۔ عربی قاعدہ کے مطابق لوئی کی ہمزہ کو تصغیر کے ساتھ لائی پڑھا جاتا ہے جس کے معنی وحشی جنگلی گائے ہے۔ آپ اپنے رعب اور دبدبہ کی وجہ سے قریش میں مشہور تھے۔ آپ قریش کے سرداران میں سے تھے۔ (معارج النبوۃ جلد اول صفحہ 213)

جناب کعب :۔

جناب لوئی کے بعد جناب کعب نورِ مصطفیٰ ﷺ کے امین ہوئے ۔آپ کی والدہ کا نام ماریہ بنت کعب بن قین بیان کیا جاتا ہے۔آپ قریش کے اہم ترین سرداروں میں سے تھے۔آپ کی شرافت وامانت کی وجہ سے اہل قریش آپ کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔آپ نہایت سخی اور کریم النفس تھے۔آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے جمعہ کے دن لوگوں کو جمع کر کے میلاد مصطفیٰ ﷺ بیان کیا۔انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ نبی آخرالزماں جناب محمد ﷺ کی ولادت ہونے والی ہے۔وہ میری اولاد میں سے ہوں گے تم سب ان کی اتباع کرنا پھر آپ نے چند تعریفی اشعار پڑھے جن میں سے ایک یہ بھی ۔

یا لیتنی شاھد فحوری دعدته

حین الحشیرة تبغی الحق خزلا

کاش میں آپ ﷺ کی دعوت اسلام کے دوران حاضر ہوتا جبکہ قوم اپنی بدبختی کے باعث بغاوت کرے گی ۔(الریاض الانف شرح سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ 6)

جناب مرہ :۔

جناب کعب کے بعد ان کے بیٹے جناب مرہ نورِ مصطفیٰ ﷺ کے امین ہوئے۔آپ کی والدہ کا نام جند بنت شرق بن تعلبہ بن سلفی تھا۔آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے جد سادس یعنی چھٹے دادا ہیں ۔حضرت امام مالکؒ بھی آنحضرت ﷺ سے جناب مرہ کے سلسلہ نسب میں شامل ہو جاتے ہیں ۔(سیرت حلبیہ جلد اول صفحہ 18)

جناب کلاب :۔

جناب کلاب فاطمہ بنت عوف بن سعد کے بطن سے پیدا ہوئے
۔آپ کے والد جناب مرہ ہیں۔آپ کا نام حکیم یا عروہ تھا۔آپ کا لقب کلاب اس لیے
مشہور ہوا کہ آپ شکار کے بہت شوقین تھے اور کتوں کے ساتھ شکار کھیلا کرتے تھے۔آپ
حضرت آمنہؓ خاتون والدہ محترمہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد ثالث یعنی تیسرے
دادا ہیں۔یعنی حضرت آمنہ خاتونؓ کا سلسلہ نسب یوں ہے۔حضرت آمنہؓ بنت وہیب بن
عبدالمناف بن زہرہ بن کلاب۔ (سیرت حلبیہ جلد اول صفحہ 118)

جناب قصی:۔

جناب کلاب نے فاطمہ بنت سعد بن سیل بن حمالہ سے شادی کی
تو جناب زید اور زہرہ پیدا ہوئے۔جناب قصی کا نام زید اور لقب قصی ہے۔قصی لقب ہونے
کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ جب جناب کلاب فوت ہوئے تو زہرہ جوان اور زید کم
سن تھے۔آپ کی والدہ اپنے میکے ،بنو کلب کے ہاں ملک شام چلی گئیں اور زید کو ساتھ لے
گئیں۔جناب زید وہی جوان ہوئے۔ایک مرتبہ ایک قضاعی نے آپ کو بتایا کہ آپ قضاعی
نہیں بلکہ قریشی ہیں اور مکہ کے رہنے والے ہیں تو آپ نے اپنے بھائی زہرہ کے پاس مکہ
واپس ہونے کا ارادہ کیا لیکن آپ کی والدہ نے آپ کو روک لیا کہ ذی قعدہ میں حجاج حج
کیلئے جائیں گے تو آپ بھی ساتھ ہو جانا۔اس طرح آپ واپس تشریف لائے اور علاقہ
قص میں مقیم ہو گئے۔

ایک روایت کے مطابق ان کا نام مجمع بھی تھا۔خزانہ کے خلفشار کے موقعہ پر بہت سے لوگ
مکہ سے گردونواح میں منتشر ہو گئے تھے۔آپ ان کی واپسی کا سبب بنے اس لیے مجمع کے
نام سے مشہور ہو گئے۔اس نام کو کسی شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے۔

ابوناقصی کان یدعیٰ مجمعا
بہ جمع اللہ القبائل من فھر

آپ نے خلیل خزاعی کی اکلوتی بیٹی حبیٰ کے ساتھ نکاح کیا۔ چونکہ خلیل خزاعی بیت اللہ کا متولی تھا اور ان کے ہاں کوئی نرینہ اولاد نہ تھی اس لیے انہوں نے بیت اللہ کی تولیت کا حق اپنی بیٹی کو عطا کر دیا۔ جس سے جناب قصی بیت اللہ کے متولی بن گئے۔ جناب خلیل کے فوت ہو جانے کے بعد خزائیوں نے تو کعبہ کے بابت مقابلہ کیا مگر وہ ناکام ہوئے اور جناب قصی بیت اللہ کے واحد متولی قرار پائے۔ (روض الانف جلد اول صفحہ)

تاریخ مکہ میں ہے کہ خزاعیوں کے عہد میں بت پرستی کی بنیاد مکہ میں قائم ہوگئی اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے عرب میں پھیل گئی۔ اسی طرح شراب نوشی، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا اور کثرت زنا بھی خزائیون کی ظالمانہ اور بری یادگاریں ہیں۔ جناب قصی کی کوششوں سے خزاعی تو مکہ سے بے دخل ہو گئے لیکن ان کی یہ بری رسمیں عہد رسالت محمد ﷺ تک باقی رہیں۔ (الواقعہ الاسلامیہ صفحہ 200)

عرب کی مشہور و معروف نشست گاہ دارالندوہ انہیں کی تعمیر کردہ تھی جہاں پر عرب کے اہم امور پر غور و خوض کیا جاتا تھا اور یہ سلسلہ جناب رحمت عالم ﷺ کے زمانہ تک جاری رہا۔

جناب عبدالمناف:۔

جناب قصی سے نور محمدی ﷺ جناب عبدالمناف کے پاس آیا۔ آپ کی والدہ کا نام حیا بنت خلیلہ ہے۔ آپ کا اصل نام مغیرہ تھا۔ آپ نہایت ہی حسین و جمیل تھے اس لیے آپ کو بطحا کا چاند کہا جاتا تھا۔ آپ کے والد جناب قصی نے اپنی وفات سے قبل امارت و سرداری اور بیت اللہ کی نگرانی آپ کے سپرد کی۔ آپ نے عاتکہ کی بیٹی کے ساتھ شادی کی جس سے عبدالشمس اور جناب ہاشم پیدا ہوئے۔ لیکن اس میں خاص بات یہ تھی کہ

ایک روایت کے مطابق دونوں کی پیشانیاں اور دوسری روایت کے مطابق عبدالشمس کی
پیشانی اور جناب ہاشم کا پاؤں آپس میں جڑے ہوئے تھے۔ بہت کوشش کے باوجود یہ آپس
سے الگ نہ ہوئے تو تلوار سے انہیں جدا کیا گیا۔ عرب کے ایک دانشور نے کہا کہ مناسب
یہ تھا کہ تلوار کی بجائے کسی اور چیز سے ان کو الگ کیا جاتا۔ اب ان دونوں خاندانوں میں
ہمیشہ تلوار چلتی رہے گی اور ایسا ہی ہوا۔ جناب مغیرہ کے دو اور بھی بیٹے تھے نوفل اور مطلب۔
(ابن خلدون صفحہ 19)

جناب ہاشم:۔

جیسے کہ اوپر بیان ہو چکا کہ جناب عبدالمناف کے چار بیٹے تھے ان
میں جناب ہاشم بہت عزت وقار والے تھے۔ آپ کا دوسرا نام عبدالعلی تھا اور عمر بھی بیان
کیا گیا ہے۔ لیکن آپ ہاشم کے لقب سے مشہور ہوئے اس کا معنی روٹی چورنے والا بیان
کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ مکہ میں شدید قحط پڑ گیا اور غلہ کی
بہت کمی ہو گئی تو جناب ہاشم شام تشریف لے گئے اور وہاں سے بہت سا آٹا خرید کر لائے
جس سے صبح شام ہزاروں کی تعداد میں روٹیاں پکائی جاتیں اور روزانہ ایک اونٹ ذبح
کر کے اسے پکایا جاتا اور روٹی اور گوشت کو ملا کر ثرید تیار کی جاتی اور مخلوق خدا کو کھلائی جاتی
۔ یہ سلسلہ کافی دن تک چلتا رہا اور یہی دعوت ان کی وجہ شہرت بنی اور آپ ہاشم کے نام سے
پکارے جانے لگے۔ آپ حسین، بہادر، سخی اور مدبر رئیس قریش تھے۔ اہل مکہ کا تجارتی تعلق
شام اور یمن سے تھا لیکن یہ راستہ پر خطر اور بدامنی کا گہوارہ تھا اس لیے اہل مکہ ان راستوں
سفر کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔ جناب ہاشم نے قیصر روم سے مل کر مکی تجارت کو آزاد
کروالیا اور راستے کے عرب قبائل سے معاہدے کر کے راستے کو پر امن کرلیا جس کی وجہ سے
اہل مکہ بلا خوف خطر جاڑوں میں یمن اور گرمیوں میں شام تجارت کیلئے جاتے۔ آپ نے

بہت سی شادیاں کیں مگر نورِ مصطفیٰ ﷺ کسی میں منتقل نہ ہوا۔ جب تک نورِ مصطفیٰ ﷺ ان کے پاس رہا یہ جہاں سے بھی گزرتے تو تمام چیزیں ان کو سجدہ کرتیں اور اہل کتاب ان کی دست بوسی کرتے۔ تمام عرب سرداروں کی یہ خواہش ہوتی کہ ان کی بیٹی جناب ہاشم کے حرم میں داخل ہو اور نورِ مصطفیٰ ﷺ کی امین ٹھہرے۔ یہاں تک کہ قیصر روم نے اپنی کتابوں میں آپ کی صفات دیکھ کر اپنی بیٹی کا رشتہ پیش کیا جو آپ نے قبول نہ کیا۔ جب ہر طرف سے اس طرح کے پیغامات آنے لگے تو آپ نے عہد کیا کہ اس دور کی سب سے زیادہ تقدس مآب خاتون سے نکاح کریں گے۔ خواب میں آپ کو سلمیٰ بنت عمرو سے نکاح کا اشارہ ملا تو آپ مکہ سے مدینہ تشریف لائے اور یہاں پر بنی نجار کے عمرو بن زید بن عار بن نجار کی بیٹی محترمہ سلمیٰ سے نکاح فرمایا اور نورِ مصطفیٰ ﷺ ان میں منتقل ہو گیا۔ آپ اپنے حسن و جمال، فضل و کمال اور فصاحت و بلاغت میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے مماثلت رکھتی تھیں۔ شادی کے تھوڑے دن بعد جناب ہاشم تجارت کی غرض سے ملک شام گئے اور راستے میں ہی عین جوانی کی حالت میں مقام عدن میں وفات پائی۔ ان کا مزار آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔

(مراۃ الانساب صفحہ 16)

جناب عبدالمطلب :۔

جناب عبدالمطلبؓ جناب ہاشم کی وفات کے بعد پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت عمرو تھا۔ آپ کا نام شیبہ ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ پیدائش کے وقت آپ کے سر میں سفید بال تھے۔ بڑے ہونے کے بعد آپ کثرت حمد کی وجہ سے شیبۃ الحمد کے نام سے مشہور ہوئے۔ عبدالمطلب نام سے مشہور ہونے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کے والد جناب ہاشم کی وفات کے بعد ان کی جانشینی کا شرف جناب

مطلب کو حاصل ہوا اور یہ قریش کے سردار مقرر ہوئے۔ جب جناب شیبہ کی عمر سات سال ہوئی تو ایک قریشی نے مدینہ میں آپ کو بچوں کے ساتھ تیراندازی کرتے ہوئے دیکھا۔ جب آپ تیر پھینکتے تو کہتے۔ **انا ابن ھاشم ارمی سھاما**۔ یعنی میں ہاشم کا بیٹا تیر پھینک رہا ہوں تو ہر تیر اپنے نشانے پر لگتا۔ اس آدمی نے واپس مکہ آ کر جناب مطلب کو برادر زاد کے مطلق سب کچھ بتایا اور آپ کے چہرے کی بزرگی وقار وہیبت اور رشد وھدایت کے آثار کے علاوہ آپ کی غربت کے بارے میں بھی ذکر کیا۔ یہ تمام حال سن کر جناب مطلب اسی وقت مدینہ اپنے بھتیجے کو لینے روانہ ہوئے اور جناب شیبہ کو اپنے ساتھ مکہ لے آئے۔ راستے میں جو بھی ان کی بابت دریافت کرتا تو جناب مطلب کہتے یہ میرا غلام ہے۔ چونکہ اس وقت آپ نے اچھا لباس نہ پہن رکھا تھا اس لیے سب نے یہی سمجھا لیکن مکہ میں آ کر جناب مطلب نے آپ کو عمدہ لباس پہنایا اور بنو عبد المناف کے اشراف کی مجلس میں لا کر بٹھا دیا۔ چونکہ راستے میں آپ نے ان کو اپنا غلام بتایا تھا۔ اس لیے عبد المطلب کے نام سے مشہور ہو گئے۔ جناب مطلب کے بعد تمام سرداری، عزازات، قوم کی سیاوت وقیادت جناب عبد المطلب کو مل گئی۔ آپ کی بزرگی اور فہم وفراست کی وجہ سے آپ کی شہرت ہر طرف پھیل گئی۔ اور جب لوگ حج کیلئے مکہ آتے تو آپ کیلئے تحفے تحائف لے کر آتے۔ آپ کی عظمت کا یہ عالم تھا کہ جو کوئی بھی آپ کی امان میں آ جاتا وہ ہر قسم کے دشمن سے محفوظ ہو جاتا۔ اردگرد کے تمام بادشاہ آپ سے محبت رکھتے تھے اور ان کی عزت وتکریم کرتے تھے۔

اہل عرب پر جب کبھی کوئی مصیبت نازل ہوتی تو وہ جناب عبد المطلب کو ساتھ لے کر کوہ شبیر پر آتے اور آپ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ نور مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے ان سے مصیبت کو ٹال دیتا۔ آپ نے بھی اپنے والد جناب ہاشم کی طرح کئی شادیاں

کیں جن میں سے ایک زوجہ کا نام قیلہ بنت عامرہ تھا ان سے آپ کے پہلے فرزند جناب حارث پیدا ہوئے اور آپ کا دست و بازو بنے۔ یہ ہر موقع پر جناب عبدالمطلب کے ساتھ ہوتے اور ان کی مدد کرتے۔

ظہور چاہِ زم زم :۔

عہد قدیم میں جب جرہمی لوگ قبیلہ بنی خزاعہ سے مقابلہ میں ناکام ہوئے اور مکہ چھوڑ کر جانے پر مجبور ہوئے تو ان کے سردار عمر بن حارث نے عداوت اور دشمنی کی وجہ سے حجر اسود کو خانہ کعبہ کی دیوار سے الگ کر کے اسے چاہِ زم زم میں ڈال دیا۔ اس کے علاوہ خانہ کعبہ میں پڑے تبرکات اور وہ فدیہ کی زریں شبیہ جو حضرت اسماعیلؑ کے لیے جنت سے آئی تھی۔ جسے اسفندیار بادشاہ نے خانہ کعبہ میں لکھوا دیا تھا اور جس کو غزال کعبہ کے نام سے پکارا جاتا تھا اسے بھی اب زم زم کے کنویں میں ڈال کر اوپر سے بند کر دیا اور خود یمن منتقل ہو گئے۔ ایک روایت کے مطابق اس جرم کی پاداش میں وہ لوگ ایک مہلک بیماری عدسہ میں مبتلا ہو کر مر گئے۔ جناب عبدالمطلب کے زمانہ تک آب زم زم کا کنواں لوگوں کے نظروں سے پوشیدہ رہا پھر آپ کے زمانہ میں ایک دن آپ کو خواب میں چاہِ زم زم کو بازیاب کرنے کا حکم ہوا تو آپ نے اپنے قبیلہ والوں سے اس خواب کا ذکر کیا اور بتائی ہوئی جگہ پر کھدائی کا ارادہ کیا تو یہ لوگ آپ کے مخالف ہو گئے۔ ایک وجہ تو اس کی یہ تھی کہ اس جگہ پر ان کے مشہور بت اصاف اور نائلہ پڑے ہوئے تھے اور دوسری یہ کہ وہ یہ چاہتے تھے کہ اس بابرکت کام میں ان کو بھی شامل کر لیا جائے لیکن جناب عبدالمطلب اپنے بیٹے حارث کے علاوہ کسی کو اس میں شامل کرنے پر تیار نہ تھے۔ جب معاملہ لڑائی جھگڑے تک پہنچا تو سب نے شام کے ایک کاہن حزیم کو ثالث مانا اور ہر قبیلے کا ایک ایک

فرد جناب عبدلمطلب کے ساتھ ملک شام کیلئے روانہ ہوا۔ اتفاق سے راستے میں ان کا پانی ختم ہوگیا اور یہ لوگ راستہ بھی بھول گئے یہاں تک کہ پیاس کی وجہ سے سب نڈھال ہوکر گر پڑے۔ اچانک جناب عبدالمطلب کی سواری کی اونٹ اٹھی اور اس کی ٹھوکر سے ایک پتھر پھسلا اور اس کے نیچے سے پانی کا چشمہ جاری ہوگیا۔ تمام نے خوب سیر ہوکر پانی پیا اور اپنے جانوروں کو پلایا اور اپنے مشکیزے بھرے۔ پھر ان لوگوں نے کہا کہ اب ہمیں ثالث کی ضرورت نہیں جب یہاں پر آپ کے ذریعے چشمہ جاری ہوا ہے تو آب زم زم کا چشمہ بھی آپ ہی کھودیں۔ سب واپس ہوئے تو جناب عبدالمطلب نے اپنے بیٹے حارث کے ساتھ مل کر بہت مشکل اور تین دن کی محنت سے چاہِ زم زم کو دوبارہ دریافت کیا۔ اس وقت جناب عبدالمطلب نے خیال کیا کہ اگر ایک کی بجائے دس بیٹے ہوتے تو یہ کام آسان بھی ہوتا اور قبیلے میں عزت ووقار بھی زیادہ ہوتا۔ پس آپ نے اس وقت منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں دس بیٹے عطا کرے تو ان میں سے ایک اللہ کی راہ میں قربان کریں گے۔

(سیرۃ النبی ہشام جلد اول صفحہ 49)

جب آب زم زم کا کنواں باریاب ہوگیا تو جناب عبدالمطلب کی عزت وعظمت کو چار چاند لگ گئے آپ نے اپنے والد جناب ہاشم کی طرح بہت شادیاں کیں۔ جن کی وجہ سے آپ کے دس فرزند حارث، ابولہب، حجل، مقوم، ضرار، زبیر، ابوطالب، عبداللہ، حمزہ اور عباس اور چھ لڑکیاں صفیہ، فاطمہ، بیضار، برہ، امنیہ اور اردی پیدا ہوئیں۔ حضور رحمت عالم ﷺ کے دو چچا حضرت حمزہ اور حضرت عباسؓ نے اسلام قبول کیا۔ اہل بیت کے بعض حضرات کا قول

ہے کہ جناب ابوطالب نے بھی آخری عمر میں اسلام قبول کرلیا تھا۔ حضور ﷺ کی پھوپھیوں میں حضرت صفیہ نے اسلام قبول کیا تھا۔ بعض احباب کے بقول اردی اور عاتکہ نے بھی

اسلام کی دولت سمیٹی تھی۔

حضرت عبداللہؓ کے ذبح کا واقعہ:۔

مؤرخین حضرات کے بقول جب جناب عبدالمطلب کے دس بیٹے ہو گئے تو آپ نے اپنی نذر پوری کرنے کا ارادہ فرمایا۔اس لیے آپ نے اپنے تمام بیٹوں کو جمع کیا اور ان سے تمام صورت حال بیان کی تو سب نے سر تسلیم خم کر دیا۔لہٰذا فیصلہ قرعہ پر چھوڑ دیا گیا۔قرعہ کیلئے بیت اللہ کے مجاور کا انتخاب کیا گیا۔جناب عبدالمطلب کے تمام بیٹوں کے نام پرچیوں پر لکھ کر قرعہ نکالا گیا تو قرعہ جناب عبداللہ کے نام نکلا۔اس کے باوجود کہ جناب عبداللہ جناب عبدالمطلب کو سب سے پیارے تھے پھر بھی آپ نظر پوری کرنے کیلئے تیار ہو گئے تو حضرت عبداللہ کے نہالی رشتہ دار اس میں مزاحم ہوئے اور اہل قریش نے بھی ان کا ساتھ دیا۔فیصلہ حجاز کے مشہور و معروف کاہن نجاح پر چھوڑ دیا گیا۔اس نے ان سے پوچھا کہ آج کل تمہارے ہاں ایک شخص کی دیت کیا دی جاتی ہے تو بتایا گیا کہ دس اونٹ تو نجاح نے کہا کہ دس اونٹ اور عبداللہ کے نام کا قرعہ ڈالا جائے اگر قرعہ اونٹوں کے نام آئے تو ٹھیک وگرنہ دس اونٹ اور بڑھا دیئے جائیں اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رکھا جائے جب تک قرعہ اونٹوں کے نام نہ نکل آئے۔اس کاہن کے مشورے پر عمل کیا گیا تو ہر مرتبہ قربانی کیلئے نام جناب عبداللہ ہی کا نکلتا۔اس طرح جب دسویں مرتبہ سو اونٹ ہوئے تو قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔اس پر جناب عبدالمطلب نے کہا کہ میں مطمئن نہیں ہوں اس لیے چند بار اور قرعہ ڈالا گیا تو ہر مرتبہ قرعہ اونٹوں کے نام نکلا تو جناب عبدالمطلب مطمئن ہوئے ۔اس طرح سو اونٹ قربان کر کے حضرت عبداللہ کو بچا لیا گیا۔حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ **انا ابن الذبیحین** ۔ یعنی

میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں ایک حضرت اسماعیلؑ اور دوسرے حضرت عبداللہؓ۔

جناب عبدالمطلب کا خواب:۔

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حطیم کعبہ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک عظیم الشان درخت زمین سے اگا اور پھیلتے پھیلتے تاحد نگاہ پھیل گیا اور اس کی شاخیں آسمانوں کو چھونے لگیں۔ اس کے پتے سورج سے بھی زیادہ روشن تھے۔ میں نے دیکھا کہ عرب وعجم کے لوگ اس کے سامنے جھک گئے۔ اس کی روشنی آہستہ آہستہ بڑھتی ہی رہی اگر کبھی ماند پڑتی تو دوبارہ اس سے زیادہ روشن ہو جاتی۔ میں نے دیکھا کہ قریش کے کچھ لوگ اس کی شاخوں کے ساتھ لپٹ گئے اور کچھ لوگ اسے کاٹنے کے درپے ہوئے لیکن جب وہ کاٹنے کیلئے آگے بڑھتے ہیں تو ایک بہت ہی خوبصورت نوجوان انہیں روک دیتا ہے۔ اس جیسا خوبصورت اور پیارا نوجوان میری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا اور جو خوشبو اس کے جسم سے پھوٹتی تھی اس جیسی خوشبو میں نے پہلے کبھی نہیں سونگھی۔ میں نے بھی چاہا کہ درخت کی شاخ کے ساتھ لپٹ جاؤں لیکن اس کی قدرت حاصل نہ ہوئی تو میں نے اس نوجوان سے پوچھا تو اس نے کہا کہ جس نے اس کی شاخوں کو تھام لیا یہ درخت اسی کیلئے ہے۔

خواب سے بیدار ہو کر جناب عبدالمطلب ایک کاہنہ کے پاس گئے اور اسے تمام خواب سنایا تو کاہنہ کا رنگ اڑ گیا اور وہ گھبرا کر بولی کہ اگر تمہارا خواب سچا ہے تو تمہاری پشت سے ایک شخصیت پیدا ہوگی جو تمام عالم کی بادشاہ وحکمران ہوگی اور دنیا اس کے آگے جھک جائے گی۔ (خصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ 39)

غیبی سرمہ:۔

حافظ ابوسعید نیشاپوری نے ابوبکر بن مریم سے انہوں نے سعید بن عمرو انصاری سے انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے کعب الاحبار سے روایت کیا ہے کہ جب نبی آخرالزماں ﷺ کا نور حضرت عبدالمطلب میں منتقل ہوا اور آپ بالغ ہوئے تو ایک دن آپ حطیم کعبہ میں سوئے ہوئے تھے۔ جب بیدار ہوئے تو آنکھوں میں غیبی سرمہ، سر میں تیل اور جسم پر خوبصورت اور قیمتی لباس تھا۔ جب یہ معاملہ آپ نے کاہنوں کو بتایا تو انہوں نے آپ کی شادی کا مشورہ دیا تو آپ نے بی بی قیلہ سے شادی کی جن سے حارث پیدا ہوئے۔ ان بی بی کی وفات کے بعد آپ نے ہند بنت عمر سے شادی کی۔

(مواہب الدنیا جلد اول صفحہ 15)

واقعہ فیل:۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب ابومکسوم ابرہہ بن صباح شاہِ حبشہ نجاشی کی نوازشات سے یمن کا حکمران بنا اور اپنا اقتدار مضبوط کر لیا تو اس نے بیت اللہ کے مقابلے میں ایک نہایت ہی خوبصورت اور قیمتی عمارت تعمیر کی جس کا نام قلیس رکھا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس کی زیارت کریں اور اس کا طواف کریں تو بادشاہ کے مقرر کردہ اور چند دوسرے لوگوں نے اس کا طواف کرنا شروع کر دیا۔ جب اس گرجا گھر کی شہرت مکہ پہنچی تو نعیم بن عدی کے بیٹے نفیل نے اس گرجا گھر کی عزت کو ختم کرنے کا بیڑا اٹھایا اور سفر کرتا ہوا یمن میں اس گرجا گھر پہنچا اور رات کے وقت اس گھر کے محراب میں قضا حاجت کی اور محراب کو آلودہ کر کے جلدی جلدی واپس مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب عبادت کرنے والوں نے اپنی عبادت گاہ کا یہ حال دیکھا تو بادشاہ ابرہہ کو اس کی خبر دی جس سے وہ بہت مشتعل ہوا اور اس نے بیت اللہ کو تباہ کرنے کیلئے لشکر تیار کیا۔ تفسیر یعقوب کشانی

میں لکھا ہے کہ اس لشکر میں تین لاکھ سوار اور پیادے، چار ہزار ہاتھی سوار اور بے شمار اونٹ شامل تھے۔ابرہہ راستے میں ہر چیز کو تاراج کرتے ہوئے حمیر پہنچا تو یہاں پر ذونفر سے مقابلہ ہوا لیکن ذونفر کو شکست ہوئی پھر مکہ کے قبیلہ خثعم کے رئیس نفیل بن حبیب نے اس کا راستہ روکا مگر اس مختصر سے لشکر کو بھی شکست ہوئی پھر ابرہہ کا لشکر مکہ اور طائف کے درمیان مقام مغمش پر اترا اور یہاں پر انہوں نے پڑاؤ ڈالا۔ابرہہ کے لشکریوں نے اہل مکہ کے اونٹ ہانک لیے ان میں دوسو اونٹ صرف حضرت عبدالمطلب ہی کے تھے۔جب جناب عبدالمطلب ابرہہ کے دربار میں اونٹوں کی واپسی کیلئے آئے تو ابرہہ آپ کے رعب وجلال کی تاب نہ لا سکا اور اٹھ کر استقبال کیا اور اپنے ساتھ بٹھایا اور آنے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے ساتھی میرے اونٹ ضبط کر کے لے آئے ہیں میں ان کی واپسی کیلئے آیا ہوں تو ابرہہ نے کہا کہ میں تو تمہاری عبادت گاہ بیت اللہ کو گرانے آیا ہوں تم اس کے متولی ہو کر اس کی فکر نہیں کرتے بلکہ اپنے اونٹوں کی فکر کرتے ہو تو جناب عبدالمطلب نے فرمایا۔ **وللبیت رب سلیمنعه**۔ یعنی بیت اللہ کا مالک خود اپنے گھر کی حفاظت کرے گا۔ابرہہ نے آپ کے اونٹ واپس کر دیئے واپسی پر جناب عبدالمطلب نے لشکر کے کم ہونے کی وجہ سے اہل قریش کو پہاڑوں پر چلے جانے کا حکم دیا اور خود بیت اللہ کی زنجیر پکڑ کر عرض کی۔

یارب لاارجو الهم سواك

یارب فامنع منهم حماك

ان عدو البیت قد عاداك

فامنهم ان یخربوا قراك

اے میرے رب میں تیرے سوا کسی سے امید نہیں رکھتا۔اے میرے رب ان سے اپنی امداد

روک لے۔ بیت اللہ کے دشمن تم سے دشمنی رکھتے ہیں پس تو ان کو روک تا کہ وہ تیری بستیوں کو خراب نہ کر سکیں۔ (الجامع اللطیف از جمال الدین محمد جار اللہ)

دوسرے دن ابرہہ نے لشکر کو بیت اللہ روانگی کا حکم دیا اور کہا کہ محمود نامی ہاتھی جوان کے لیے فتح و کامرانی کا نشان تھا سب سے آگے رہے۔ جب یہ لشکر بیت اللہ پہنچا تو محمود نامی ہاتھی نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ بہت کوشش کے باوجود وہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا۔ پھر یکا یک آسمانوں پر پرندے جسے قرآن مجید نے ابابیل کہا ہے نمودار ہوئے ان پرندوں کے پاس تین تین سنگریزے تھے۔ یہ سنگریزے مسور کے دانے سے بڑے اور چنے کے دانے سے چھوٹے تھے۔ ہر سنگریزے پر ایک ایک نام لکھا ہوا تھا۔ یہ پرندے سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرتے اور پھر سنگریزوں کو گراتے جس سنگریزے پر جس کا نام لکھا ہوتا وہ اسی پر گرتا۔ اگر اس نے خود وغیرہ پہنا ہوتا تو یہ سنگریزہ اس کی کھوپڑی، اس کے جسم اور اس کی سواری کو چیرتا ہوا زمین میں دھنس جاتا اس طرح اس لشکر کو ایسا کر دیا۔ **کعصف معکول**

جیسے کھایا ہوا بھس۔

روایات کے مطابق ابرہہ ان پرندوں کو دیکھ کر بھاگا۔ راستے میں اس پر کوڑھ کا مرض مسلط کر دیا گیا جس کی وجہ سے اس کا جوڑ جوڑ الگ ہو گیا اور انگلیاں گل گل کر گرنے لگیں۔ گرتا پڑتا یہ نجاشی کے دربار میں پہنچ گیا اور تمام صورت حال بیان کی وہ پرندہ جس کے پاس ابرہہ کے نام کے سنگریزے تھے وہ بھی وہاں پر پہنچ گیا۔ اسے دیکھ کر ابرہہ نے کہا کہ ایسے ہی پرندے تھے جنہوں نے میرے لشکر کو تباہ کیا تو اس پرندے نے وہ سنگریزے ابرہہ پر گرائے اور وہ بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ واصل جہنم ہوا۔ واقعہ فیل کے چالیس دن بعد جناب رحمت عالم ﷺ اس دنیا میں جلوہ گر ہوئے۔

جناب حضرت عبداللہؑ:۔

حضرت عبدالمطلب نے محترمہ فاطمہ بنت عمرو بن عاز مخزومی سے شادی کی جس کے نتیجہ میں نور مصطفی ﷺ ان میں منتقل ہوگیا اور وہ جناب حضرت عبداللہؑ کے حمل سے مشرف ہوئیں۔ جس رات جناب حضرت عبداللہؑ پیدا ہوئے تو علماء اہل کتاب نے جان لیا کہ نبی آخرالزماں ﷺ کے والد ماجد اس دنیا میں تشریف لا چکے ہیں اور نبی آخرالزماں ﷺ کا زمانہ مبارک قریب ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ یہود ونصاریٰ کے اہل کتاب شروع سے ہی آپ ﷺ کی آمد کی نشانیاں جانتے تھے۔ اور ان کے پاس حضرت یحییٰؑ کا وہ جبا بھی تھا جس میں انہیں شہید کیا گیا تھا اور ان کے صحائف میں یہ لکھا تھا کہ جب یہ جبا خون سے تر ہو جائے تو جان لینا کہ حضرت محمد ﷺ کے والد گرامی اس دنیا میں تشریف لے آئے ہیں۔ جب شام کے یہود نے یہ نشانی دیکھی تو وہ جناب حضرت عبداللہؑ کے جانی دشمن بن گئے وہ ہر وقت اس تاک میں رہتے کہ موقع ملے تو وہ جناب عبداللہؑ کو نقصان پہنچائیں۔ ایک مرتبہ ستر تجربہ کار جنگجو یہود نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ جب تک وہ جناب حضرت عبداللہؑ کو معاذ اللہ قتل نہ کرلیں اس وقت تک گھر واپس نہ آئیں گے۔ اس معاہدے کے بعد وہ سب مکہ پہنچے اور موقع کی تلاش میں رہے۔ یک مرتبہ جناب حضرت عبداللہؑ تنہا شکار کیلئے مکہ سے باہر تشریف لائے تو ان ستر یہودیوں نے یکبارگی حملہ کرنا چاہا لیکن اسی وقت آسمانوں سے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی جماعت بھیجی جس نے ان تمام یہودیوں کو ختم کر دیا۔ اس واقعہ کو وہب بن عبد مناف زہری نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تو ان کے دل میں حضرت عبداللہؑ کی عظمت اور بڑھ گئی۔ آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ اپنی بیٹی حضرت آمنہؑ کا نکاح ان سے لازمی کیا جائے گا۔ آپ نے گھر واپس آ

ساراواقعہ اپنی بیوی کو سنایا اور حضرت آمنہؓ کے نکاح کا پیغام دے کر حضرت عبدالمطلب کے ہاں بھیجا۔ حضرت آمنہ خاتونؓ اس دور کی عقلمند ترین اور نیک صفات میں بے مثال تھیں۔ اس لیے حضرت عبدالمطلب نے یہ پیغام حضرت عبداللہؓ کے لیے قبول کرلیا۔ اس پیغام کو قبول کرنے کی ایک وجہ آپ کے یمن کے سفر میں پادری کے بتائے ہوئے یہ الفاظ بھی تھے کہ واپسی پر اپنے بیٹے عبداللہ کی شادی بنی زہرہ میں کردینا۔

حضرت عبداللہؓ کی شان:۔

ایک دفعہ حضرت عبداللہؓ نے اپنے والد جناب عبدالمطلب کو بتایا کہ جب میں مکہ سے چل کر کوہ شبیر پر جاتا ہوں تو میری پشت سے ایک نور نکل کر دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ ایک حصہ مشرق اور دوسرا مغرب میں چلا جاتا ہے۔ پھر یہی نور واپس آکر میرے سر پر سایہ کرتا ہے۔ پھر آسمانوں کا دروازہ کھل جاتا ہے اور یہ نور آسمانوں پر چڑھ جاتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس میری پشت میں آجاتا ہے۔

☆ جب میں زمین پر بیٹھتا ہوں تو زمین سے آواز آتی ہے اے وہ شخصیت جس کی پشت میں نور مصطفی علیہ امانت ہے آپ پر سلامتی ہو۔

☆ جب آپ کسی خشک جگہ یا خشک درخت کے نیچے بیٹھتے تو وہ سرسبز وشاداب ہو جاتا اور درخت اتنے سرسبز ہوتے کہ اپنی ٹہنیاں آپ پر ڈال دیتے جب آپ اس جگہ سے اٹھ جاتے تو وہ دوبارہ ویسی ہی ہو جاتی۔

☆ حضرت عبداللہؓ جب بھی بتوں کے پاس سے گزرتے تو وہ بلی کی طرح چیخنے لگ جاتے اور حضرت عبداللہؓ سے کہتے۔ اے وہ ذات جس میں نورِ مصطفی علیہ جلوہ گر ہے ہم سے دور ہو جا۔ اس ہستی کی وجہ سے ہماری اور تمام دنیا کے بتوں کی ہلاکت ہوگی۔

☆ حضرت عبداللہؓ اپنے حسن و جمال میں، حسب و نسب میں، گفتار و کردار میں ،افعال و اخلاق میں بے مثال و بے نظیر تھے۔نورِ مصطفیٰ ﷺ ان کی پیشانی میں آفتاب بن کر چمک رہا تھا۔ ہر عورت آپ پر عاشق تھی اور ہر کسی کی یہ خواہش ہوتی کہ جناب عبداللہؓ اس کی طرف نظر بھر کر دیکھ ہی لیں۔ایک روایت کے مطابق جن قوم کی مخلوق عورتوں کی شکل میں آپ کے راستے پر بیٹھ جاتیں اور آپ کو اپنی طرف مائل کرتیں مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر عیب سے پاک رکھا۔شرفاء قریش اور دیگر رؤسا کی یہ خواہش ہوتی کہ حضرت عبدالمطلب ان کی بیٹی کو جناب حضرت عبداللہؓ کیلئے قبول کرلیں۔لیکن یہ شرف و عظمت وہب بن عبدالمناف کی بیٹی حضرت آمنہ خاتونؓ کے حصے میں آئی۔

حضرت عبداللہؓ کی شادی:۔

روایات کے مطابق جب حضرت عبدالمطلب حضرت عبداللہؓ کو ساتھ لے کر حضرت آمنہ خاتونؓ کے ساتھ شادی کیلئے شعب ابی طالب کیلئے جا رہے تھے تو راستہ میں ام قتال جو کہ مشہور اہل کتاب ورقہ بن نوفل کی بہن تھیں انہوں نے آسمانی کتابوں میں جناب عبداللہؓ کی صفات پڑھ رکھیں تھیں اور جانتی تھی کہ آپ نورِ مصطفیٰ ﷺ کے امین ہیں۔جب راستے میں ملاقات ہوئی تو انہوں نے حضرت عبداللہؓ کے ساتھ نکاح کی درخواست کی اور کہا کہ جو سو اونٹ آپ کی قربانی کیلئے دیئے گئے تھے میں اتنے ہی آپ کو دینے کیلئے تیار ہوں۔حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ میں اب تو اپنے والد کے ساتھ ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں واپسی پر مشورہ کر کے جواب دوں گا۔

اسی طرح ایک اور روایت کے مطابق جب حضرت عبدالمطلب ،حضرت عبداللہؓ کو حضرت آمنہ خاتونؓ کے ساتھ نکاح کیلئے لے جا رہے تھے تو راستے میں ان کی ملاقات ایک جوگن

فاطمہ بنت مر خثعمیہ سے ہوئی۔ یہ آسمانی کتابوں اور کہانت کا علم رکھنے والی تھی جب اس نے حضرت عبداللہؓ کی پیشانی پر نورِ مصطفیٰ ﷺ چمکتا ہوا دیکھا تو آپ سے شادی کی درخواست کی جو حضرت عبداللہؓ نے رد کر دی تو اس نے افسوس میں چند شعر کہے۔

انی رئیت مخیلة نشات　　فتلا لا ت نجا تف ا القطر
فسما لها نو ر یضیی ٔ به　　ما حو له کا ضا ء ة ا لقمر
ورئینت سقیا ها حیابلد　　و قعت به عما رة ا لقضر
و ر ئیتها شر فا ینوع به　　ما کان کل قارح زنده یوری
لله ما ذ هر ته سلبت　　منك الذی سلبت وعاتدری

المختصر۔ سی طرح فاطمہ شامیہ ملک شام کی شہزادی اور لیلیٰ عدویہ نے بھی نکاح کی درخواست کی لیکن نورِ مصطفیٰ ﷺ حضرت آمنہ خاتونؓ کے حصے میں آیا۔

شیخ عارف ولی اللہ تقی الدین دھنی نے لکھا ہے کہ حضرت عبدالمطلب حضرت عبداللہؓ کو لے کر وہب کے پاس آئے اور حضرت عبداللہؓ کا نکاح حضرت آمنہؓ سے کر دیا اور اس کے بعد اسی مجلس میں وہب کی بیٹی ہالہ کے ساتھ اپنا نکاح کیا۔ ہالہ حضرت صفیہ اور حضرت حمزہ کی والدہ ہیں۔ جس رات حضرت عبداللہؓ کا نکاح حضرت آمنہؓ سے ہوا اسی رات نورِ مصطفیٰ ﷺ حضرت آمنہؓ کے رحم میں منتقل ہو گیا۔

ایک روایت کے مطابق جس رات حضرت عبداللہؓ کی شادی حضرت آمنہؓ سے ہوئی اس رات بنی مخزوم، بنی عبدالشمس اور عبدالمناف سے دوسو عورتیں اس رشک اور حسد سے مر گئیں کہ وہ نورِ مصطفیٰ ﷺ حاصل نہ کر سکیں۔ اسی طرح بہت سی خواتین امراض قلب میں مبتلا ہو گئیں۔

جس رات نورِ مصطفیٰ ﷺ حضرت آمنہ خاتونؓ کے پاس آیا تو ملائکہ نے جشن منایا۔ حضرت

جبرائیل امین نے کعبتہ اللہ پر ہلالی پرچم لہرایا اور ہر کسی کو بشارت دی کہ آج نورِ مصطفیٰ ﷺ صلب پدر سے رحم مادر میں منتقل ہوگیا۔ اس رات مشرق و مغرب کے چرند پرند اور آبی مخلوقات نے ایک دوسرے کو مبارک بادیاں دیں۔ نور مصطفیٰ ﷺ کے رحم مادر میں ظہور فرمانے کی رات تمام بت گر پڑے اور صبح سرنگوں پائے گئے۔ اس رات تمام بادشاہ کسی بھی قسم کی گفتگو کرنے سے قاصر رہے۔ اس رات ابلیس لعین کا تخت الٹ دیا گیا اور وہ چالیس دن تک بحر و بر میں مارا مارا اور چیختا پھرتا رہا۔

حضرت عبداللہؓ کی وفات:۔

روایت ہے کہ حضرت سرورِ دوعالم ﷺ بطن مادر میں تھے کہ حضرت عبداللہؓ قافلہ قریش کے ساتھ تجارت کرنے کیلئے شام کو گئے۔ جب مدینہ طیبہ پہنچے تو بیمار ہوگئے اور قوم بنی النجار کے ہاں جو آپ کے ماموں تھے رہ گئے اور باقی قافلہ تجارت کرنے کے بعد جب مکہ کو واپس آیا تو خواجہ عبدالمطلب کو حال سنایا کہ ہم اس کو مدینے میں بیمار چھوڑ کر آئے ہیں تو آپ نے اپنے بڑے بیٹے حارث کو حضرت عبداللہؓ کے لانے کیلئے مدینہ روانہ کیا مگر حارث کے وہاں پہنچنے سے قبل حضرت عبداللہؓ وفات پا گئے اور مدینہ منورہ کے قریب نابغہ میں دفن ہو چکے تھے۔ (مدارج النبوۃ جلد 3 صفحہ 14) اور رحمتہ اللعالمین ﷺ ابھی شکم مبارک مادر میں دو ماہ کے تھے۔ (بزاز شرح عقائد صفحہ 526)

مواردہنیہ میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ عبداللہؓ کی وفات پر حضرت بی بی آمنہؓ نے یہ مرثیہ پڑھا۔

عفىٰ جانب البطحاء من ابن هاشم

وجاور لحدا خارجا في الغماغم

ہاشم کے پوتے سے بطحا کا میدان خالی ہوگیا اور وہ دنیا کے غم سے آزاد ہو کر لحد کے پڑوسی ہو گئے۔

و عته المنایا بغت فا جابها

وما ترکت فی الناس مثل ابن هاشم

اچانک اس کو موت نے بلا لیا تو اس نے لبیک کہا اور موت نے لوگوں میں ہاشم کے پوتے جیسا نہ چھوڑا۔

فان تك غالته المایاوا یبها

فقد کان معطاء کثیر ا الراحم

پس اس پر موت اور حادثات نے اچانک حملہ کیا اور تحقیق وہ بہت سخی اور بہت ہی رحمدل تھا۔

حالات شب بارآوری:۔

سیدہ آمنہؓ فرماتی ہیں کہ میں جس وقت حاملہ ہوئی تو مجھے نیند آ گئی ۔کیا دیکھتی ہوں کہ ایک شخص مجھ سے کچھ کہہ رہا ہے کہ اے آمنہ! تو اس امت کے سردار کی متاع عزیز کی امانت دار ہوئی۔ (زرقانی جلد اول صفحہ 106)

☆ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جس رات کو رسول اللہ ﷺ سے سیدہ آمنہؓ حاملہ ہوئیں تو قریش کے مویشیوں، چوپائیوں نے ایک دوسرے کو بشارت دی کہ قسم ہے کعبہ کے رب کی کہ آج کی رات دنیا کا سردار اور زمانہ کا چراغ اپنی ماں کے پیٹ میں آ گیا اور اس رات کی صبح کو جتنے دنیا کے بادشاہوں کے تخت تھے وہ سب اوندھے گر گئے اور کعب الاخبار سے روایت ہے کہ اس رات کی صبح تمام دنیا کے بت سرنگوں ہو گئے۔

(سیرت حلبیہ جلد اول صفحہ 55)

☆ اس دن روئے زمین کے بادشاہ گونگے ہوئے اور بات نہ کر سکے اور مشرق کے

جانوروں نے مغرب کے جانوروں کو بشارت دی کہ ابوالقاسم کا زمین پر ظہور قریب آ گیا ہے۔ (سیرت حلبیہ جلد اول صفحہ 55)

☆ روض الافکار میں لکھا ہے کہ حضرت سہیلؒ کہتے ہیں کہ جب خدا تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے بطن اقدس میں پیدا کرنا چاہا تو جنت کے دایان رضوان کو حکم فرمایا کہ آج کی رات جنت الفردوس کے تمام دروازے کھول دیئے جائیں اور ایک منادی کرنے والا سات آسمانوں اور زمینوں میں باآوازِ بلند پکارے کہ اے ساکنانِ آسمان! اور اے ساکنانِ زمین! ہوشیار ہو جاؤ، کہ جو نور مخزون اور پوشیدہ کیا ہوا تھا اس رات میں اپنی ماں کے بطن اطہر میں قرار پایا۔ (خیر الونس جلد اول صفحہ 159)

☆ اور روایت ہے کہ اس رات کو شیطان کا تخت اوندھا ہو گیا اور چالیس رات دن وہ لعین دریاؤں میں سرگرداں رہا۔ حتیٰ کہ آتشِ خصومت سے جل کر سیاہ ہو گیا بعد ازاں کوہِ ابوقبیس پر فریاد کی اس کی تمام اولاد جمع ہوئی تو کہا اے ملعونو! ہماری ہلاکت کے اسباب جمع ہوئے اور اشرف الاولین والآخرین رحمِ مادر میں منتقل ہوا جو آسمانی راہ ہم سے چھوڑا دے گا اور بتوں کو توڑے گا اور عدل کرے گا اور ظلم کو مٹائے گا اور اس کی امت کے لوگ پہلی امتوں سے افضل ہوں گے جو دین میں اخلاص کریں گے اور اہلِ تقویٰ اور اہل نجات ہوں گے سب بھلائیاں دنیا کی ان میں ہوں گی اور کوئی چیز کھانے پینے کی بغیر اللہ کے نام کے نہ کھائیں گے اور سب کو اچھے کاموں کا حکم دیں گے اور بری باتوں سے منع کریں گے اور نیک کاموں میں جلدی کریں گے اور فقراء ومساکین کے دینے سے خوش ہوں گے اور صلہ رحمی بجالائیں گے۔ تب عفریت نے جواب دیا کہ ہم نے ان سے پہلے چھ طبقوں سے جیسے چاہا کرایا حالانکہ وہ قومیں ان سے طاقت اور عمر میں زیادہ تھیں ان سے بھی جو چاہیں گے کرائیں گے اور ان کے دل میں آرزوئیں ڈالیں گے جن سے ان کے دل خوش

ہو جائیں گے۔ تب ابلیس خوش وخرم ہوا اور کہا چشم من بہ شمار، دشمن شد۔

(دلائل النبوت جلد اول صفحہ 337)

خیر و برکت کا سال:۔

کئی سال سے قریش قحط سالی سے تنگ تھے حتیٰ کہ جانور دبلے اور درخت خشک ہو گئے تھے۔ جب کہ سیدہ آمنہ خاتونؓ بار آور ہوئیں تو پانی برسا اور ندیاں جاری ہوئیں اور درخت سرسبز اور جانور فربہ ہوئے اور اس سال بہت خیر و برکت نازل ہوئی۔ (ریاض الازہار صفحہ 88)

اور اس سال دنیا کی تمام عورتوں نے حضور ﷺ کی برکت سے نرینہ اولاد جنی۔ اور اس سال کا نام **سنتہ الفتح والابتهاج** رکھا گیا۔ (سیرت نبویہ از دحلان صفحہ 37)

عجیب خیر و برکت کا آیا یہ سال
ہوا جس کے آنے سے عالم نہال
تھے اہل عرب قحط سالی سے تنگ
اڑا شدت غم سے چہرہ کا رنگ
نزول ان پہ اب حق کی رحمت ہوئی
عیاں ہر طرف خیر و برکت ہوئی
فرشتوں میں تھا شادمانی کا جوش
بشارت رساں ہر طرف تھا سروش

یہ غل تھا کہ وہ رشکِ بدر منیر
ہوئے بطن مادر میں راحت پذیر

غیبی شخص کا ظہور:۔

آپ یہ فرماتی ہیں کہ مجھے یہ پتہ نہ چلا کہ میں حاملہ ہوں اور نہ مجھے کوئی گرانی محسوس ہوئی اور نہ میں نے ان اثرات کو محسوس کیا جو عام طور پر ایام حمل میں عورتوں کو ہوتے ہیں ایک وقت میں نہ پوری سو رہی تھی اور نہ جاگ رہی تھی۔ پکارنے والے نے پکار کر کہا تو اس امت کے سردار کی حاملہ ہوئی اور ایک روایت کے مطابق تو سارے بنی آدم کے سردار کی حاملہ ہوئی اور جب وضع حمل کے دن قریب ہوئے تو اسی کہنے والے نے کہا کہ اے آمنہ! تو کہہ۔

اعیدہ بالصمد الواحد من شر کل حاسد۔ ہر حسد کرنے والے کی برائی سے میں اس کو اللہ واحد صمد کے سپرد کرتی ہوں۔ اور جب لڑکا پیدا ہو تو اس کا نام محمدؐ رکھنا۔ اس لیے کہ اس کا نام تورات اور انجیل میں احمدؐ ہے جس کی زمین اور آسمان والے تعریف کرتے ہیں اور قرآن مجید میں محمدؐ ہے اور قرآن اس کی ہی کتاب ہے۔

(سیرت حلبیہ جلد اول صفحہ 55)

بی بی فرماتی ہیں کہ میں نے اس کلمہ کو یاد کیا اور اپنی ہم نشین عورتوں سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ جنات کا اثر ہے اس لیے ہاتھ اور گردن میں لوہا پہن لے جب میں نے ان کے کہنے پر لوہا پہن لیا تو غیبی شخص پھر ظاہر ہوا اور اشارہ کے ساتھ وہ مجھ سے گویا ہوا اور کہا اس کو مت پہننا۔ (ریاض الازہار صفحہ 88)

ہر ماہ میں مبارک:۔

حضرت سیدہ آمنہ خاتونؓ کہتی ہیں کہ میں حاملہ تھی۔ دیکھتی ہوں کہ ایک نور، سامنے کی جانب سے چمکا جس نے تمام مشرق اور مغرب کو نورانی اور چمکیلا بنادیا حتیٰ کہ مجھے بصریٰ کے عالی شان محل اور سرزمین شام کی عمارتیں نظر پڑیں۔ جب مجھے پہلا مہینہ ہوا تو میں نے خواب میں ایک دراز قد آدمی کو دیکھا جس نے بڑے پیارے لہجہ میں فرمایا۔ آمنہ! تجھے خوشخبری ہو کہ تو پیغمبروں کے سردار کی حاملہ ہے۔ میں نے اس سے دریافت کیا۔ آپ کون ہیں؟ اس نے کہا۔ میں آدمؑ ہوں۔ جب دوسرا مہینہ شروع ہوا تو ایک نورانی شکل کے آدمی نے کہا۔ آمنہ! تجھے خوش ہونا چاہئے کہ تو ایک بزرگ اور معزز نبی کو پیٹ میں لیے ہوئے ہے۔ میں نے پوچھا۔ آپ کا نام کیا ہے؟ کہا مجھے شیثؑ کہتے ہیں۔ جب تیسرا مہینہ شروع ہوا تو ایک اور شخص نے آ کر کہا تجھے بشارت ہو کہ سب نبیوں کا سردار تیرے پیٹ میں ہے۔ میں نے دریافت کیا۔ آپ کون ہیں؟ کہا میں نوحؑ ہوں۔ جب چوتھا مہینہ شروع ہوا تو ایک بزرگ نے آ کر کہا اے آمنہ، تجھے مبارک ہو کہ تو بزرگ اور پاک دامن نبی کی حاملہ ہے۔ میں نے کہا آپ کون ہیں؟ جواب دیا میں ادریسؑ ہوں۔ جب پانچویں مہینے کا آغاز ہوا تو ایک معزز شخص نے کہا، مبارک ہو کہ تیرے پیٹ میں سید البشر ہیں۔ میں نے پوچھا، آپ کا نام کیا ہے؟ کہا ہودؑ۔ پھر چھٹے مہینے میں ایک شخص نے کہا۔ مبارک ہو کہ تو نبی ہاشمی کو پیٹ میں رکھتی ہے۔ میں نے اس سے نام پوچھا تو کہا۔ ابراہیمؑ۔ ساتویں مہینے میں ایک مقدس صورت پر نظر پڑی۔ جو کہہ رہے ہیں ۔مبارک ہو کہ تیرے پیٹ میں ایسا مکرم ومحترم بچہ ہے جسے رب العالمین دوست رکھتا ہے ۔میں نے کہا آپ کون ہیں۔ کہا اسماعیلؑ۔ جب آٹھواں مہینہ شروع ہوا تو ایک شخص نے کہا

، تجھے مبارک ہو کہ تو محمد ﷺ کے ساتھ حاملہ ہے۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ کہا عیسیٰ ۔ (خیر المونس جلد اول صفحہ 160) اور آپ اپنی والدہ ماجدہ کے بطن اقدس میں نو ماہ کامل رہ گئے مگر بی بی کو درد محسوس ہوا اور نہ تے آئی۔ اور نہ وہ چیز جو کہ حمل والی عورتوں کو دوران حمل میں پیش آتی ہے۔ (خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ 47)

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند:۔

• حضرت سیدہ آمنہ خاتونؓ نے کہا کہ جب میرے بچے کی پیدائش کی رات آئی تو وہ پیر کی رات تھی۔ اور فجر کی پو پھٹنے کا وقت تھا۔ اور مواہب لدینہ میں ہے کہ تمام نبیوں کی ولادت کا وقت یہی ہے۔ (مدارج النبوت جلد 2 صفحہ 14)

☆ میں نے ایک مختصر سی جماعت کو آسمان سے اترتے دیکھا جس کے ساتھ تین بڑے عالی شان اور سفید جھنڈے تھے انہوں نے ایک جھنڈا تو کعبہ کی چھت پر گاڑ دیا تھا اور ایک گھر کے صحن میں کھڑا کر دیا اور ایک جو باقی تھا اسے بیت المقدس کی چھت پر لہرا دیا۔

☆ اس سہانی رات میں آسمان کے تارے جھک جھک کر میرے قریب ہوتے تھے جن کو دیکھ کر ایسا خیال آتا تھا کہ کوئی دم مجھ پر گر پڑیں گے میں نے دیکھا کہ تاروں نے اپنی روشنی سے تمام دنیا کو نور سے بھر دیا ہے اور آسمان کے تمام دروازے کھل گئے۔

(خیر المونس جلد 2 صفحہ 161)

☆ اور فرمایا کہ جس وقت وضع کے آثار نمودار ہوئے تو میں گھر میں تنہا تھی اور عبدالمطلب طواف کعبہ کو گئے ہوئے تھے۔ ناگاہ میں نے ایک تڑاکے کی ایسی آواز سنی جو بہت سخت تھی اور میں سہم گئی۔

☆ پھر میں نے ایک سفید پرندے کے بازو کو دیکھا جو میرے دل پر مل

رہا ہے۔تو اس کے اثر سے میرا خوف جاتا رہا بلکہ ولادت کی جو بے چینی تھی وہ بھی زائل ہو گئی۔

☆ اس کے بعد میں نے غور کیا تو دیکھا کہ میرے سامنے شربت کا ایک پیالہ ہے جس کا رنگ بالکل سفید تھا اور میں نے اسے دودھ خیال کیا مجھے پیاس بھی بہت سخت تھی ۔تو میں اسے پی گئی پینے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ شہد سے بھی زیادہ شیریں تھا۔

☆ پھر میں نے چند طویل القامت عورتوں کو پایا ایسا محسوس ہوتا تھا کہ عبد مناف کے خاندان کی عورتیں ہیں اور میں نے گھبرا کر کہا کہ! میری اس حالت کا علم ان عورتوں کو کس طرح ہوا ہے میرے اس تعجب پر ان میں سے ایک نے کہا کہ میں آسیہ فرعون کی عورت ہوں ۔دوسری نے کہا کہ میں مریم بنت عمران ہوں اور یہ بھی فرمایا وہ جو ہیں وہ حوریں ہیں۔

☆ میں نے پھر تڑاکے کی آواز سنی اور اب رہ رہ کر یہ آواز بار بار آرہی تھی اور ہر پچھلی آواز پہلی سے زیادہ زوردار تھی جس سے میرا خوف بڑھتا جاتا تھا اور میری پریشانی زیادہ ہو رہی تھی ۔دیکھا تو سفید ریشم کی ایک چادر آسمان اور زمین کے درمیان لٹک گئی اور ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا لوگوں کی نگاہوں سے اس کو چھپالو اور فرمایا کہ پھر فضا میں کچھ لوگ ادھر ادھر کھڑے ہوئے دیکھے جن کے ہاتھوں میں چاندی کے سفید آفتابے ہیں۔

(تاریخ الخمیس جلد اول صفحہ 202)

☆ میں گھر میں چلنے پھرنے کی آواز پاتی تھی لیکن مجھ کو نظر کوئی نہیں آتا تھا اور بادل کا ایک سفید ٹکڑا آسمان سے اترا اور چڑیاں سبز، کہ ان کی چونچیں مثل یاقوت سرخ تھیں نظر آئیں اور یہ دیکھ کر میرا بدن پسینہ پسینہ ہو گیا جو قطرہ اس سے ٹپکتا تھا اس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ (معارج النبوت جلد 2 صفحہ 52)

☆ اور بی بی آمنہؓ نے فرمایا جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو آپ کا نورانی چہرہ پورے

چاند سے مقابلہ کرتا تھا۔ (خیر المواتس جلد 2 صفحہ 162) اور آپ کے ساتھ ایک نور ظاہر ہوا جس سے مشرق و مغرب تک سارا روئے زمین روشن ہو گیا حتیٰ کہ شام کے بنگلے اور بازار چمکنے لگے تو مجھے بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں نظر آنے لگیں۔ (سیرت حلبیہ جلد اول صفحہ 66)

اور آپ ناف بریدہ اور ختنہ شدہ اور معطر اور مطہر پیدا ہوئے۔ (ایضا صفحہ 63)

☆ اور فرمایا کہ جب آپ اس عالم میں ظہور فرما ہوئے تو میں نے دیکھا کہ آپ نے سجدہ کیا اور انگلیوں کو آسمان کی طرف اٹھایا اور بزبان فصاحت فرمایا۔

لاالہ الا اللہ وانی رسول اللہ۔ (تاریخ الخمیس جلد اول صفحہ 203)

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیك یاحبیب اللہ

☆ فرمایا میں نے دیکھا کہ ایک ابر سفید اس کے بعد ظاہر ہوا اور ان کو ڈھانک لیا پھر وہ میری نگاہوں کے سامنے نہیں تھے۔ اس کے بعد آواز آئی پکارنے والا پکار رہا ہے کہ ان کو مشرقی اور مغربی ملکوں میں گھماؤ اور ان کو دریاؤں میں بھی لے جاؤ تاکہ سب پہچان لیں اور سب کو ان کا نام اور صورت معلوم ہو جائے اور پھر یہ کیفیت بہت جلد زائل ہو گئی اور حضور ﷺ پھر سامنے آ گئے۔ (تاریخ الخمیس جلد اول صفحہ 203)

☆ اور پھر دیکھا تو آپ ایک سفید اون کے کپڑے میں جس کے نیچے سبز حریر ہے لپٹے ہوئے ہیں اور آپ کے قبضہ میں تین چابیاں ہیں تو ایک کہنے والے نے کہا کہ حضور ﷺ نے نصرت اور ہوا اور نبوت کی چابیوں کو قبضہ میں لے لیا ہے۔

☆ پھر ایک اور ابر ظاہر ہوا جس میں سے گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور پرندوں کے پر دل کے ہلنے کی آواز آتی تھی حتیٰ کہ آپ کو ڈھانک لیا اور میری نگاہوں سے غائب کر دیا تو میں نے پکارنے والے کی پکار سنی کہ محمد ﷺ کو مغرب اور مشرق اور نبیوں کی ولادت گاہوں

پر گھماؤ اور جن وانس اور پرندے اور درندے اور ہر روح دار کے سامنے پیش کرو۔ تا کہ آپ کی شان وقدر پہچانیں اور آپ کو آدمؑ کی صفائی اور نوحؑ کی نرمی اور ابراہیمؑ کی علت اور اسماعیلؑ کی زبان اور یعقوبؑ کی خوشخبری اور یوسف کا حسن اور داؤدؑ کی آواز اور ایوبؑ کا صبر اور یحییٰؑ کا زہد اور عیسیٰؑ کی مروت عطا کرو اور اس کو تمام نبیوں کے اخلاق میں غوطہ دے دو

اے کہ برتختِ سعادت زازل جاداری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہاداری

پھر وہ حالت جاتی رہی تو میں نے دیکھا کہ آپ نے لپٹے ہوئے سبز حریر کو قبضہ میں لیا ہوا ہے تو پکارنے والے نے پکار کر کہا۔ واہ خواب !واہ خواب !!محمد ﷺ نے ساری دنیا پر قبضہ کر لیا حتیٰ کہ آپؐ سے پہلے جو مخلوق گزری ہے وہ بھی آپؐ کے قبضہ میں آ گئی ہے۔

(خصائص کبریٰ جلد اول صفحہ 48)

یہ ایک منفرد نورانی ولادت تھی جس میں عجیب واقعات اور انوار وتجلیات کے ساتھ حسین وجمیل بہشتی خواتین کا بھی ظہور ہوا۔ ان کے ہمراہ حضرت آسیہؓ اور حضرت مریمؑ بھی تشریف لائیں اور جشن ولادت میں شرکت کے ساتھ اپنی موجودگی سے حضرت آمنہؓ کو دلاسا دیا اور باور کرایا کہ وہ ایک بہت ہی عظیم و بے مثال ہستی کی ماں بننے کا شرف حاصل کرنے والی ہیں۔ حضرت آمنہؓ کا بیان ہے۔

رایت نسوت کا لنخل طوالا کانھن من بنات عبدمناف یحد قن بی مارایت اضوامنھن وجوھا وکان واحدۃ من النساء تقدمنت الی فاستندت الیھا وکان واحدۃ تقدمت الی

وناولتنی شربة من الماء اشد بیاضا من اللبن وابرد من الثلج واحلی من الشهد فقالت لی اشربی فشربت ثم قالت الثانیة ازدادی فازددت۔ (زرقانی علی المواہب ۱۔۱۱۲، الانوار المحمدیہ، النبہانی ۳۳، السیرۃ النبویہ، دحلان)

میں نے کھجور کی طرح لمبی خواتین کو دیکھا جیسے قبیلہ عبد مناف کی عورتیں ہوتی ہیں۔ انہوں نے مجھے اپنے گھیرے میں لے لیا میں نے ان سے زیادہ روشن چہرے والی خوبصورت عورتیں نہیں دیکھیں۔ ان میں سے ایک آگے بڑھی، میں نے اس کے ساتھ ٹیک لگا دی پھر دوسری آگے بڑھی اس پینے کیلئے ایک پاکیزہ مشروب پیش کیا جو دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ بڑے پیار سے بولی، پی لو، میں نے پی لیا۔ دوسری بولی اور پیو! میں نے اور پیا۔ حضرت آمنہؓ فرماتی ہیں کہ میرے استفسار پر ان خوبصورت عورتوں نے مجھے بتایا کہ وہ حضرت آسیہؓ اور حضرت مریمؑ ہیں اور ان کے ساتھ جنتی حوریں ہیں۔

اس ساعت سعید میں سارا گھر بقعہ نور بن گیا۔ انوار وتجلیات نے نہ صرف اس مکان کو بلکہ کائنات کو بھی اپنے گھیرے میں لے لیا اور ہر چیز چاندنی میں نہا گئی۔ اس موقعہ پر عناصر کائنات ہی نہیں ساکنان عرش بھی حرکت میں آ گئے ہر شے رقصاں تھی اور ہر طرف دھوم مچی ہوئی تھی کہ اس نور کا ظہور ہونے والا ہے جو ظلمتوں کو اجالے اور تاریکیوں کو روشنیاں عطا کرے گا، دلوں کو انوار اور نگاہوں کو بصیرتیں بخشے گا، وہ بے مثال ہوگا اور با کمال بھی، نہ اس جیسا کوئی ہوا ہے نہ ہوگا۔

ام عثمان فاطمہ بنت عبداللہ الثقفیہؓ اس موقع پر حضرت آمنہؓ کے پاس موجود تھیں انہوں نے عجب ایمان افروز مشاہدات کیے۔ فرماتی ہیں۔

''میں نبی اکرم ﷺ کی ولادت کے وقت حاضر تھی، میں نے دیکھا کہ ہر شے نور میں

ڈوب گئی" گویا کائنات میں نور کا سیلاب آگیا تھا، اجرام سماوی زمین کی طرف جھک رہے تھے جیسے اسے بوسہ دینا چاہتے ہوں۔ یہ انقلاب صرف احساس نہ تھا بلکہ ایک حقیقت کی نمود تھی۔ بیہقی، طبرانی، ابونعیم اور ابن عساکر نے عثمان بن ابی العاص سے روایت کیا ہے۔

حدثتنی امی انها شهدت ولادة آمنة ام رسول الله ﷺ ليلة ولدته قالت: فماشئی انظر اليه فی البيت الانوروانی لانظر الی النجوم تدنوحتی انی لاقول ليقعن علی، فلماوضعت خرج منها نور اضاء له البيت والدارحتی جعلت لاارى الانورا۔ (الخصائص الکبریٰ،۱:۸۷، زرقانی علی المواہب،۱:۱۱۶)

وہ فرماتے ہیں مجھ سے میری والدہ (فاطمہ بنت عبداللہ) نے بیان کیا کہ میں حضور ﷺ کی ولادت کے وقت حضرت آمنہؓ کے پاس موجود تھی، میں نے اس وقت جس چیز کو بھی دیکھا اسے نور ہی نور پایا اور میں نے دیکھا کہ ستارے قریب آتے جارہے ہیں حتی کہ میں سوچنے لگی کہ یہ مجھ پر گر پڑیں گے۔ پس جب حضرت آمنہؓ نے حضور ﷺ کو جنم دیا تو ان سے نور نکلا جس سے گھر اور سب درو دیوار منور ہو گئے۔ حتی کہ ہر طرف نور ہی نور دکھائی دینے لگا۔

اسی طرح حضرت آمنہؓ خود اپنا مشاہدہ بیان فرماتی ہیں۔

لماولدته خرج منی نور اضاء له قصور الشام فولدة نظيفا۔

(طبقات ابن سعد،۱:۱۰۳)

ولادت کے وقت میں نے محسوس کیا کہ ایک نور مجھ سے خارج ہوا ہے جس کی روشنی میں شام کے محلات بھی نظر آنے لگے۔ بوقت ولادت آپ بالکل پاک صاف تھے۔

حضرت سیدہ آمنہؓ ہی کا بیان ہے۔

رایت ثلاثة اعلام مضروبات علما بالمشرق وعلما بالمغرب وعلما علی ظهر الکعبة۔ (السیرۃ الحلبیہ ۱:۱۰۹۔ السیرۃ النبویہ دحلان ۱:۳۹)

میں نے تین گڑے ہوئے جھنڈے دیکھے۔ایک جھنڈا مشرق میں گڑا ہوا تھا،ایک مغرب میں،اور ایک کعبہ معظمہ کی چھت پر لہرا رہا تھا۔

امام جلال الدین سیوطیؒ کی کتاب **الخصائص الکبریٰ** کے باب ”**ماظهر فی لیلة مولده ﷺ من المعجزات والخصائص**“ میں سے ایک جامع بیان نقل کرتے ہیں۔

واخرج ابونعیم،عن عبدالرحمن بن عوف ،عن امه الشفاء بن عمرو بن عوف قالت: لما ولدت اٰمنة رسول الله ﷺ وقع علی یدی فاستهل،فسمعت قائلا یقول رحمك الله ورحمك ربك ،قالت الشفاء:فاضاء لی مابین المشرق والمغرب حتی نظرت الی بعض قصور الروم قالت:ثم البسته واضجعته ،فلم انشب ان غشیتنی ظلمته ورعب وقشعریرة عن یمینی،فسمعت قائلایقول : این ذهبت به قال الی المغرب واسفر ذالك عنی ثم عاودنی الرعب والظلمة والقشعریدت عن یساری فسمعت قائلایقول : این ذهبت به؟قال: الی المشرق ،قالت:فلم یزل الحدیث منی علی بال حتی ابتعثه اللهؑ ،فکنت فی اول الناس اسلاما۔

(الخصائص الکبریٰ ۱:۶۱،۴۷)

اور ابونعیم نے حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ سے یہ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ

حضرت شفاء بنت عمرو نے بتایا۔ جب اللہ کے رسول ﷺ کا حضرت آمنہؓ کے ہاں تولد ہوا، تو وہ سب سے پہلے میرے ہاتھوں پر تشریف لائے اور آواز نکالی، میں نے کسی قائل سے سنا، وہ کہہ رہا تھا ''آپ پر اللہ رحمت نازل فرمائے' آپ کا رب آپ پر رحمت کے پھول برسائے'' حضرت شفاءؓ کا بیان ہے میرے سامنے مشرق و مغرب کے درمیان جو کچھ تھا، سب روشن ہو گیا۔ یہاں تک کہ میں نے روم کے کچھ محلات بھی دیکھ لیے۔ پھر میں نے آپ ﷺ کو لباس پہنا کر لٹا دیا، اسی دوران اچانک مجھ پر رعب چھا گیا اور کپکپی کی کیفیت طاری ہو گئی اور روشنی بھی کم ہو گئی، یہ صورت حال میرے دائیں طرف رونما ہوئی۔ میں نے کسی کی آواز سنی، وہ کہہ رہا تھا، انہیں کہاں لے گئے ہیں؟ دوسرے نے کہا: مغرب کی سمت لے گئے ہیں پھر روشنی پھیل گئی اس کے بعد پھر رعب چھا گیا رونگٹے کھڑے ہو گئے اور پھر تاریکی چھا گئی اس دفعہ یہ کیفیت بائیں طرف سے ظاہر ہوئی میں نے سنا: کوئی کہہ رہا تھ، انہیں کہاں لے گئے ہیں؟ کسی نے جواب میں کہا: مشرق کی طرف لے گئے ہیں ۔(حضرت شفاءؓ) کہتی ہیں یہ عجیب وغریب صورت حال میرے ذہن پر نقش ہو گئی، یہاں تک کہ حضور اکرم ﷺ نے دعویٰ نبوت فرما دیا: چنانچہ میں سب سے پہلے مسلمان ہو گئی۔

ایک اور روایت:۔

اور ابو نعیم نے عمرو بن قتیبہؒ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے بتایا میرے ابا جان ایک متبحر عالم تھے۔ انہوں نے یہ حقیقت بیان فرمائی کہ جب حضرت آمنہؓ کے ہاں ولادت کا وقت قریب آیا، تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: تمام آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دو اور انہیں وہاں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ اترے اور ایک دوسرے کو بشارتیں دینے لگے۔ دنیا کے پہاڑ فخر سے بلند ہو گئے، سمندروں میں روانی آ گئی اور موجیں اٹھنے لگیں

اوراہل زمین میں مبارک سلامت اوربشارت کا سلسلہ چل نکلا ،ہرفرشتہ وہاں حاضر ہوگیااورشیطان کو ستر زنجیروں میں جکڑ کر بحراخضر کے تندوتیز پانیوں میں الٹالٹکادیا گیا اوردیگر سرکش شیاطین کوبھی پابندطوق وسلاسل کردیا گیا۔اس روز سورج کو نور کی شاندارچادراوڑھادی گئیں اورستر ہزارحوریں ہوامیں کھڑی کردی گئیں جوولادت محمدی ﷺ کا انتظار کرنے لگیں۔حضور نبی اکرم ﷺ کے اعزاز میں قدرت خداوندی نے دنیا بھرکی عورتوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اس سال لڑکے ہی جنیں،چنانچہ نبی اکرم ﷺ پیدا ہوئے توساری دنیانور سے بھرگئی۔فرشتوں نے ایک دوسرے کومبارک بادیاں دیں اور ہرآسمان میں زبرجداوریاقوت کاایک ایک ستون قائم کردیا گیا،جن سے ہرشے روشن ہوگئی۔چنانچہ یہ ستون آسمان میں بہت شہرت رکھتے ہیں،جن کوحضورﷺ نے معراج کی شب ملاحظہ فرمایا۔آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ یہ وہ ستون ہے جوآپ ﷺ کی ولادت پاک کی خوشی میں نصب کیا گیا تھا۔شب ولادت اللہ تعالیٰ نے حوض کوثر کے کنارے مہکتی کستوری کے ستر ہزار درخت لگائے جن کے پھل اہل جنت کے لئے خوشبودار دھونی کا کام دیں گے۔اس رات آسمان والے اللہ کے حضور سلامتی کی دعائیں مانگتے رہے۔پتھر کے بت اوندھے منہ گرگئے،لات اورعزیٰ کے شیطان اپنے تھان سے باہر نکلے،وہ چیخ رہے تھے کہ قریش کو کچھ پتہ نہیں ہے کہ وہ کس حال کوپہنچ گئے ہیں۔صدیق وامین آگئے ہیں۔بیت اللہ شریف کے اندر سے کئی روزتک یہ آوازسنائی دیتی رہی،اب میرا نور مجھے واپس کردیا جائےگا،میری زیارت کرنے والے ازسرنوآنے لگیں گے۔مجھے جاہلیت کی نجاستوں سے پاک کردیا جائے گا۔اے عزیٰ!اب تیری موت کا وقت آگیا ہے۔بیت اللہ شریف پر مسلسل تین روزتک اسی طرح لرزہ طاری رہا،یہ پہلی علامت تھی جواہل قریش کونبی رحمت اللعالمین ﷺ کی ولادت کے وقت مشاہدے میں آئی۔(الخصائص الکبریٰ جلداول صفحہ 47)

ایمان افروز روایت:۔

اور ابو نعیم نے حضرت عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت آمنہؓ کے بطن اطہر میں نور نبوی ﷺ کے جلوہ گر ہونے کا پتہ اس طرح چلا کہ اس رات قریش کا ہر جانور گویا ہو گیا، اسے زبان مل گئی وہ بولنے لگا کہ رب کعبہ کی قسم! اللہ کے رسول ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے بطن اطہر میں جلوہ گر ہو گئے ہیں۔ وہ دنیا کے لئے امان اور کائنات کیلئے سراج منیر ہیں۔ قبائل عرب میں جو کاهن عورتیں تھیں، ان کے مسخر جنات اس رات ان کے پاس آنے سے قاصر ہو گئے، کاہنوں کا علم چھین لیا گیا، دنیا بھر کے بادشاہوں کے تخت الٹ دیئے گئے اور وہ خود گونگے ہو گئے اس روز بات تک نہ کر سکے۔ بشارات دینے کیلئے مشرق کے جانور مغرب کی طرف دوڑے، اسی طرح سمندر کی مخلوق نے بھی ایک دوسرے کو خوشخبری سنائی ۔زمین و آسمان میں نداء دی گئی کہ خوش ہو جاؤ کہ برکتوں اور رحمتوں والے ابو القاسم نبی محترم ﷺ کی تشریف آوری کا وقت قریب آ گیا ہے۔

آپ ﷺ والدہ ماجدہ کے بطن اطہر میں نو ماہ تک جلوہ گر رہے، اس دوران انہوں نے کسی قسم کی تکلیف، قے، متلی، بے چینی اور جو عوارض عورتوں کو پیش آتے ہیں ان میں سے کسی چیز کی شکایت نہ کی، والد گرامی پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔ فرشتوں نے کہا: یا اللہ! تیرا نبی ﷺ یتیم پیدا ہو گا؟ اللہ پاک نے فرمایا: میں ان کا محافظ و نگہبان اور مددگار ہوں، سب نے سرکار کے مولد مبارک کے ساتھ برکت حاصل کی اور اس خوشی میں اللہ تعالیٰ نے جنتوں اور آسمانوں کے دروازے کھول دیئے۔ حضرت آمنہؓ بیان فرماتی ہیں: جب حمل مبارک کو چھ ماہ گزرے تو خواب میں ایک ہستی تشریف لائی، اس نے اپنے پاؤں کے ساتھ چھوا اور کہا: اے آمنہ! کائنات کی افضل ترین ہستی تیرے پیٹ میں جلوہ گر ہے۔ جب وہ متولد ہو تو اس کا

نام محمد ﷺ رکھنا۔ بعد کا واقعہ بیان فرماتی ہیں کہ جب وہ لمحہ قریب آیا اور وہ کیفیت طاری ہوئی جو ایسے موقعہ پر خواتین پر طاری ہوتی ہے اس وقت میرے پاس کوئی نہیں تھا اچانک میں نے ایک گونج دار آواز سنی جس نے مجھ پر ہول طاری کر دیا پھر دیکھا جیسے کسی نے سفید پرندے کے پر جیسی کوئی چیز میرے سینے پر مل دی ہے اس سے میرا خوف جاتا رہا اور ہر تکلیف زائل ہوگئی۔ اس وقت میں پیاس محسوس کر رہی تھی اچانک دودھ کی طرح سفید مشروب میرے سامنے پیش کیا گیا جو میں نے پی لیا اس سے ہر چیز منور ہوگئی جیسے مجھ سے نور پھوٹ رہا ہو۔ پھر میں نے لمبی لمبی عورتیں دیکھیں جیسے کھجور کے درخت ہوں، انہوں نے مجھے گھیرے میں لے لیا وہ (طوالت قد میں) عبد مناف کی بیٹیاں لگ رہی تھیں۔ ان مشاہدات سے میں بے حد متعجب تھی کہ اچانک زمین و آسمان کے درمیان ریشمی ٹکڑا دیکھا، کسی نے کہا: اس نومولود مبارک کو لے لو اور لوگوں کی نگاہوں سے چھپا دو۔ پھر میں نے کچھ لوگ دیکھے وہ چاندی کی صراحیاں لے کر ہوا میں کھڑے ہوگئے۔ پھر میں نے پرندوں کی ایک ڈار دیکھی، انہوں نے میرے مکان کو ڈھانپ لیا۔ ان عجیب وغریب پرندوں کی چونچیں زبرجد اور پر یاقوت کے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے میری نگاہوں سے حجابات اٹھا دیئے۔ میں نے مشرق و مغرب کو دیکھ لیا اور میں نے تین جھنڈے دیکھے ایک مشرق اور دوسرا مغرب اور تیسرا کعبہ کی چھت پر نصب تھا۔ جب تولد کا عمل مکمل ہوگیا تو میں نے بے مثل نومولود کو دیکھا۔ وہ حالت سجدہ میں تھا اور انگلی اوپر اٹھائی ہوئی تھی جیسے کوئی نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ دعا کر رہا ہو۔ پھر میں نے سفید بادل دیکھا وہ نیچے اترا اور نومولود کو چھپا لیا وہ میری نظروں سے غائب ہوگیا۔ میں نے کسی کی آواز سنی وہ ندا دے رہا تھا کہ محمد ﷺ کو مشرق و مغرب کی سیر کراؤ اور سمندروں میں بھی لے جاؤ تاکہ سب ان کے نام اور ذات وصفات کو پہچان لیں اور جان لیں کہ ان کا نام ماحی بھی ہے یعنی

میں بھی لے جاؤ تا کہ سب ان کے نام اور ذات وصفات کو پہچان لیں اور جان لیں کہ ان کا نام ماحی بھی ہے یعنی مٹانے والا، یہ اپنے وقت میں شرک کی تمام نشانیوں کو مٹاڈالیں گے۔ اس کے بعد اچانک وہ میری نگاہوں کے سامنے ظاہر ہوئے، اس وقت سفید صوف کے لباس میں ملبوس تھے، نیچے سبز ریشم بچھا ہوا تھا۔ آبدار موتی سے بنی ہوئی تین چابیاں ان کی مٹھی میں تھیں کوئی کہہ رہا تھا کہ محمد ﷺ نے فتح ونصرت، نبوت اور ہواؤں کی چابیوں پر قبضہ کرلیا ہے۔ پھر دوسرا بادل نمودار ہوا اس سے گھوڑوں کے ہنہنانے اور پروں کے پھڑپھڑانے کی آوازیں آرہی تھیں، اس بادل نے بھی انہیں ڈھانپ لیا اور وہ میری نظروں سے غائب ہوگئے۔ میں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا کہ محمد ﷺ کو مشرق ومغرب اور انبیاء کرام کے اماکن ولادت پر لے جاؤ اور جن وانس سے، درندوں اور پرندوں سے اور ہر قسم کی روحانی مخلوق سے ان کا تعارف کراؤ اور انہیں حضرت آدمؑ کی صفوت اور حضرت نوحؑ کی رقت اور گریہ وزاری اور حضرت ابراہیمؑ کی خلت اور دوستی اور حضرت اسماعیلؑ کی زبان اور حضرت یعقوبؑ کی بشارت اور حضرت یوسفؑ کا حسن اور حضرت داؤدؑ کی آواز اور حضرت ایوبؑ کا صبر اور حضرت یحیٰؑ کا زہد اور حضرت عیسیٰؑ کی سخاوت عطا فرماؤ اور اخلاق انبیاء کرام سے معمور کردو۔ پھر دوبارہ آپ ﷺ میری نگاہوں کے سامنے ظاہر ہوئے۔ اس وقت ایک سبز پارچہ ریشم آپ ﷺ کی مٹھی مبارک میں تھا۔ کسی نے کہا: مبارک ہو! حضرت محمد ﷺ نے پوری دنیا پر قبضہ کرلیا ہے اور ساری مخلوق ان کی غلامی میں آگئی ہے۔ پھر میں نے تین اشخاص دیکھے ایک کے ہاتھ میں چاندی کی صراحی تھی، دوسرے کے ہاتھ میں سفید ریشم کا ٹکڑا تھا اس نے وہ کھولا اور اس میں سے ایک مہر نکالی اس کی چمک دمک سے دیکھنے والوں کی

آنکھیں چندھیا گئیں ۔اس صراحی کے پانی سے اسے سات مرتبہ دھویا، پھر سرکار ﷺ کے دونوں کاندھوں کے درمیان مہر لگادی اور ریشم کے پارچہ میں لپیٹ دیا پھر انہیں اٹھا کر کچھ دیر کیلئے اپنے پروں کے اندر چھپالیا پھر انہیں میرے سپرد کر دیا۔(الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ 47-48)

مشاہدات خواجہ عبدالمطلب :۔

بی بی آمنہ ؓ گھر میں تھی کہ خواجہ عبدالمطلب تشریف لائے اور کہا کہ میں اس وقت کعبہ میں تھا کہ یکا یک کعبہ نے مقام ابراہیم میں سجدہ کر کے کہا محمد ﷺ کا خدا بہت بڑا ہے۔جس نے مجھے بتوں کی پلیدی سے پاک کیا۔پھر میں نے دیکھا

کہ جبل بت جو سب سے بڑا تھا سر کے بل گرا اور ندا آئی کہ آمنہ کا بیٹا پیدا ہوا اور رحمت الٰہی اس پر نازل ہوئی ہے۔اے آمنہ ! میں ان باتوں سے حیران ہوا کہ شاید خواب ہوگا مگر ہاتھ آنکھوں پر ملا تو نیند کا اثر نہ پایا جب تیرے گھر کی طرف متوجہ ہوا تو باب بنی شیبہ سے بطحا کی طرف باہر آیا کوہ صفا کو اور بیچے ہوتے ہوئے دیکھا اور کوہ مروہ کو اضطراب تھا۔اور ادھر ادھر سے آواز آتی تھی ۔اے قریش کے سردار !ڈرتے اور کانپتے کیوں ہو؟ لیکن میں گویائی کی قدرت. نہ رکھتا تھا جب میں نے تیرے گھر کی طرف توجہ کی تا کہ فرزند ارجمند کو دیکھوں تو دہلیز پر ایک سفید پرندہ دیکھا جس نے اپنے بازو کو تیرے گھر پر بچھایا ہوا تھا اور مکہ معظمہ کے پہاڑ اس کے نور سے جلوہ گر تھے اور ایک سفید بادل نے مجھے تیرے گھر میں آنے سے روکا تھوڑی دیر ٹھہرا یا کستوری کی خوشبو کی وجہ سے دماغ معطر ہوگیا تو جرأت کر کے تیرے پاس پہنچا اب بتا! وہ نور مقدس تیری

پیشانی سے کہاں گیا؟ بی بی نے کہا۔ فرزند متولد ہوا اور سب مشاہدات سنائے خواجہ عبدالمطلب نے کہا کہ وہ فرزند مجھے دکھایئے ۔ بی بی نے کہا کہ تم نہیں دیکھ سکو گے۔ مگر بتلا دیتی ہوں کہ وہ فلاں مکان میں تشریف فرما ہیں جب خواجہ عبدالمطلب اس مکان کی طرف چلے تو یکا یک ایک باعظمت شخص نے تلوار بے نیام کئے ہوئے سامنے آ کر کہا ٹھہر جا کہ جب تک فرشتے اس کی زیارت سے فارغ نہیں ہوں گے کسی کو زیارت کی اجازت نہیں ہوگی۔ خواجہ عبدالمطلب واپس ہوئے تا کہ قریش کو خبر دیں مگر سات دن تک اس بارے میں بات نہ کر سکے۔

(معارج النبوت جلد 2 صفحہ 55)

تاریخ ولادت:۔

۲۲ اپریل ۵۷۱ء مطابق یکم جیٹھ 628ء بکرمی بعداز صبح صادق

9 بج

کر 57 منٹ حساب مروجہ حال عرب سے آفتاب اس وقت برج حمل سے ۳۱ درجے ۲۰ دقیقے پر تھا اور تاریخ یکم جیٹھ سے شروع ہونے پر ۱۳ گھنٹے ۱۶ منٹ گزر چکے تھے۔

(رحمۃ اللعالمین جلد اول صفحہ 20 حاشیہ 3)

اور آپ کی ولادت باسعادت بروز دوشنبہ مورخہ ۱۲ ربیع الاول بوقت صبح صادق ہوئی اور وہ برکت کا وقت ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ **بورك لامتی فی بکورها** ۔ صبح صادق کے آغاز وقت میں میری امت کیلئے برکت دی گئی۔ اور آپ کی ولادت بوقت زمانہ بادشاہی نوشیرواں عادل کسریٰ فارس کے ہوئی۔ شیخ مصطفیٰ علامینی مدرس کلیہ اسلامیہ بیروت نے (اباب نبوی سیرۃ النبی مختار صفحہ 23) میں لکھا ہے۔

١٢ ربیع الاول ۵۲ ق ھ ۳۰ دن بعد آغاز سنہ فیل ۴۲ حکومت نوشیروان ۶۷۵۰ ہبوط آدم ۴۴۹۰ طوفان نوح ۳۷۷۰ خلیل ۲۳۰۰ موسوی ۱۸۰۰ داؤدی ۸۸۲ سکندری اور اہل نجوم نے آنحضرت ﷺ کا طالع اس طرح استخراج کیا ہے کہ زحل درجہ نمبر ۲۰ جدی اور مشتری نمبر ۳۰ درجہ عقرب اور مریخ نمبر ۲۰ درجہ سرطان اور قمر نمبر ۱۸ درجہ سرطان اور شمس حمل میں اور زہرہ ثور میں اور عطارد حمل میں اور اس جوزا میں اور ذنب قوس میں قرار پائے۔

(معارج النبوت جلد 2 صفحہ 46)

جس سال یہ خدا کا سچا نبی ﷺ عالم وجود میں آیا اس کو اہل عرب عام الفیل کہتے ہیں۔ شمسی حساب سے اس کی تاریخ 12 اپریل 571ء ہوتی ہے اس بیان کردہ حساب سے ولادت باسعادت ﷺ اور ولادت حضرت عیسیٰ کے درمیان ۵۷۱ سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ سے حضرت موسیٰ کی وفات تک ۱۷۱۶ سال کا عرصہ گزرا ہے حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم کے درمیان ۵۴۵ سال گزرے ہیں۔ اور حضرت ابراہیم اور حضرت نوح کے درمیان ۱۰۸۱ سال گزرے اور طوفانِ نوح اور حضرت آدم کے درمیان

۲۲۴۲ سال گزرے ہیں اور مورخین کے اس حساب کے مطابق ولادت باسعادت سے حضرت آدم کے زمانہ تک ۶۱۵۵ سال کی مدت قرار پائی ہے اور یہ مولوی محمد حفیظ الرحمٰن صاحب صدیقی سیوہاروی نے ذکر کیا ہے۔ ([illegible] صفحہ 23)

اور علامہ محی الدین حیات مصری لکھتے ہیں کہ حضرت آدم کا ہبوط ۶۳ ۷۷۹۷ ۱۹۵۵ ایجاد عالم حضرت نوح کا طوفان ۲۲۴۴ ہبوط۔ حضرت ابراہیم کی خلت ۱۰۸۱

طوفان حضرت موسیٰ ۵۴۵ اور ۱۷۱۶ موسوی اور حضور ﷺ کی ولادت ۴ مئی ۵۷۱ عیسوی اور ۶۱۵۵ ہبوط میں ہوئی ہے۔ (تاریخ اسلامی از علامہ مذکور صفحہ 12)

وجہ تسمیہ باسمِ مبارک:۔

اور آنحضرت ﷺ کا اسم گرامی محمد ﷺ اس لیے رکھا گیا کہ خواجہ عبدالمطلب کو یہ الہام ہوا تھا (ہدیۃ الحافل جلد اول صفحہ 30) اور لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ آپ کے خاندان میں آج تک کسی نے ایسا نہیں کیا تو آپ نے یہ نام کیوں اختیار فرمایا۔؟ آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ دنیا بھر کی ستائش اور تعریف کے شایان قرار پائے اور یہ اس درخت والے خواب کی بناء پر تھا جس کو قروانی عابر نے اپنی کتاب ''البستان'' میں ذکر کیا ہے کہ اس کی تعبیر میں آپ کو بتایا گیا تھا کہ آپ کی نسل سے ایک ایسا بچہ پیدا ہوگا جس کی زمین اور آسمان والے تعریف کریں گے اور بی بی آمنہؓ کو غیبی شخص نے بھی کہا تھا کہ اس کا نام محمد ﷺ رکھنا تو اس لیے یہ نام مبارک مقرر کیا گیا۔

(الروض الانف سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ 105)

اس مقام پر ہم حضور ﷺ کی وجہ تسمیہ کے حوالے سے ضروری سمجھتے ہیں کہ اسم مبارک ''محمد ﷺ'' کا معنی اور اس کے چند اہم معارف کا بیان کر دیا جائے۔ محمد کا لفظ اتنا پیارا اور حسین ہے کہ اس کے سنتے ہی ہر نگاہ فرط ادب سے جھک جاتی ہے، ہر سر خم ہو جاتا ہے اور زبان پر درود و سلام کے زمزمے جاری ہو جاتے ہیں لیکن کم لوگ جانتے ہیں کہ اس لفظ کا معنی و مفہوم بھی اس کے ظاہر کی طرح حسین اور دل آویز ہے۔

لفظ محمد ''حمد'' سے مشتق ہے۔ ''حمد'' کے معانی تعریف اور ثناء بیان کرنے کے ہیں۔ خواہ

یہ تعریف کسی ظاہری خوبی کی وجہ سے کی جائے یا کسی باطنی وصف کی بناء پر۔تعریف کا مفہوم ادا کرنے کیلئے ''شکر'' کا لفظ بھی بولا جاتا ہے مگر شکر اور حمد میں فرق ہے۔شکر سے مراد وہ تعریف ہے جو کسی کے احسان کا تذکرہ کرتے ہوئے کی جائے اور حمد سے مراد مطلق تعریف و توصیف ہے جو ممدوح کی عظمت و کبریائی کو مدنظر رکھتے ہوئے کی جائے۔

لفظ محمد ﷺ اسم مفعول کا صیغہ ہے اور اس سے مراد ہے:۔

الذی یحمد حمدا مرة بعدمرة۔

(وہ ذات) جس کی کثرت کے ساتھ اور بار بار تعریف کی جائے۔

امام راغب الاصفہانی لفظ محمد ﷺ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ومحمد ﷺ اذا کثرت خصاله المحمودة۔ (المفردات:۱۳۱)

اور محمد ﷺ اسے کہتے ہیں جس کی قابل تعریف عادات حد سے بڑھ جائیں۔

قرآن پاک میں لفظ محمد ﷺ کا ذکر چار مقامات پر آیا ہے۔

سورہ الفتح میں ارشاد ہے۔

محمد رسول الله ﷺ۔ (الفتح)

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

سورہ محمد میں ہے۔

والذین امنووعملو الصالحات وامنو بما نزل علی محمد

۔

(سورۃ محمد آیت نمبر 2)

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور اس سب پر ایمان لائے جو حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔

سورہ آل عمران میں ہے۔

وما محمد ﷺ الا رسول ۔ (آل عمران ۳، ۱۴۴)

اور محمد ﷺ تو (اللہ کے) رسول ہی ہیں۔

سورہ الاحزاب میں ہے۔

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ۔ (الاحزاب، ۴۰)

محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں وہ تو اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔

یوں تو حضور نبی اکرم ﷺ کے متعدد اسمائے گرامی ہیں۔ بعض محدثین کے مطابق اللہ رب العزت نے سرور کائنات ﷺ کو بھی ننانوے ناموں سے نوازا ہے۔ جبکہ بعض کے بقول آپ ﷺ کے اسمائے مبارکہ تین سو ہیں۔ صاحب ''ارشاد الساری شرح صحیح البخاری'' لکھتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ایک ہزار نام ہیں۔ ان میں سے ہر نام آپ ﷺ کی سیرت و کردار کے کسی نہ کسی انوکھے پہلو پر روشنی ڈالتا ہے لیکن جس طرح اللہ رب العزت کے ہزاروں نام ہیں مگر ذاتی نام صرف ایک، یعنی ''اللہ'' ہے، اسی طرح سرور کائنات ﷺ کے بھی سینکڑوں نام ہونے کے باوجود، ذاتی اور شخصی نام ایک ہی ہے اور وہ محمد ﷺ ہے۔

اسم محمد ﷺ کا ہر حرف بامعنی ہے:۔

الفاظ کا مجموعہ حروف ہوتے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی ایک حرف

کو حذف کر دیا جائے تو بقیہ حروف اپنے معنی کھو بیٹھتے ہیں۔ مثلاً ناصر ایک با معنی لفظ ہے۔ اگر ان حروف میں سے پہلے حرف "ن" کو حذف کر دیا جائے تو بقیہ حروف "اصر" بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں۔ لیکن اس کلیے سے لفظ "اللہ جل جلالہ" اور "محمد ﷺ" مستثنیٰ ہیں۔ اگر لفظ "اللہ" میں سے پہلا حرف (الف) کم کر دیا جائے تو باقی "للہ" رہ جاتا ہے۔ جس کا مطلب ہے "اللہ کے لیے"۔ اگر دوسرا حرف (لام) ہٹا دیا جائے تو باقی "الہ" رہ جاتا ہے، جس کا مطلب ہے "معبود" اور اگر الف اور لام دونوں کو الگ کر دیا جائے تو باقی "لہ" رہ جاتا ہے۔ جس کا مطلب بھی "اللہ کے لیے" ہے۔ اگر لام کو بھی ہٹا دیا جائے تو "ہ" (ہو) رہ جاتا ہے جس کا معنی ہے "وہی" اور وہ اللہ ہی ہے۔

علی ھذا القیاس لفظ "محمد" کا ہر حرف بھی با مقصد اور با معنی ہے۔ اگر شروع کا (م) ہٹا دیا جائے تو "حمد" رہ جاتا ہے، جس کا مفہوم تعریف و توصیف ہے۔ اور اگر صرف (ح) کو کم کر دیا جائے تو "مد" رہ جاتا ہے، یعنی مدد کرنے والا۔ اگر ابتدائی (م اور ح) دونوں کو حذف کر دیا جائے تو باقی "مد" رہ جائے گا، جس کا مفہوم ہے دراز اور بلند۔ یہ حضور ﷺ کی عظمت اور رفعت کی جانب اشارہ ہے اور اگر دوسرے میم کو بھی ہٹا دیا جائے تو صرف "د" (دال) رہ جاتا ہے۔ جس کا مفہوم ہے ولالت کرنے والا یعنی اسم محمد اللہ کے وجود اور وحدانیت پر دال ہے۔

محمد اور احمد.... حضور ﷺ کے دو ذاتی نام ہیں:۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے صفاتی نام تو بے شمار ہیں مگر آپ ﷺ کے ذاتی نام صرف دو ہیں، محمد اور احمد۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ زمین پر میرا نام "محمد ﷺ" اور آسمان پر "احمد ﷺ" ہے۔ احمد کا ذکر قرآن

پاک میں صرف ایک ہی جگہ پر آیا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ اپنی قوم کو حضور ﷺ کی آمد سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ومبشر برسول یاتی من بعدی اسمه احمد۔ (الصف)

یہاں یہ اشکال پیدا ہوسکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے مذکورہ بالا ارشاد کے مطابق زمین پر آپ ﷺ کا نام مبارک محمد ﷺ اور آسمان پر احمد ہے جبکہ حضرت عیسیٰؑ نے حضور ﷺ کی آمد کی خبر زمین والوں کو سنائی تھی نہ کہ آسمان والوں کو، لہٰذا انہیں اس موقع پر زمین والے نام "محمد ﷺ" کا ذکر کرنا چاہئے تھا۔ اس اشکال کا مختصر جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ گو زمین پر پیدا ہوئے، زمین والوں میں رہے اور یہیں زندگی بسر کی، مگر فی الواقع ان کی پیدائش سے لے کر رفع سماوی تک ان کے بہت سے احوال آسمان والوں سے مشابہ تھے۔ ان کی پیدائش مروجہ انسانی طریقے سے ہٹ کر ہوئی۔ آسمان کے ایک جلیل القدر فرشتے حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے اور سیدہ مریمؑ کے دامن پر پھونک ماری، اسی کے اثر سے ان کی پیدائش ہوئی۔ پھر مختصر ارضی زندگی بسر کرنے کے بعد دوبارہ ان کا آسمان پر عروج ہوگیا، گویا آغاز اور اختتام کے اعتبار سے ان کی حیات آسمانی مخلوق سے مشابہت رکھتی ہے۔ اسی بناء پر حضرت عیسیٰؑ نے حضور ﷺ کے اسی نام کا ذکر فرمایا جس سے آپ ﷺ کو آسمانوں پر پکارا جاتا تھا۔

ہم عصر، ہم نام:۔

سرزمین عرب میں کئی لوگ تھے کہ انہوں نے بعض سلاطین کی مجلس میں آسمانی کتابوں کا یہودی علماء سے یہ مضمون سنا کہ نبی آخر الزماں ﷺ کی بعثت کا وقت آ گیا ہے وہ سرزمین حجاز میں پیدا ہوں گے اور آپ کا نام نامی محمد ﷺ

ہم عصر، ہم نام:۔

سرزمین عرب میں کئی لوگ تھے کہ انہوں نے بعض سلاطین کی مجلس میں آسمانی کتابوں کا یہودی علما سے یہ مضمون سنا کہ نبی آخرالزماں ﷺ کی بعثت کا وقت آ گیا ہے وہ سرزمین حجاز میں پیدا ہوں گے اور آپ کا نام نامی محمد ﷺ ہوگا تو ہر ایک نے اللہ تعالیٰ سے عہدو پیمان کرلیا کہ اگر میرے گھر لڑکا پیدا ہوا تو میں اس کا نام محمد ﷺ رکھوں گا اور سب نے طمع کی بنا پر یہی نام رکھا۔ چنانچہ ان کے نام یہ ہیں۔

(۱)۔ محمد بن سلیمان بن مجاشع (۲)۔محمد بن احیحة بن الجلاح (۳)۔ محمد بن حمران (۴)۔محمد بن مسلمة الانصاری (۵)۔محمد بن براء بکری (۶)۔محمد بن خزاعی السلمی (۷)۔محمد بن عدی بن ربیعہ بن سعد المنقری (۸)۔محمد بن عثمان بن ربیعہ السعدی (۹)۔محمد السیدی (۱۰)۔محمد فقیمی (۱۱)۔محمد بن عتوارہ لیثی (۱۲)۔محمد بن حسر ماز العمری (۱۳)۔محمد بن خولی ہمدانی (۱۴)۔محمد بن یزید بن ربیعہ (۱۵)۔محمد بن اسامہ بن مالک (۱۶)۔محمد بن یحییٰ اردی۔

(سیرت مغلطائی صفحہ 7 اور تاریخ الخمیس جلد اول صفحہ 186 اور فتح الباری جلد 6 صفحہ 405)

"صلوٰۃ وسلام"

مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہر چرخ نبوت پہ روشن درود
گل باغ رسالت پہ لاکھوں سلام

شہر یارارم تاجدار حرام
نو بہار شفاعت پہ لاکھوں سلام

شب اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشہ بزم جنت پہ لاکھوں سلام

عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود
فرش کی طیب و نزہت پہ لاکھوں سلام

عرش تا فرش ہے جس کے زیر نگیں
اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

فتح باب نبوت پہ بے حد درود
ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود
حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

وہ زبان جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا
موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام

جس کو بار دو عالم کی پروا نہیں
ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

جس کے گھیرے میں ہے انبیاء و ملک
اس جہانگیر بعثت پہ لاکھوں سلام

جس کے آگے کھچی گردنیں جھک گئیں
اس خداداد شوکت پہ لاکھوں سلام

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھ والے کی ہمت پہ لاکھوں سلام

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور
بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام